

باب دوم



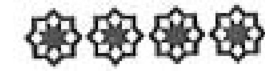
منظوم خراجِ تحسین

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

شورش کاشمیری

فاش ہیں مجھ پہ کئی سال سے اسرار دروں
سوچتا ہوں کہ سر عام کیوں نہ کہوں
کوئی ہنگامہ بہ عنوان وفا ہو جائے
کوئی تحریک ابھر آئے بہ عنوانِ جنوں
کیا ضروری ہے کہ ہم بستہ زنجیر رہیں
دن وہ آتا ہے کہ ٹوٹے گا شب غم کا فسوں
رات نے گاڑ کے خورشید کے سینہ میں سناں
جگمگاتے ہوئے تاروں کا اجاڑا ہے سکوں
وہ سر پردۂ تاریخ سے باہر آئیں
جن کی یلغار سے عشاق ہوئے خوارو زبوں
جن کے پنجے اٹھے دامانِ گل ولالہ پر،
جن کی گردن پہ ہے قربانی و ایثار کا خوں
ہم نے جو کچھ بھی کیا اس کا خلاصہ یہ ہے

توڑ ڈالے ہیں فرنگی کی سیاست کے ستوں
تم نے جو کچھ بھی کیا سامنے لے کر نکلو!
ہاں! وہ افسانہ شبِ تاب ذرا میں بھی سنوں
آج بھی روحِ بخاریؒ یہ صدا دیتی ہے
تیز رکھیو سرِ ہر خار کو اے دشتِ جنوں
شاید آجائے کوئی آبلہ پا میرے بعد



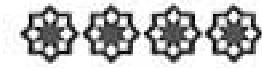
اے خاکِ لحد!

دیکھنا ضائع نہ ہو جائے وطن کا بانکپن
داغ تک آنے نہ پائے اور نہ ہو میلا کفن
قبر کی مٹی سے کہہ دو لحد کو آواز دو
با ادب آئیں فرشتے روک دیں حشرات کو
پاک رہنا چاہئے محشر تلک تیرا ضمیر
سو رہا ہے تیرے دامن میں شریعت کا امیر

مردِ درویش

امیر شریعت قلندر، فقیر
اخوت کا پیکر۔ لگن کا ضمیر
خطابت کی اقلیم کا شہریار
ندیم محبت، نقیب بہار
سخن جس طرح آپ کوثر کی دھار
چلن جس طرح لہجۂ آبشار
طبیعت میں موج صبا کا خرام
ارادوں میں خیریت صبح و شام
مشیت کی مشاطگی کا جمال!
ہمہ خیرو برکت ہمہ کیف و حال
ہدایات سادہ کا دلکش نصاب
علوم درخشاں کا بہتا چناب
تبسم سے نخچیر کرتا ہوا
نگاہوں سے تسخیر کرتا ہوا

حقیقی مربی، حقیقی رفیق
ملے گا کہاں ایسا مردِ خلیق
ادا کر کے قرض اپنی خدمات کا
سحر دم وہ جاگا ہوا رات کا
ابد کے نگر کو روانہ ہوا
مکمل سفر کا فسانہ ہوا



عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

عبدالکریم ثمر

کبھی پستیوں میں چمکا تو فراز آسماں سے
کبھی رفعتوں سے اُلجھا تو نشیب خاکداں سے
جو مٹے گا دین حق پروہی رہ سکے گا زندہ
یہ سبق ملا ہے مجھ کو تری مرگِ ناگہاں سے
تھکے ہارے قافلے نے تجھے خضرِ وقت جانا
تو چلا ہمیشہ ہٹ کر رہ ورسمِ کارواں سے
گل سرمدی بکھیرے ترے خامہ و زباں نے
تو خراج لے رہا ہے ابھی خامہ وزباں سے
یہ خلوص یہ عقیدت یہ حضورؐ سے محبت
تجھے نسبتِ خصوصی تھی نبیؐ کے آستاں سے
تری آہ صبح گاہی ترا نالۂ شبانہ
یہی یاد رہ گیا ہے شبِ غم کی داستاں سے
ترا ذوق حق پسندی تجھے لے گیا رسن تک
بنے خار بھی گلستان ترے شوقِ بیکراں سے
تری بے غرض قیادت ترا علم اور خطابت
تری داستاں کو چھیڑیں مگر ہم کہاں کہاں سے



بخاری تقریر کر رہا ہے!

شریف اشرف

رفو گرانِ پیمبری کی تمام محنت ادھڑ رہی ہے
عروسِ شب کی سیاہ زلفوں سے گردِ ایام جھڑ رہی ہے
ہواؤں کو مار پڑ رہی ہے فضاؤں کو مار پڑ رہی ہے
زمانے کی ہر فریب ناکی سے اب ملمع اُتر رہا ہے
بخاری تقریر کر رہا ہے
حدیثِ مولا بھی کہہ رہا ہے وہ ذکرِ لیلیٰ بھی کر رہا ہے
وہ ہاتھ جس میں کتاب بھی ہے وہ ہاتھ ساغر بھی بھر رہا ہے
پُرانی شیرازہ بندیوں کا نظامِ باطل بکھر رہا ہے
بخاری تقریر کر رہا ہے
مہکتی شامیں ہیں گیسوؤں میں جبیں پہ صبحیں ڈھلک رہی ہیں
اور آستیں سے قرونِ اولیٰ کی داستانیں ٹپک رہی ہیں
خرد کی ہچکی بندھی ہوئی ہے جنوں کی نبضیں دھڑک رہی ہیں

1. خدام الدین لاہور یکم ستمبر ۱۹۶۱ء

خدا میری سادگی کو سمجھے کہ جیسے الہام اُتر رہا ہے
بخاری تقریر کر رہا ہے
یہ حُسنِ جس کی شوخی شراب خانے انڈیلتی ہے
کبھی اُلجھتی ہے تیرگی پہ کبھی ستاروں پہ کھیلتی ہے
مگر یہ آواز کو رذوقوں کی بد مذاقی بھی جھیلتی ہے
ہمیشہ سے بدنصیب قوموں کا یہ مذاقِ نظر رہا ہے
بخاری تقریر کر رہا ہے

آہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

فانی مرادآبادی

فضا کے سینے پہ خونی کرگس کے تیز پنجے مچل رہے ہیں
چراغِ علم و ادب کی لو سے دھوئیں کے بادل ابل رہے ہیں
کہ آج احرار کا نگہبان جو تختِ علمی پہ تھا فروزاں
حیاتِ فانی سے ہو کے گریاں، سدھارا سوئے جہانِ یزداں
وہ ایک عالم جسے جہاں نے خراجِ تحسیں ادا کیا تھا
وہ ایک مومن جو لطفِ احمد کی برکتوں سے قمر بنا تھا
حلم عجز اور تواضع کا پیکر
وہ ایک رہبر کہ جس کی نظروں میں ساری دنیا کوزہ گِل
وہ اک معلم کہ جس کے صدقے میں رہ نوردوں نے پائی منزل

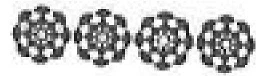
وہ اک مفسر دلوں سے جس نے نکالے شبہات نود سیداً
وہ اک مقرر کہ جس کے طرز بیاں میں شعلوں کا سوز پیدا
اسی چراغِ سحر پہ پہلو کے غم میں عالم یہ رو رہا ہے
مگر وہ بادِ قضا سے بجھ کر زمین کے پہلو میں سو رہا ہے

علامہ انور صابری کا خراجِ تحسین

سالار کاروانِ جہاں وفا گیا
سوئے ریاض خلد بخاری چلا گیا
ہر آنکھ میں ہیں اشک ہر اک لب پہ آہ سرد
اربابِ دردِ عشق کا درد آشنا گیا
پہنچا جہاں فضا میں لطافت بکھیر دی
گذرا جدھر سے نقشِ قدم چھوڑتا گیا
تصویرِ خُلق پیکرِ اخلاصِ زندگی
سرتا بپا نمونۂ صبر و رضا گیا
الفاظ کے مزاجِ معانی کا رازداں
جمہور کے دلوں میں اترتا ہوا گیا
آزادیِ وطن کا جواں عزم رہنما
آزادیِ وطن کے ستم جھیلتا گیا

سال وفات کے لئے انورؔ جو عرش تک
وابستہ جنوں مرا فکرِ رسا گیا
آئی ندائے غیب کہیں کیوں نہ آپ ہائے
باغ وطن کا بلبل آتش نوا گیا

1961=19+1942



نقیبِ عظمت رسالت ﷺ

منفرد ذوقِ عمل، زورِ بیاں رکھتا تھا
دِل پُر سوز، لبِ شعلہ فشاں رکھتا تھا
لب پہ توحید کے نغمات رواں رہتے تھے
دل میں عشقِ شہ لولاکؐ نہاں رکھتا تھا
بحر خدمتِ دیں اس تمنا کو بہرحال جواں رکھتا تھا
اُٹھ گیا عظمت و تقدیسِ رسالت کا نقیب
سینۂ شوق میں جو برقِ تپاں رکھتا تھا
روشِ اہل جہاں کا وہ نہیں تھا پابند
مردِ آزاد الگ اپنا جہاں رکھتا تھا
اُس کے پاؤں میں نہ آئی کبھی لغزش تائبؔ
راہ میں گرچہ کئی سنگِ گراں رکھتا تھا

(حفیظ تائبؔ)

1 خدام الدین لاہور

سوزِ نہاں

انور صابری

سینے میں عجب سوزِ نہاں چھوڑ گیا
دل میں خلشِ زخمِ جواں چھوڑ گیا ہے

ہنستا ہوا پہنچا ہے درخلدِ بریں تک
دنیا میں ہمیں گریہ کناں چھوڑ گیا ہے

پہلو میں وہ سب داغِ جگر بن کے رہیں گے
جو اپنی محبت کے نشاں چھوڑ گیا ہے

اے قافلۂ جادۂ احرار کے رہبر
حیرت ہے ہمیں لا کے کہاں چھوڑ گیا ہے

خود چین سے سونے کے لئے کنجِ لحد میں!
اک محشرِ فریاد و فغاں چھوڑ گیا ہے!

اللہ کے قرآن کی تفسیر مجسم
بہرنگہ حق نگراں چھوڑ گیا ہے

ہر لفظ میں تھیں موجۂ زمزم کی ادائیں
کوثر میں ڈھلا حسنِ زباں چھوڑ گیا ہے

سلگا کے کلیجوں میں غمِ دل کے شرارے
ماحول میں آہوں کا دھواں چھوڑ گیا ہے

کہتے تھے جسے ساقیِ کوثر کا نواسہ
پیاسا ہمیں وہ پیرِ مغاں چھوڑ گیا ہے

☆☆☆☆

اِتنی دلکش تو ترے حُسن کی دنیا بھی نہیں

......احسان دانش......

ذوق شیون بھی عشق کا دعویٰ بھی نہیں
میرے آدابِ جنوں کا یہ تقاضا بھی نہیں

عشق میں اہل تمنا کے خسارے پہ نہ جا
حسن کم بخت تو بدنام ہے رُسوا بھی نہیں

آپ زنداں کے مصائب سے ڈراتے ہیں اُنہیں
جن کو اس دور میں جینے کی تمنا بھی نہیں

سوچتا ہوں کہ کہاں اہل جنوں دم لیں گے
دشتِ ایثار میں کوسوں کہیں سایہ بھی نہیں

میرے سجدوں کا صلہ میری عبادت کی جزا
بزمِ دنیا کا تو کیا ذکر ہے عقبیٰ بھی نہیں

پہلی بار آج یہ اشکوں کا تسلسل ہے شدید
اس طرح دل مرا پہلے کبھی دھڑکا بھی نہیں

اپنا دل، اپنی نظر، اپنی طلب، اپنی پسند،
ہم نے اُس حسن کو چاہا جسے دیکھا بھی نہیں

مشکلوں کو وہی آسان کرے گا دانش
اپنا اُس در کے سوا کوئی سہارا بھی نہیں

......☆......

سوئے ریاضِ خلد بخاریؒ چلا گیا

......علامہ انور صابری......

سالارِ کاروانِ جہانِ وفا گیا!
سوئے ریاضِ خلد بخاری چلا گیا

ہر آنکھ میں ہیں اشک ہر اِک لب پہ آہِ سرد
اربابِ دردِ عشق کا درد آشنا گیا

پہنچا جہاں فضا میں لطافت بکھیر دی
گذرا جدھر سے نقشِ قدم چھوڑتا گیا

رُوحِ ابوالکلام کا آئینہ دارِ فکر
چشم و چراغ محفلِ مشکل کشا گیا

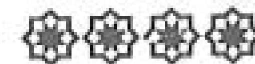
تصویرِ خلق، پیکر اخلاص زندگی
سرتاپا اِک نمونۂ صبر و رضا گیا

الفاظ کے مزاجِ معانی کا رازداں
جمہور کے دلوں میں اترتا ہوا گیا ....

آزادیٔ وطن کا جواں عزم رہنما
آزادیٔ وطن کے ستم جھیلتا گیا

ہفت روزہ لولاک (لائل پور) فیصل آباد

21راگست 1964ء



مرگ عظیم!

وفات حسرت آیات حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ساغر صدیقی

موت کی جرأتِ بیباک پہ حیران ہوں میں
شیشۂ فکر و نظر چور ہوا جاتا ہے

ہر شگوفہ مرے تخیل کا مرجھایا ہے
ہر نفس نالۂ رنجور ہوا جاتا ہے

آج وہ پھول لٹا ہے مرے گلشن کا ندیم
جس کی خوشبو سے معطر تھے بہاروں کے

موت کو راہ میں ظلمات کا اندیشہ تھا
چھین کر لے گئی ایوان مشیت کا چراغ

مہری جس کی جبیں ماہ سا جس کا چہرہ
قبلہ اہل نظر نقش قدم تھے جس کے

جگمگاتے ہوئے سینے میں گذار قرآن
نطق و ادراک اشاروں کا چشم تھے جس کے

سوگیا راہِ سیاست کا جیالا راہی!
بجھ گئیں شمع فصاحت کی ضیائیں افسوس
اب ہمیں کون سنائے گا شریعت کا پیام!
لٹ گئیں حسن خطابت کی آدائیں افسوس
درد میں ڈوبے سیہ پوش فلک پر بادل
آہ و ماتم کے نشاں کرب والم کی دنیا
آج مٹی کا وہاں ڈھیر سا ہوگا ساغر
سرجھکاتی تھی جہاں لوح و قلم کی دنیا



سوچ کی گھڑیاں

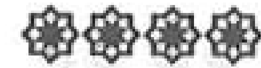
سید عبدالحمید عدمؔ

اخوت کے پرچم اڑاتا ہوا
محبت کے خطبے سناتا ہوا
گرجتا ہوا، دندناتا ہوا
مگر دم بدم مسکراتا ہوا
صداقت کے چہرے سے بے ساختہ
توہم کے پردے اُٹھاتا ہوا
خدا کی محبت کے عرفان سے
چمکتا ہوا جگمگاتا ہوا
مخالف ہواؤں کی یلغار پر
عزائم کے خنجر چلاتا ہوا
ضمیرمنور کی تلوار سے
رگیں شرک کی کاٹ جاتا ہوا
محمدؐ کی سیرت کا پیغام بر

خدا کے سندیے سناتا ہوا
جوانوں کا عاشق، سپاہی کی ہتھ
حمیت کے جوہر دکھاتا ہوا
بڑی منزلیں کر کے طے جِلم کی
بڑی دیر چلتا چلاتا ہوا
نہایت اہم سوچ میں کھوگیا
گھڑی دو گھڑی کے لئے سوگیا
اگرچہ وہ مصروف ہے خواب میں
حسیں ولولے اس کے بیدار ہیں
صبا اس کے اخلاق کا گیت ہے
ریاض و چمن اس کے اطوار ہیں
ہیں لوحِ ابد پر جو لکھے ہوئے
وہ اس کی ریاضت کے اشعار ہیں
بقا اس کی مرغوب پوشاک ہے
خدا اس کی تحقیق ادراک ہے

خدام الدین لاہور

یکم ستمبر 1961ء



ٹوٹ گئی زنجیر

ایک طرف توپوں کے دہانے ایک طرف تقریر
زنداں میں بھی ساتھ رہی آزادی کی توقیر
خوشبو بن کر پھیلی تیرے خوابوں کی تعبیر
ٹوٹ گئی زنجیر

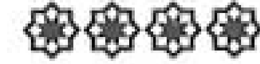
تجھ سے پہلے عام کہاں تھی دار ورسن کی بات
چاروں جانب چھائی ہوئی تھی محکومی کی رات
اپنے بھی تھے ظلم پہ مائل بیگانوں کے ساتھ
آگے بڑھ کر تو نے بدل دی ہم سب کی تقدیر
ٹوٹ گئی زنجیر

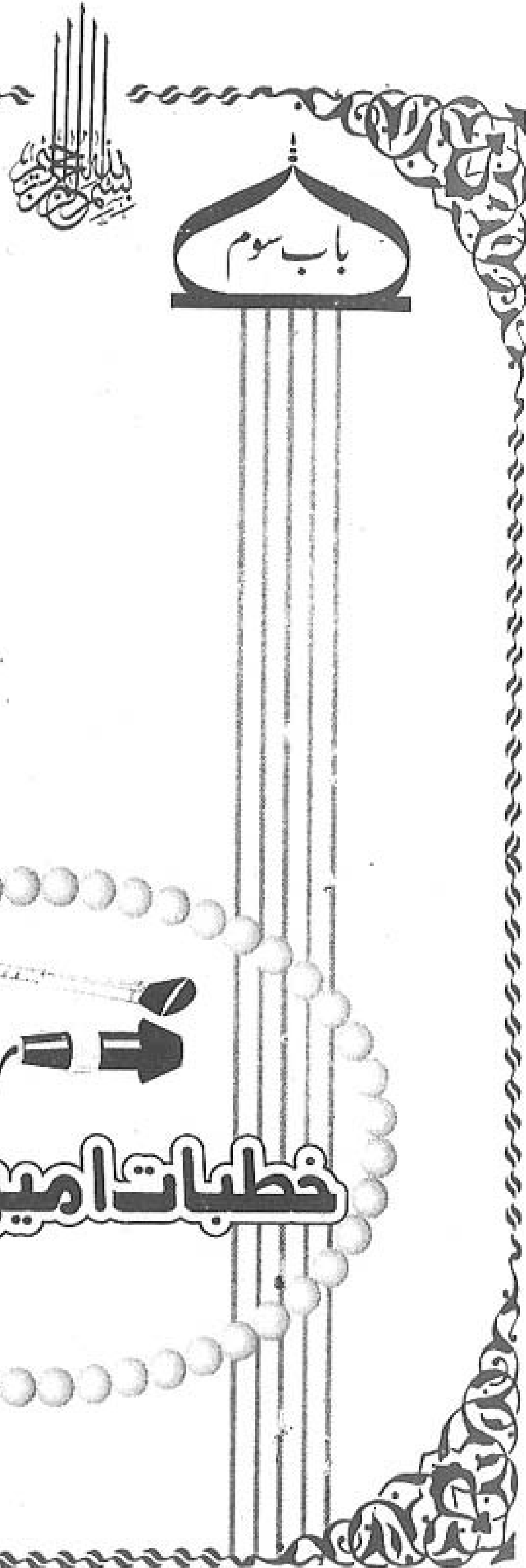
گلی گلی میں تیرے چرچے نگر نگر کہرام
بول کے میٹھی بولی تو نے کیا تھا جگ کو رام
جب تک قائم ہے یہ دنیا رہے گا تیرا نام
کون مٹا سکتا ہے تیری عظمت کی تحریر
ٹوٹ گئی زنجیر

ہنسی ہنسی میں تو نے کھولے اہل ستم کے راز
مرتے دم تک تو نے اُٹھائے سچائی کے ناز
کہیں دبائے سے دبتی ہے شعلہ صفت آواز
چیر گئی ظلمت کا سینہ لفظوں کی شمشیر
ٹوٹ گئی زنجیر

تیرے خوشہ چین ہوئے ہیں آج بڑے دھنوان
تو نے، اپنی اپنی آن نہ بیچی کیسی ہے تیری شان
بات پہ اپنی جو مِٹ جائے وہی ہے بس انسان
شاہ جی تجھے کہتی ہے دُنیا تو تھا ایک فقیر
ٹوٹ گئی زنجیر

......حبیب جالب......





عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت

یہ تقریر آپ نے دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے جلسہ میں فرمائی جس میں زیادہ تعداد علماء اور طلباء کرام کی تھی۔ لہٰذا علمی انداز میں خطاب فرمایا۔

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۔بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ۔مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمًا ○ (الاحزاب : ۴۰)

بھائیو! عمل تھوڑا اور عقیدہ درست ہو تو نجات مل سکتی ہے عقیدہ غلط ہو عمل پہاڑوں جیسے ہوں تو نجات نہیں، جہنمی ہے۔ چاہے صائم الدہر کیوں نہ ہو اور قائم اللیل کیوں نہ ہو، چاہے تہجد میں مرے، صحن کعبہ میں کیوں نہ مرے، روضہ نبویؐ کے پاس کیوں نہ مرے مردار ہے مردار۔ جہنمی ہوگا، بہشتی نہیں۔

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے ایک دفعہ فرمایا کہ طب کا مسئلہ ہے: جس آدمی کو کوڑھ کی بیماری لگ جائے' اس کو جتنا بھی لذیذ اور طاقت بخش خوراک کھلائیں۔ اس کی بیماری ترقی کرتی جائے گی اسی طرح جس کا عقیدہ خراب ہو، حضور ﷺ کے بعد دوسرا نبی مانے وہ کتنے اچھے ہی عمل کیوں نہ کرے، لوگوں سے نرم سلوک اور برتاؤ سے پیش آئے' اس کا کفر و شرک بڑھتا جائے گا۔

عقیدہ صحیح تو عمل سرسبز و شاداب، عقیدہ غلط تو عمل برباد

حضرات! کوئی درخت بغیر جڑ کے قائم نہیں رہ سکتا۔ اور کوئی مکان بغیر بنیاد کے استوار نہیں رہ سکتا۔ عَـقْدٌ 'عَقَدٌ 'عُقْدَةٌ 'عَقِيْدَةٌ' چار الفاظ ہیں۔ ان کے معنی میں مضبوطی ہے۔ اردو میں گرہ' پنجابی میں گٹھ اور پشتو میں کیا معنی ہوگا؟ (حاضرین نے جواب دیا ''غوٹہ'') اس چادر کو اگر میں مضبوط گرہ دیدوں۔ تو اس کا کھولنا مشکل ہوگا ورنہ آسان۔ دل میں جو (غوٹہ) پڑ گیا عقیدہ بن گیا۔ محسوسات میں پڑ گیا تو گٹھ اور غوٹہ ہو گیا۔ عقیدہ صحیح ہو' تو عمل سرسبز و شاداب ہوں گے۔ تھوڑا عمل بھی نجات و فلاح کا باعث بن سکتا ہے۔ عقیدہ خراب ہو' تو اعمال برباد و ضائع ختم نبوت کے مسئلہ پر اگر عقیدہ مستحکم نہیں تو نہ توحید پر عقیدہ ہے' نہ رسالت پر۔ اور نہ خدا خدا رہتا ہے۔ ہاں ہاں اللہ میاں نے خود فرمایا ہے وخاتم النبیین . جب ''خاتم النبیین '' نہ رہا تو العیاذ باللہ خاکم بدہن۔ خدا کا کلام جھوٹا ہو جائے گا۔ کلام باطل ہو تو متکلم کی صداقت کیسے رہ سکتی ہے؟

پہلی آسمانی کتابوں نے حضرت محمد علیہ السلام کے متعلق جو خوشخبریاں دی ہیں وہ کیسے درست رہ سکیں گی۔ تمام انبیاء من آدم الی سید ولد آدم اس بات پر متفق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کے بھیجے ہوئے آخری نبی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو تمام انبیاء علیہم السلام کا اتفاق کہاں؟ کہاں اللہ کا فرمان ''وخاتم النبیین ''؟ اور کہاں نبی آخر زمان کا فرمان ''انا خاتم النبیین لا نبی بعدی''

خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا جو انصاف کی نگاہوں سے مطالعہ کرے گا وہ خود بخود اس کے خرافات سے' اس کی حماقت کا اندازہ لگا سکے گا کہاں خاتم الانبیاء کا معجزانہ کلام اور کہاں پنجابی نام نہاد جھوٹے نبی کا بیہودہ کلام۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

مرزا ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

''اللہ میرے ساتھ سویا اور طاقت رجولیت کا اظہار کیا۔ پھر مجھے حمل ہو گیا۔ تھوڑے دنوں بعد مجھ سے بچہ پیدا ہو گیا۔ (اس بچے کی یوں تعریف کرتا ہے) فرزند دل بند گرامی ارجمند

مظہر الحق والعلی کان اللہ نزل من السماء۔

آہ! افسوس! کہ اس کلام کو پڑھ کر بھی کوئی مرزا کو نبی یا مہدی تصور کر سکتا ہے؟ یہ کوئی انسانوں کا کلام ہے؟ مجھے ایسی باتوں کے نقل کرنے میں شرم محسوس ہوتی ہے۔ یہ کوئی انصاف ہے؟ خدا کی قسم! ایسی باتیں زبان پر نہیں آسکتیں۔ نہ کوئی شریف آدمی کہہ سکتا ہے اور نہ سن سکتا ہے؟

ان باتوں سے بد بو آرہی ہے

لیکن کیا کروں۔ کبھی کبھی بدبودار گلیوں سے بھی گذرنا پڑتا ہے ایک جگہ لکھتا ہے۔

''مرزا غلام احمد اپنے الہام ''یریدون ان یروا طمثک'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی و ناپاکی پر اطلاع پاوے۔ مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھائے گا جو متواتر ہوں گے۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ پیدا ہو گیا ہے۔ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہیں۔

مرزا کی کفریات کی ایک لمبی چوڑی داستان ہے۔ اس نے خدا کے انبیاء کرام اور صحابہ تابعین کی اور ہر دور کے علماء کے حق میں ہتک آمیز عبارتیں لکھی ہیں۔

میرے دوستو اور بھائیو! یا تو مجھے سمجھاؤ تاکہ میں اس مسئلہ کے بیان سے رک جاؤں۔ یا میری فریاد سن لو۔ اور اس فتنہ ارتداد (مرزائیت) کے خاتمہ کے لئے متفق ہو جاؤ۔

مصلحت دید من آں است کہ یاراں ہمہ کار!
بگذارند سر طرہ یاری گیرند!

انگریز اور کتے کی مثال

اگر خاتم النبیین ﷺ (فداہ ابی وامی) کی ختم المرسلینی نہ رہی تو پھر آپ کے یہ مدارس اور دار العلوم کس کام کے؟ نہ تمہارا علمی عزت و وقار رہے گا اور نہ یہ پیری فقیری۔ میں تو اس خار دار وادی میں کود پڑا ہوں۔

ہر چہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم

اگر آپ میرا ساتھ دیں گے تو بچ جائیں گے۔ میری مثال تو اس کتے اور انگریز جیسی

ہے۔ایک دفعہ ایک انگریز اپنے کتے کو دریا کی طرف لے گیا۔انگریز دریا میں نہانے کے لئے آگے بڑھا۔کتے نے دیکھا کہ دریا میں ''سنسار'' ہے۔اگر انگریز بڑھ جائے تو سنسار اسے غرق کر دے گا۔جب انگریز آگے بڑھتا' کتا اس کے پاؤں میں بھونکتا' چیختا' چلاتا۔تاکہ وہ آگے جانے سے رک جائے۔مگر انگریز نہ سمجھا۔جب انگریز سنسار کے نزدیک ہونے لگا تو کتے نے اپنے مالک کو بچانے کی خاطر چھلانگ لگادی۔خود غرق ہوا۔انگریز کتے کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ دریا میں کوئی آفت ہے تو میں نے بھی اس دریا میں چھلانگ لگادی ہے۔تاکہ مسلمانوں کو مرزائی سنساروں سے بچا سکوں۔

لما نزل: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ○ (الاحزاب: ۴۰)

نہیں ہے محمد تم میں سے کسی کا باپ۔لیکن اللہ کا بھیجا ہوا رسول اور نبی ہے۔اور کل نبیوں پر مہر۔(ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں!)

فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایھا الناس لانبی بعدی و لا امۃ بعدکم.

(مسند احمد. ص ۳۹۱ جلد۲)

کئی احادیث کے جملوں کو جمع کر کے بیان کیا کہ تاکہ آیت کا مفہوم آپ کی سمجھ میں آسانی سے آسکے۔

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی میں لانفی جنس کے لئے ہے۔اسم نکرہ ہو اور اس پر لا داخل ہو جائے تو اپنے مدخول کے بیج کو نکال دیتا ہے۔ککھ بھی نئی چھڈ دا۔(یعنی نام ونشان مٹا دیتا ہے۔)

ارے طالب علمو! تم تو مرفوعات میں پڑ گئے

میں منصوبات کے ''لا'' کی بحث کر رہا ہوں۔تم معمول میں پھنس گئے' اور عامل سے غافل رہ گئے۔ لَا رَجُلَ فِي الدَّارِ کے کیا معنی ہیں؟ گھر میں کوئی مرد نہیں۔فارسی میں اس کا ترجمہ یہ ہوگا ''نیست مردے درخانہ''۔پنجابی میں ''گھر دے اندر کوئی جنڑاں نہیں''۔پشتو میں کیا معنی ہوگا (حاضرین میں سے کسی نے بتایا) ''پہ کورس کنبس خوک سرے نشتہ''۔انگریزی میں اس کا معنی ''نو مین ان دی ہاؤس (NO man in the house)'' اگر غلط پڑھوں تو جیل خانہ کی

انگریزی ہے۔کوئی الو کا پٹھا یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا باپ گھر میں ہے یا چچا گھر میں ہے۔یا تو اس کا باپ مردوں سے نہ ہوگا۔''خسرہ'' اور ''لا لہ گا مو'' ہوگا۔اور اگر مرد ہوگا تو گھر میں نہ ہوگا۔

وہ کسی بھیک مانگنے والے نے آواز دی ''فقیر کو بھیک دے دو'' گھر کے اندر سے ایک آدمی نے جواب دیا کہ ''گھر میں کوئی نہیں''۔فقیر بھی منطقی تھا۔اس نے کہا کہ ''اے خسرے! آپ چند منٹ کے لئے آدمی بن کر بھیک لے آئیں۔''

تو لانبی بعدی کا معنی یہ ہوگا کہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں کیا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ ظلی بروزی نبی آسکتا ہے؟ تو پھر لا الہ الا اللہ کا بھی یہ ہوگا کہ ظلی بروزی خدا موجود ہیں۔''لا'' جس چیز پر داخل ہوتا ہے تو اس کا تخم مار دیتا ہے۔

لا الہ الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ۔یہاں تو الا ہے (خاکم بدہن خاکم بدہن) اگر الا نہ ہوتا تو معنی کے لحاظ سے ''اللہ'' کا سلب بھی ہو جاتا۔

لا الہ الا اللہ کا معنی

لا الہ الا اللہ کوئی معبود نہیں' کوئی مقصود نہیں' کوئی معبود نہیں' کوئی مسجود نہیں، کوئی حل المشکلات نہیں، کوئی قاضی الحاجات نہیں، کوئی نذر و نیاز کے لائق نہیں، کوئی عالم الغیب نہیں ''وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الا ھو'' اسی کے پاس ''غیب'' کی کنجیاں ہیں۔اسی کے قبضہ میں غیب کے خزانے ہیں جو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔کوئی دینے والا نہیں' کوئی لینے والا نہیں۔کوئی اجاڑنے والا نہیں، کوئی بسانے والا نہیں۔کوئی عزت دینے والا نہیں۔کوئی ذلت دینے والا نہیں۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (آل عمران: ۲۶)

آپ کہہ دیجئے! اے میرے اللہ! شہنشاہی کے مالک! جسے چاہے سلطنت دے جس سے چاہے حکومت چھین لے۔اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے......

آپ کہہ دیجئے۔اے میرے مولا شہنشاہی کے مالک توتی الملک من تشاء جسے

چاہے سلطنت دے وتنزع الملک ممن تشاء جس سے حکومت و بادشاہی، عزت و اقبال چھیننا چاہے، چھین سکتا ہے۔ کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ کوئی نذر و نیاز کا مستحق نہیں کوئی سجدہ کا حقدار نہیں ہے۔

مدت سے لئے پھرتا ہوں اک سجدۂ بے تاب
ان سے کوئی پوچھے وہ خدا ہیں کہ نہیں

یہ ''لا'' جب اللہ باطلہ پر آیا تو اس نے تمام الہ باطلہ کو بیخ و بن سے نکالا تو حضورؐ نے جب فرمایا لا نبی بعدی تو تمام باطل نبیوں کو جڑ سے اکھاڑا۔ الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ یہ ہے وہ کتاب جس میں کسی قسم کا، کسی وجہ سے، کسی نہج سے، کسی زبان میں، کسی مکان میں۔ فی ای زمان وفی ای مکان بھیجنے والے کی طرف سے، لانے والے کی طرف سے، لینے والے کی طرف سے، پڑھنے والے کی طرف سے، سننے والے کی طرف سے، ادنیٰ کا ادنیٰ ایک حرف، ایک لفظ، زبر، زیر، پیش، شد، مد، ذرے کا ذرہ، کروڑویں کا کروڑواں حصہ، تھوڑا، تولہ ماشہ ''ذرہ جیا'' شک کی گنجائش نہیں مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِیْ جس پر نازل ہوا وہ خود اس میں تبدل و تغیر اور ترمیم و اضافہ سے عاجز ہے۔ (حضرات یہ ہے عقیدہ)

نحوی حضرات جلوہ افروز ہیں۔ اگر غلط کہوں تو روک دیں کچھ ایسی ویسی بات نہیں۔ میں بھی جھگڑالو طالب علم ہوں۔ مگر کوئی رضی اور سیبویہ کے ساتھ بھی جھگڑا کرے گا؟ انہوں نے ''لا'' کا یہ معنی کیا ہے۔ میں نے نحو کے اصول کے مطابق یہ طویل ترجمہ کیا۔ ''لا'' کے بغل میں جب نکرہ آ جائے تو عموم پیدا کرتا ہے۔ جنس کی نفی کر لیتا ہے۔ میں نے سال بھر میں شرح جامی کو ختم کرنے نہ دیا۔ جس جگہ پر نہ سمجھتا تو اپنے شیخ کو تمام حلقہ درس میں باواز بلند کہتا کہ ''شیخ! اس جگہ پر نہیں سمجھا، سمجھا کے آگے جانا۔!''

طالب علمو! لا لنفی الجنس مجھ سے سیکھو

باقی مسائل میں تم سے سیکھ لوں گا۔ یہ ''لا'' فعل پر آ جائے یا اسم پر تو فعل کی بھی خیر نہیں اور اسم کی بھی۔ دونوں کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَمَنِ

اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ. (المائدہ: ۳)

اللہ تعالیٰ نے تم پر مردار جانور اور ذبح کے وقت بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور نذر و نیاز جو اللہ کے سوا غیر کے نام نامزد کیا جائے حرام کر دیا ہے۔ پھر بھی جو شخص بھوک سے بے تاب ہو جائے۔ بے بسی اور لاچاری میں مبتلا ہو کر ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھا لے بشرطیکہ نہ تو اس میں طالب لذت ہو اور نہ کفایت سے تجاوز کرنے والا ہو (فلا اثم علیه) تو اس شخص پر کوئی گناہ نہیں!

واقعی اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ فلا اثم میں لا نفی جنس کا ہے۔ یعنی یہ معنی نہیں کہ ظلی بروزی اثم ہے۔

لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ. (البقرہ: ۲۳۶)

تم پر کوئی گناہ نہیں نہ صغیرہ نہ کبیرہ۔ اگر تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور تم نے ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور مقرر کیا ہو۔ ان کے لئے کچھ مہر۔ ایسی حالت میں ان کو متعہ دو۔ کپڑوں کا جوڑا اور دوپٹہ مالدار پر اس کے موافق اور غریب پر اس کے موافق!

لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَلَا نَظِیْرَ لَهٗ وَلَا مِثَالَ لَهٗ وَلَا مَثِیْلَ لَهٗ وَلَا شَبِیْهَ لَهٗ وَلَا ضِدَّلَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ.

یہ تمام لا نفی جنس کے لئے ہیں۔ لاشریک له کے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ اللہ کا ظلی بروزی شریک ہے؟

اَنَا اخْتَرْتُکَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی o اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا. (طٰہٰ: ۱۳،۱۴)

میں نے چن لیا ہے تجھ کو اے موسیٰ فاستمع لما یوحی پس میری بات کان دھر کے سننا۔ اننی انا اللہ یہ پکی بات ہے کہ ہم مابدولت ''اللہ'' ہیں لا اله الا انا کوئی معبود نہیں کوئی معبود نہیں۔

یقین دانم دریں عالم که لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا هُوْ
ولا مقصود فی الکونین لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا هُوْ

الا انا مگر میں۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ .

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ . (یونس: ۲۲)

بے شک جو اللہ کے دوست ہیں اور اس کے حکم کو بشروچشم مانتے ہیں۔ ان کو حق بیان کرنے میں کسی قسم کا خوف وحزن نہیں۔

اب لانبی بعدی کا معنی خوب ذہن نشین ہوا ہوگا۔

حضرات! قرآن کریم کے الفاظ ومعانی دونوں پر ایمان وعقیدہ اسلام میں ضروری ہے۔ نہ صرف الفاظ پر ایمان لانا کافی ہے اور نہ صرف معانی پر۔ بلکہ دونوں پر۔ یہ نہیں کہ الفاظ ہوں اللہ میاں کے اور معنی ہوں عطاء اللہ کے، یا الفاظ ہوں عطاء اللہ کے اور معانی ہوں اللہ میاں کے...... نہیں نہیں!! الفاظ ومعانی دونوں اللہ میاں کے ہوں گے۔

تمہیں معلوم ہے کہ قرآن مخلوق نہیں۔ کیونکہ وہ قدیم کا کلام ہے۔ متکلم قدیم تو کلام بھی قدیم۔ کلام الٰہی کبھی تو فاطمۃ الزہرا کے دروازے پر حضورؐ پر اترا ہے۔ اور کبھی حضرت عائشہؓ کے گھر۔ کبھی میدان جنگ میں تو کبھی مکہ اور مدینہ کی مقدس اور طیب گلیوں میں جو گفتگو اللہ میاں نے اپنے رسولؐ کے ساتھ کی ہے وہ ہے وحی الٰہی۔ اس کا نام ہے قرآن کریم اور کلام الٰہی۔

اللہ کے الفاظ تو قرآن مجید کی عبارت ہے

اور اللہ کے معانی وہ ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کئے ہوں۔ نہ کہ مرزا غلام احمد نے۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ . (النحل: ۴۴)

اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ کتاب تاکہ بیان کرے ان لوگوں کو اس کتاب کو جو تجھ پر اتاری گئی ہے۔!

حضورؐ کے فرائض میں چار امور قرآن نے ذکر کیے ہیں۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o (الجمعہ: ۲)

اللہ وہی ذات ہے، جس نے ان پڑھوں میں ایک عظیم الشان رسول بھیجا۔

یتلوا علیھم ایاتہ۔ ان پر اس کی آیات پڑھتا ہے۔

ویزکیھم . اور ان کے دلوں کو کفر وشرک کے میل کچیل سے صاف کرتا ہے۔

ویعلمھم الکتب والحکمۃ . اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کتاب کے معانی بیان کرتا ہے۔

وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین . بے شک وہ اس سے قبل صریح گمراہی میں بتلا تھے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ o (آل عمران: ۱۶۴)

اس میں بھی رسول ﷺ کے فرائض میں تلاوت، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب وحکمت بیان کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی دعاء:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ o (البقرہ: ۱۲۹).

اس میں بھی یہی ذکر ہے۔ حضورؐ نے قرآن مجید کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے اشارے پر۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى o (النجم:)

آپ کے دہن مبارک سے ایک حرف بھی نہیں نکلتا، مگر وہ اللہ کی بھیجی ہوئی وحی ہے۔

گویا وحی کی دو قسمیں ہیں۔ وحی متلو یعنی قرآن اور ایک وحی خفی وہ ہے حدیث۔

حضورﷺ نے خاتم النبیین کی تشریح خود فرمادی۔ فرمایا: اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ. ان کو حق ہے قرآن کے معنی بیان کرنے کا۔

مسلم شریف کی حدیث میں وختم بی النبیون کا جملہ ہے۔

تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کی امت میں شامل ہیں

حضرات! تمام پیغمبر حضور کی امت میں ہیں۔ دعویٰ سے کہتا ہوں طالب العلمو! سنو! تم کو کہہ رہا ہوں۔ علماء ومشائخ کے سامنے کہہ رہا ہوں۔ اس لئے کہ سند ہو۔ غلط کہوں گا تو میری اصلاح فرمائیں گے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ . (آل عمران: ۸۱)

اس کے معنی واذکر اذ اخذ اللّٰه ہوں گے۔ اذکا عامل مفسرین اذکر یا قالو ابتاتے ہیں۔ جب اللہ میاں نے انبیاء کی کانفرنس منعقد کی اور خود صدر بنے۔ پیغمبروں سے اقرار نامہ لیا۔

اس نکرہ پر ہزار معرفے قربان

لما اتیتکم من کتاب و حکمة جب میں دوں تمہیں کتاب اور علم شریعت۔ "ثم جاء کم رسولٌ " پھر تمہارے پاس بڑے شان والے۔ رسول میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ اس نکرہ پر ہزار معرفے قربان ہوں۔ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ وہ نبی اس کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے۔ تو تم اس کی تصدیق وتائید کرنا اور اس کی نصرت کرنا۔ مسلمانو! یہ معنی ہے خاتم النبیین کا۔

قال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ.

میرے بعد کسی زمانہ میں، کسی ملک میں، نہ حقیقی، نہ مجازی، نہ ظلی، نہ بروزی چروزی کروزی وغیرہ نبی اور رسول نہیں۔ اس کے باوجود جب مرزا کہے کہ میں ظلی بروزی نبی ہوں تو کیا اس کی بات درست ہے؟ (لوگوں نے کہا نہیں)

ظلی کا معنی ومفہوم

ظلی کا معنی سایہ والا ہے۔ ہمارے اوپر کیا ہے؟ سائبان اور شامیانہ۔ ہمیں آسمان نظر آتا ہے؟ نہیں۔ کیونکہ ہم سایہ میں ہیں۔ ارے شامیانہ سے باہر والا! تمہیں آسمان نظر آرہا ہے؟ ہاں تم ہم سے اچھے ہو۔ مرزا سے بھی تم اچھے ہوئے۔ تم ظلی نہیں وہ ظلی تھا لو بھئی۔ شاہ جی بھی ظلی بروزی

ہوا۔ اور تم بھی ظلی بروزی ہوئے۔ مرزا تو اس لئے ظلی بروزی کہ اس کے درمیان شامیانے جیسا پردہ تھا۔ وہ برطانیہ کا نبی تھا۔ نہ اللہ سے اس کا تعلق، نہ نبی سے اس کا تعلق۔ سایہ ہی سایہ۔ پھر وہ کس طرح نبی ہوا۔ یہ کہتا ہے کہ "میں محمد رسول اللہ کا عکس ہوں"۔

ارے بھائیو! کسی شئے کا عکس بعینہ وہی شئے ہوتا ہے۔ شیر کی تصویر بعینہ شیر کی ہوگی۔ ایسا نہیں کہ شیر کی تصویر گیدڑ کی ہو۔

ظلی ہو محمدؐ کا، طواف کرے گورنر کی کوٹھی کا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ ومدینہ میں پیغام الٰہی کو مخلوق تک پہنچانے کی راہ میں کتنی قربانیاں پیش کی ہیں۔ یہاں تک کہ احد کی لڑائی میں آپ کے دندان مبارک شہید ہوئے۔ بتاؤ، مرزا نے اسلام کی اشاعت کے لئے کتنے جہادوں میں شرکت کی۔ ارے مرزا تو جہاد کو حرام سمجھتا رہا۔ اقبال نے کہا تھا ؎

آں ز ایراں بود ایں ہندی نژاد
آں ز حج بے گانہ وایں از جہاد

یعنی بہاء اللہ ایرانی جو ختم رسالت کا منکر تھا۔ اس نے حج سے انکار کیا۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کا انکار کیا۔

حالانکہ رسول عربی ﷺ فداہ ابی وامی، کا ارشاد ہے۔

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ . جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

مرزا نے کہا تھا ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

(تحفہ گولڑویہ ضمیمہ ص ۴۲۔ خزائن ج ۱۷ ص ۷۷)

انگریز کی غلامی کیلئے

مرزا کہتا ہے:

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہے۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر اور شام، کابل اور روم تک پہنچایا ہے۔" [1]

مرزا کی برطانیہ نوازی کا یہ حال ہے۔ سلطنت انگریزی کی حمایت درحقیقت کفر کی حمایت ہے۔ ایک جگہ لکھتا ہے۔

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلش کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کے طرف پھیروں۔ اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کو دور کروں"۔

انگریز کا خود کاشتہ پودا

سنو! برطانیہ کے خود کاشتہ پیغمبر کے کفریات کو۔ میں نے اس کو برطانیہ کا خود کاشتہ پیغمبر نہیں کہا، وہ خود یہ لقب اپنے لئے منتخب کر بیٹھا ہے۔ سنئے کہتا ہے۔

"غرض یہ ایک جماعت ہے جو سرکاری انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ ہے۔ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہے سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس (۵۰) برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار اور جانثار ثابت کر چکی ہے اس خود کاشتہ پودا کی نسبت احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری کا لحاظ کرے۔" [2]

جو شخص انگریز جیسے خونخوار اور مردم خور ظالم حکومت کی خوشامد و تعریف میں رطب اللسان ہو وہ کیسے حضورؐ کا عکس ہو سکتا ہے۔ مرزا نے پیش گوئی کی تھی کہ "ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں" اب مرزا کو نہ مکہ کی ہوا نصیب ہوئی اور نہ مدینہ کی، لاہور میں ہیضہ کی مرض سے مرا اور ملکہ وکٹوریہ کی تمنا اپنے ساتھ قبر میں لے گیا۔ ولکم حسرات فی صدور المقابر ستارہ قیصریہ میں مرزا کا وہ خط

۱ تریاق القلوب ص ۱۵۔ خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵ (۲) مجموعہ اشتہارات جلد سوم ص ۲۱

درج ہے جو اس نے ملکہ وکٹوریہ کے نام بھیجا تھا۔ جس میں ملکہ وکٹوریہ کو نور قرار دیا۔ [1] اس ملکہ وکٹوریہ کے تین سو فرینڈز (یار دوست) تھے جہاں بھی جاتی اپنے یاروں سے ملتی۔

بر زمیں کہ رسیدیم آسماں پیدا است

ملکہ وکٹوریہ کے طلب میں بہت سے اُلّو کے پٹھے مر گئے۔

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختہ اش بر کنار

برطانیہ نواز، گورنر کی کوٹھی کے طواف کرنے والا، جہاد کو حرام سمجھنے والا، ملکہ وکٹوریہ کے نور کا مجذوب کب حضور ﷺ کا عکس ہو سکتا ہے؟

نہ ہر کہ سر بتر شد قلندری داند
سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر

مرزائیوں کے ساتھ بحث مباحثہ مت کرو۔ ان سے صرف "لا" کا پوچھو۔ لام الف لا، دو حرف ہیں۔ نہ لی ہے نہ لو ہے بلکہ لا ہے (اللہ ان دونوں کو آپس میں ملنے کی توفیق نہ دے۔) جس پر بھی آجائیں، اسی کا تخم ہی نکال کر چھوڑتے ہیں۔ "لا" کی تلوار مارو۔ جہاں کوئی مرزائی ملے۔ لا نبی بعدی کا پوچھو۔

جہاں بھی رحمت دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کو نہ ماننے والے ملیں تو ان کو بندوق سے نہیں، چاقو سے نہیں، لاٹھی سے نہیں، جوتوں سے مارو، پچاس مارو اور پانچ لکھو۔ ہاں ہاں! خود مرزا نے لکھا ہے کہ۔

پانچ اور پچاس میں صرف ایک نقطے کا فرق ہے

بھوپال کی ملکہ (اور دوسرے مسلمانوں) سے مرزا نے چندہ طلب کیا کہ میں براہین احمدیہ کو پچاس (۵۰) جلدوں میں لکھوں گا۔ تو ملکہ (اور دوسرے مسلمانوں) نے پچاس جلدوں کے لئے کثیر رقم دے دی مرزا نے صرف پانچ لکھ دیں۔ عرصہ دراز کے بعد ملکہ نے دریافت کیا کہ تو نے پچاس

۱ ستارہ قیصریہ ص ۶۔ خزائن ج ۱۵ ص ۱۱۷ (۲)

کا وعدہ کیا تھا اور لکھ دیں پانچ۔ تو مرزا نے کہا کہ پچاس اور پانچ میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے۔ [1]

تو آپ پچاس مارو اور پانچ گنو۔ بلکہ پانچ سو مارو اور پچاس گنو کیونکہ پچاس اور پانچ سو میں ایک نقطے کا فرق ہے۔

ختم نبوت جان ہے قرآن کی

بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حدیث کی تمام کتابوں کی جان ''ختم نبوت'' ہے۔ تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، وغیرہ تمام مذہبی علوم وفنون کی روح ختم نبوت ہے۔

بزرگان دین! میری زبان کو نہ دیکھو۔ میرے مدعیٰ کو دیکھو۔ اپنے مدعیٰ کی اس بات کے لئے اگر صرف ''لا'' کو پیش کروں تو دو سو (۲۰۰) ''لا'' صرف قرآن مجید سے استشہاد کے طور پر پیش کر سکتا ہوں۔ اور احادیث ہیں تو بے شمار۔ یہ ایسا قوی ''لا'' ہے کہ اسم اور فعل دونوں پر آ جائے تو کچھ نہیں چھوڑتا۔ سات سمندروں میں پانی آ جائے۔ طغیانی اور طوفان برپا ہوں تو اتنی تخریب نہ ہو گی۔ شاید کچھ بچ جائے گا۔ جیسا کہ طوفان نوح علیہ السلام سے جودی کے پہاڑ کی چوٹی بچ گئی تھی۔ مگر ''لا'' جب آ جائے تو پھر کسی چیز کے بچنے کی امید نہ کریں۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

(قاسم الخیرات والعلوم) حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

''اگر یہ ثابت کیا جائے کہ مریخ اور دیگر کواکب میں آبادی ہے تو وہاں نبیوں کا آخری نبی خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جیسا کہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کبریت احمر نے مراقبہ میں دیکھا تھا کہ مریخ میں آبادی ہے۔''

شیعہ اور سنی ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اکٹھے ہو جائیں

ختم نبوت کی حفاظت کے لئے متفق ہو جاؤ۔ ختم نبوت نہیں، تو تم بھی نہیں۔ وہ تو نواسہ ہے۔ اور یہ تو مرزائیوں نے اس کے نانے کی پگڑی پر ہاتھ ڈالا ہے۔

[1] براہین حصہ پنجم دیباچہ ص ۷۔ خزائن ج ۲۱ ص ۹

مرزا نے حضورؐ کے نواسے کو بھی نہیں چھوڑا

مرزا نے حضورؐ کے نواسے کی توہین بھی کی ہے۔ لکھتا ہے۔

کربلائے ست سیر ہر آنم!
صد حسینؓ است در گریبانم!

(نزول المسیح ص ۹۹۔ خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

شعروں میں بیان کئے ہیں۔

وَشَتَّانَ مَا بَيْنِيْ وَبَيْنَ حُسَيْنِكُمْ
فَاِنِّيْ اُؤَيَّدُ كُلَّ اٰنٍ وَاُنْصَرُ
وَاَمَّا حُسَيْنٌ فَاذْكُرُوْا دَشْتَ كَرْبَلَا
اِلٰى هٰذِهِ الْاَيَّامِ تَبْكُوْنَ فَانْظُرُوْا

(اعجاز احمدی ص ۵۲۔ خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۴)

''میرے اور حسین کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیونکہ مجھے ہر وقت تائید و نصرت حاصل ہے اور حسین کو تائید و نصرت کہاں؟ دشت کربلا کا واقعہ یاد کرو۔ اس وقت سے لے کر اب تک تم روتے ہو۔''

نئی اور پرانی خلافت

مرزا نے حضرت عائشہؓ، حضرت علیؓ کی بھی توہین کی ہے۔ شیعہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو۔ اب نئی خلافت لو (یعنی مرزا کی خلافت) ایک زندہ آدمی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علیؓ کی تلاش کرتے ہو۔'' (ملفوظات احمدیہ ص ۱۴۰ ج ۱)

شیعہ اور سنی حضرات! آپس میں مت لڑو۔ آپ دو (۲) نمائندے مقرر کرو۔ ایک نمائندہ شیعہ کا ہو جو اللہ سے ڈرنے والا ہو اور دیندار ہو اور ایک نمائندہ سنیوں کا۔ دونوں روضہ اطہر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجو۔ وہاں چل کر غسل کرو یا وضو کی طہارت کر کے ''روضۃ من ریاض الجنۃ'' میں دو رکعت نفل پڑھ کر روضہ اطہر کے مقابل آ کر صلوٰۃ و سلام پڑھ کر مراقبہ کریں

اور یہ دعا کریں کہ ”اے مولا! میرا ان صحابہ کی فضیلت میں کچھ شک ہے تو میری اصلاح فرمائیے۔ اگر اس کی اصلاح نہ ہوئی تو یہ میری گردن حاضر ہے۔ اس کو کاٹ دو۔

گزشتہ سال قاضی احسان احمد شجاع آبادی حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے انہوں نے بیان کیا کہ ”جب میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور روضۂ اطہر کی زیارت کی تو میں نے ایک آدمی دیکھا کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کر کے حضورؐ پر صلوٰۃ وسلام بھیجا اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے قبروں کی زیارت نہ کی اور نہ ان کو سلام پیش کیا۔ میں نے اس کو کہا کہ بھئی یہ کیوں؟ اس نے کہا میں شیعہ ہوں۔ میرا جی نہیں چاہتا کہ ان دونوں پر سلام کہوں۔ میں نے اسے پیار سے کہا۔ ارے بھائی خدا کے لئے ذرا وضو کر کے آنا اور یہاں بیٹھ کر تھوڑی دیر کے لئے مراقبہ کرنا۔ چنانچہ اس نے میری بات مان لی۔ وہ منصف مزاج شیعہ تھا وضو کر کے آیا۔ دوگانہ پڑھنے کے بعد کافی دیر تک مراقبہ میں رہا یکایک اس نے بآواز بلند نعرہ لگایا۔ حاضرین متعجب ہوئے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا اس نے کہا ”خدا کی قسم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ کے درمیان میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ تو میرے ان محبوب ساتھیوں کے بارے میں بدظنی اور برے خیالات کیوں رکھتا ہے؟ آج سے میں توبہ کرتا ہوں۔ میں فضیلت شیخینؓ کا معتقد بن گیا۔

دعا کرو، کہ اے اللہ تعالیٰ شیعہ سنی بھائیوں کے جھگڑوں کو ختم فرمادے۔

ہنوز ابرے رحمت درخشاں است
خم و خمخانہ با ابرو فشاں است

اس فتنہ کی تردید کے لئے سنی اور شیعہ سب متفق ہو جاؤ۔ ”لا“ کی تلوار لو اور ان سے لڑو۔ لا بزن بلا بزن۔

مرزے کا ترجمہ

ان مرزائیوں سے پوچھو کہ تمہارے باپ نے جو ترجمہ کیا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کا اس کو کیوں نہیں مانتے؟ ازالہ اوہام مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی“ میں یہ عبارت ہے:

”مگر وہ رسول اللہ اور ختم کرنے والا نبیوں کا“ (ازالہ ص ۶۱۴۔ خزائن ج ۳ ص ۴۳۱)

یہ آیت بھی صاف دلالت کرتی ہے کہ ہمارے بعد کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔ پھر

اس کو کیا جنوں ہوا کہ اپنی عبارت بھی اس کو یاد نہ رہی اور برطانیہ کے اشارے پر نبوت کا دعویٰ کیا۔

لا الہ الا اللہ' لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

ذالک الکتاب لاریب فیہ ۔ (البقرہ:۲)

یہ ہے وہ کتاب جس میں کسی قسم کا شک نہیں۔

نہ حقیقی نہ مجازی' نہ ظلی نہ بروزی چروزی ”ھُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ“ یہ کتاب راہ ہے متقی کے واسطے۔ متقی کے معنی شرک سے بچنے والا' بدعات سے بچنے والا' گناہ سے بچنے والا' صغیرہ ہو یا کبیرہ الذین یومنون متقی وہ لوگ ہیں جو مان لیتے ہیں۔ بالغیب جو یقین لاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر بن دیکھے...... یہ ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے کیا ہے۔

شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ فی ارض اللہ

حضرت شاہ ولی اللہ (محدث دہلویؒ) نے ہند میں احادیث وتفاسیر کا چرچا پیدا کیا۔ آپ نے بہت سی تصانیف حدیث وتفسیر' علم کلام اور تصوف میں لکھیں۔ اور قرآن شریف کا ترجمہ فارسی میں کیا تھا اور آپ کے خلف الرشید شاہ عبدالقادر صاحب نے قرآن کریم کا ترجمہ اردو میں کیا۔ مگر ایسی ویسی اردو میں نہیں، فصیح وبلیغ اردو میں۔ جس سے اگر عربی بنائی جائے تو عین قرآن ہوگا۔ ترجمہ میں ایک لفظ بھی زیادہ نہیں۔ یہ ترجمہ انہوں نے ۴۰ سال میں مکمل کیا ہے۔ یہ ترجمہ موجودہ تراجم کی جان ہے۔ ہم نے تو تمام عمر منطق وفلسفہ' ریاضی' صدرا میں صرف کی۔ قرآن اور حدیث سے بے خبر رہے۔ حمد اللہ اور صدرا' متنبی میں تو مہارت ہو۔ اور قرآن کے ایک جملہ کا معنی نہ آتا ہو۔ کتنی شرمناک بات ہے۔

کیا تمہیں صدرا سدرۃ المنتہٰی تک پہنچادے گی؟

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ ۔ (البقرہ:۶۱)

کے ضمن میں شاہ ولی اللہؒ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر منطق وفلسفہ کے درپے ہونا خیر کو چھوڑ کر ادنیٰ کو طلب کرنا ہے۔

وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ۔

اس دن رسول شکایت کے طور پر کہیں گے اے میرے پروردگار میری اس قوم نے قرآن کو جو واجب العمل تھا' بالکل نظرانداز کر رکھا تھا۔

یہ شاہ اشرف علیؒ کا ترجمہ ہے۔اس پر شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں۔

''قرآن مجید کی تلاوت پر تعاہد کرنا اور دیگر مشاغل میں مصروف رہنا مکروہ اور ممنوع ہے۔''

آج کل تو واعظوں نے بجائے قرآن وحدیث کے شعر وشاعری کا وعظ شروع کر دیا ہے۔ایسے واعظ قیامت کے دن مہجوریت قرآن میں شمار ہوں گے۔جیسا کہ کلام الٰہی شاہد ہے۔

طالب العلمو! یہ آیت کس کے متعلق ہے۔غصہ نہ ہونا بھائی۔مشورے کی بات کرتا ہوں۔اگر غصہ ہو بھی جائے تو کیا مار ہی جاؤ گے؟ ایک دفعہ ہی مرنا ہے۔تم ہی مار ڈالو۔

ایک جان ہے باقی 'اسے تو لے یا خدا

ارے طالب العلمو!

تمہارے پڑھنے کا نتیجہ درس وتبلیغ ہونا چاہئے۔تدریس بھی بہت ضروری ہے۔اگر تدریسی سلسلہ بند ہو جائے تو تبلیغی سلسلہ کہاں؟ تدریس سے مبلغین پیدا ہوتے ہیں۔مولوی فاضل اور منشی فاضل میں تو کہیں تدریس نہیں۔تبلیغ تو بہت بڑی بات ہے۔ہمارے طالب العلم اخیر میں عربی ٹیچر اور فارسی ٹیچر بن جاتے ہیں۔

ارے ہوشیار ہو جاؤ! جس چیز کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔باتوں میں بات آ گئی۔شاہ ولی اللہ پہلے مترجم ہیں فارسی زبان میں۔اور ان کا بیٹا چراغ سے چراغ جلا پہلا مترجم ہے قرآن مجید کا اردو زبان میں۔چالیس (۴۰) سال باوضو بیٹھ کر اس نے یہ ترجمہ مکمل کیا ہے ایک پتھر پر تکیہ لگایا کرتے تھے۔میں بہت سی دفعہ دہلی گیا ہوں۔مگر برطانیہ کے ظلم واستبداد سے اس مسجد کا استیصال کیا گیا ہے۔اگر وہ مسجد اب موجود ہوتی تو میں اس میں جا کر دو رکعت نفل پڑھتا۔اور اسی پتھر کو بوسہ دیتا اور دعا کرتا کہ ''اے خداوند! حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح پر رحمتوں کی بارش برسا۔اَللّٰھُمَّ بَرِّدْ قَبْرَہٗ بِاَمْطَارِ الرَّحْمَۃِ وَالْغُفْرَانِ اس کا ترجمہ لفظ بہ لفظ ہے مفرد کا مفرد اور مرکب کا مرکب۔اگر اللہ تعالیٰ اردو میں قرآن مجید نازل فرماتے' تو شاہ عبدالقادر کی زبان میں ہوتا۔اس نے بالغیب کا ترجمہ ''بن دیکھے'' سے کیا ہے۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن) روح المعانی اور علامہ شامیؒ نے یہاں ''رسول'' سے فرشتہ مراد لیا ہے۔جیسا کہ وَاِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ذِىْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِيْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ (التکویر) میں رسول سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہے۔

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ (البقرہ:۳) نماز کو مع فرائض وواجبات اور سنن ومستحبات قائم کرتے ہیں۔قیام کرتے ہیں۔قیام نماز اور چیز ہے۔اور ادا نماز اور چیز ہے۔

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:۳) اور جو کچھ دیا ہے ہم نے ان کو ان میں سے خرچ کرتے ہیں۔بانٹ اگر خدائی بانٹ ہو جائے تو فساد ختم ہے۔کمیونزم وغیرہ کا استیصال ہو جائے گا۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ (البقرہ:۴) اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے. وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (البقرہ:۴) اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں۔

حضرات! غور سے دیکھو کہ یہاں پر ''مِنْ بَعْدِكَ'' کا لفظ نہیں بلکہ ''مِنْ قَبْلِكَ'' کا لفظ ہے۔جھگڑا ختم۔مرزا کا ''تذکرہ'' کس طرح قرآن میں ہو سکتا ہے؟

ارے جو قبل ہے۔اس میں بھی ایک بات ضرور ہے۔وہ یہ کہ امام الانبیاء ان کی تصدیق کرنے والے ہوں۔محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ کے مصدق ہیں۔میں اپنی طرف سے نہیں کہتا خود اللہ تعالیٰ ہی فرماتے ہیں۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ (آل عمران: ۸۱)

اس سے صاف صاف معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کے مصدق ہیں۔جب تصدیق ہو جائے تو پھر تائید کی ضرورت نہیں۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (البقرہ:۴) اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

مرزا کہتا ہے کہ آخرت سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ارے حضورؐ تو فرماتے ہیں:

لَوْ كَانَ بَعْدِىْ نَبِىٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

''میرے بعد اگر نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔''

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِيَآءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ.

(ابن ماجہ ص ۳۰۷)

''میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت۔''

اگر حضور ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری رہتا تو حضور ﷺ یہ اعلان نہ فرماتے۔

''اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' آخرت سے اگر مولانا غلام غوث مراد لیا جائے یا عطاء اللہ لیا جائے۔ اور اگر مولانا مفتی محمد نعیم صاحب مراد لئے جائیں ''ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ'' سے۔ پھر تم سے قیامت کے دن نعیم کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

ارے یہ ہوسکتا ہے کہ آخرت سے غلام غوث اور عطاء اللہ یا محمد نعیم لیا جائے۔ نہیں نہیں حاشا وکلا۔ تو مرزا کس طرح اس سے مراد ہوسکتا ہے۔

آہ! زبان بھی یتیم ہوگئی اور قرآن بھی یتیم ہوگیا۔

عربی زبان دانی کا یہ حال ہے مرزا کا۔ اولئک علی ھدی من ربھم یہ لوگ جن کے احوال اور اوصاف ذکر کئے گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ پر ہیں وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں یا فلاح پاچکے ہیں۔

اگر بقیہ قرآن نازل نہ ہوتا یہ آیتیں اسلام کی صداقت اور مسلمان کے عقیدہ کے لئے کافی ہیں۔

ارے یہ مرزائی نبوت کے بہت حریص ہیں (کدے نئی رجدے) یہ کہتے ہیں کہ ہر ایک انگریزوں کا ایجنٹ اور سرکردہ نبی ہوسکتا ہے۔

پٹنہ میں ایک دفعہ بچپن کے زمانے میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب کے ساتھ ایک دعوت کو گیا' مجھے اللہ تعالیٰ نے چون پچپن سال اپنے والد بزرگوار کی خدمت اور شرف صحبت سے نوازا ہے۔ جس وقت میں چھوٹا تھا تو باپ کے ساتھ دعوتوں کو جایا کرتا تھا۔ مگر ایسا نہیں، جب تک دعوت نامہ پر یہ نہ لکھا ہوتا ''مولانا ضیاء الدین بمعہ صاحبزادہ'' طفیلی جانے کا منکر تھا۔

ایک دفعہ کسی دعوت کو چلا گیا۔ کھانا لایا گیا۔ ایک بہت حریص آدمی پر نظر پڑگئی۔ جس کے سامنے بڑا رقاب رکھا ہوا تھا۔ رقاب جانتے ہو یعنی مخروطی شکل جیسا برتن جو چاول سے بھرا ہوا تھا۔

اس حریص کا منہ چاول سے بھرا ہے اور گھر والے کو یہ کہنا چاہتا ہے کہ اور چاول لے آنا اس کے منہ میں چاول کا لقمہ ہے۔ زبان سے تو کہنے سے قاصر ہے۔ اشاروں سے اوں اوں کررہا ہے۔ مجھے والد ماجد نے فرمایا کہ یہ بھی کبھی سیر ہوگا۔ تو مرزائی اس آدمی کی طرح حریص ہیں۔ نبوت پر کبھی بھی سیر نہیں ہوتے۔ ارے اب نبوت کی کیا ضرورت؟

وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (المائدہ: ۳)

ارے وہ ایک فرد کی حرص تھی۔ اور یہ تو پوری مرزائی قوم کی حرص ہے ''یومنون'' کا کلمہ منہ میں ہے۔ ''ینفقون'' کا کلمہ منہ میں اور دوسرے پیغمبر کو کہیں (اوں اوں) پوچھتا ہوں اور کیا بات باقی ہے۔ جس کی تکمیل کے لئے مابدولت مرزا تشریف لارہے ہیں۔ تم تو وہاں گرداسپور میں رہتے تو اچھا ہوتا۔

ارے ان ظالموں نے خود گرداسپور ہندوؤں کے حوالہ کیا

گورداسپور میں مسلمانوں کی تعداد بہ نسبت ہندوؤں کے زیادہ تھی۔ مگر مردم شماری کے وقت ان ظالموں نے کہا ''ہم غیر مسلم ہیں'' تو وہاں غیر مسلموں کی تعداد بڑھ گئی اور ہندوؤں کے حصہ میں یہ علاقہ آگیا۔ مرزائیوں کو پاکستان میں دھکیلا گیا۔ آج گرداسپور پاکستان کے قبضہ میں ہوتا اور پاکستانی پرچم دہلی کے لال قلعے پر لہراتا ہوا نظر آتا۔

یہ سب گھر ہم نے بسائے ہوئے ہیں

میں نے علمی پرورش حضرت مولانا انورشاہ کشمیریؒ، حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب سے پائی ہے۔ مولانا محمد علی، مولانا شوکت علی، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی صحبتیں میسر آئی ہیں۔

میں نے ان لوگوں کے چہرے پڑھے ہیں اور ان کا پیار اور دعائیں حاصل کی ہیں۔

روحانی تربیت جناب مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ سے حاصل ہے۔

پیدا کہاں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

۳۳ سال انگریز کا مقابلہ کیا۔ اب بھی الآن کما کان۔

لعنت بر پدر فرنگ صد بار لعنت بر پدر فرنگ

انگریز چلے گئے مگر دم باقی ہے۔ چھپکلی کا قصہ ہے کہ چھپکلی کو اگر مارا جائے تو وہ مر جائے گی مگر اس کی دم دیر تک حرکت کرتی رہے گی۔ یہ مرزائی برطانیہ کی دم ہیں۔ انہوں نے آج تبلیغ نہیں کی۔ اغوا ایجادی ہے مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ فرماتے ہیں کہ مرزائیوں نے اغوا کا نام تبلیغ رکھ دیا ہے۔

آخر میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ ''لا'' کی تلوار لو اور میدان میں نکلو۔ لمبے قصے چھوڑ دو۔ ''دوحرفی گل مکا نڑی''

اگر ساری رات اس مسئلہ ختم نبوت پر بولتا رہوں تو اس مسئلہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ یہ لمبی داستان ہے۔ راتیں ختم ہو جاتی ہیں مگر مسئلہ ویسا کا ویسا تشنہ رہ جاتا ہے۔

شب وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا

وما علینا الا البلاغ المبین

''المنبر'' لائل پور

۱۴ رجب تا ۱۴ شعبان ۱۳۸۷ھ



اعتقادات، عبادات، معاملات اور عصمت انبیاء

جناب صدر محترم! میرے بزرگو عزیز بھائیو اور معزز خواتین! پرسوں آپ حضرات کے سامنے میں نے چند الفاظ اشارۃً عرض کیے تھے کہ جس مسئلہ کو ہم لوگ بیان کر رہے ہیں ملتان کی اس کانفرنس کے اجلاسوں میں اور اس کے علاوہ پاکستان کے مختلف مقامات پر جلسوں کے ذریعہ اعتقادات کے متعلق بہت کم کہا جاتا ہے اور اعمال کی طرف زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

آج آپ دعا فرمائیں انشاء اللہ العزیز عقیدہ کے متعلق کچھ ضرور بیان کروں گا۔ مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ ایسے اکابر کی موجودگی میں، میں کیا عرض کروں؟ اگر برسوں تک ان حضرات کی جوتیاں سیدھی کرتا رہوں تو بھی اس قابل نہیں ہو سکتا۔ مگر جب یہ حضرات خود ارشاد فرما دیں اور پھر مجھ ایسے ادنیٰ طالب علم کو حکم فرما دیں تو شرمسار ہوتا ہوں۔

اسلام تین چیزوں کا مجموعہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ایسے اکابر علماء کرام نے مجھے نوازا ہے اور معروضات سن کر مجھے سند بخشی ہے، فالحمد للہ علٰی احسانہ! حضرات اس سے قبل ملتان میں اجمالی طور پر مجھے موقع ملا تھا۔ دل کھول کر نہ تب بیان کر سکا نہ آج بیان کر سکتا ہوں۔ آپ بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل اس نصف شب میں اس ناتوانی کی حالت میں آپ کے سامنے ہوں۔ دعا فرماتے رہیے کہ اللہ تعالیٰ کچھ بیان کرنے کی توفیق عطا کرے۔ اسلام تین چیزوں کا احاطہ اور مجموعہ ہے۔

ا......اعتقادات۔۲......عبادات۔۳......اور معاملات۔

اسلام میں سب سے پہلا درجہ اعتقادات کا ہے۔ اس لئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ." (البقرہ: ۱۷۷)

"یہ کوئی بڑی نیکی نہیں کہ تم اپنے چہروں کو پھیرو پورب کی طرف یا پچھم کی طرف بلکہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، آخرت کے دن، فرشتوں، کتاب اور تمام نبیوں کے ساتھ ایمان لائے۔

اس آیت کریمہ میں سب سے زیادہ عقائد اور یقین کو درست کیا ہے۔ کیونکہ جب تک کوئی یقین نہ ہو اس وقت تک عملی قدم نہیں اٹھ سکتا۔ جو شخص خداوند قدوس کے وجود کا قائل ہی نہیں، حساب و کتاب کا دن مانتا ہی نہیں اس آخری دن کا خیال ہی اس کے دماغ میں موجود نہیں ہے کہ کوئی ایسا دن بھی آئے گا جس کے بعد کوئی دن نہ ہوگا۔ اب ایسا شخص عملی زندگی کیسے درست کر سکتا ہے؟ یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ دنیا میں کوئی ہاتھ حرکت نہیں کر سکتا جب تک اس کے پیچھے کوئی عقیدہ موجود نہ ہو۔

عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

ایک عربی لفظ ہے جسے یقین یا گٹھ کہہ لیجئے۔ عقیدہ ایک دل کی گرہ ہے جیسے بھی پڑ جائے۔ دل کا خیال ہے جیسا بھی آ جائے۔ یوں سمجھئے آپ اپنے بچے کی شادی کرتے ہیں، اس کی عورت کو اپنے گھر لاتے ہیں۔ اب اگر وہ عورت آپ کے گھر آنے کے بعد یہ خیال کرنا شروع کر دے کہ شاید میں یہاں رہوں گی یا نہیں؟ تو فرمایئے کہ وہ گھر آباد رہ سکتا ہے؟ گھر وہی آباد ہوتا ہے جس گھر میں آنے والی عورت پہلے ہی دن یہ فیصلہ کر لے کہ اب تو میں اس گھر کی ہو کر رہوں گی، مجھے اب یہیں رہنا ہے۔

بس اسی حیلہ کا نام عقیدہ ہے۔ تو اس صورت میں عقیدہ بنیاد ہو گیا ہر عمل کا، آپ چاہے کتنی عظیم الشان عمارت کھڑی کر لیں جب تک بنیاد کمزور ہوگی اس وقت تک عمارت کا کھڑا رہنا

ناممکن ہے۔ عمارت وہی قائم رہے گی جس کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہوگی۔ بڑے بڑے درخت آپ حضرات نے دیکھے ہیں۔ اگر ان درختوں کی جڑیں کاٹ دی جائیں تو کیا درخت اپنے پاؤں پر کھڑا رہ سکتا ہے؟ درخت کی جڑ اس کی بنیاد ہے اگر وہ ختم ہو جائے تو سارا درخت فوراً گر پڑتا ہے۔

جن لوگوں نے سیلاب زدہ علاقہ کا معائنہ فرمایا ہے انہوں نے دیکھا ہوگا کہ بعض مقامات پر ایسے درخت کھڑے رہ جاتے ہیں جن کی صرف جڑیں نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ چاروں طرف سے مٹی اٹھ جاتی ہے اور ننگی جڑوں کو دیکھ کر ہم یوں خیال کرتے ہیں شاید یہ درخت اب کھڑا نہ رہ سکے گا مگر وہ اپنے مقام پر بدستور کھڑا رہتا ہے۔ اس کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں۔ اب شاید آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ ایسے ہی اعتقادات بنیادیں اور جڑیں ہیں اعمال کی۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ فرمایا کہ جب آدمی کو کوڑھ کی بیماری لگ جائے پھر اس کو جتنی اعلیٰ سے اعلیٰ اور اچھی سے اچھی غذا دی جائے اس کا بدن گلتا چلا جائے گا۔ پھر مرض بڑھتا رہے گا کم نہیں ہوگا۔ یہ طب کا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے کہ اس مرض کی اس صورت میں کبھی بھی اصلاح نہ ہوگی۔ ایسے ہی اس آدمی کا عقیدہ خراب ہو جائے گا۔ بس سمجھ لیجئے کہ اس کی روح کو کوڑھ لگ گیا ہے۔ اب چاہے کتنے اچھے عمل کرتا رہے اصلاح نہ ہو سکے گی اور یونہی دوزخ کے قریب ہوتا چلا جائے گا۔

بدعقیدگی روح کا کوڑھ

ہندوستان میں ایک بہت بڑی قوم ہندو بھی آباد ہے۔ وہ رات دن خیرات، دان اور پان کرتے ہیں۔ ان کے اعمال کا صلہ کیوں نہیں ملتا؟ اس لئے کہ وہ مشرک ہیں۔ کہیں آگ کی پوجا کرتے ہیں کہیں پانی اور مورتیوں کی۔ کروڑوں انسان ہیں جو مورتیوں کی شرمگاہوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ ان کو حل المشکلات خیال کرتے ہیں۔ ان سے اولادیں مانگی جاتی ہیں۔ پھر ان پر چڑھاوے بھی چڑھائے جاتے ہیں۔ لاکھوں روپیہ یونہی برباد کیا جاتا ہے۔ آخر انہیں بھی اس کا کچھ صلہ ملتا ہے؟ ان کا صلہ اس لئے نہیں مل سکتا کہ ان کا عقیدہ غلط ہے۔ وہ خالق کائنات کو اس طرح نہیں مانتے جس طرح ماننے اور تسلیم کرنے کا حق ہے۔ دراصل ان کی روح کو کوڑھ لگ گیا ہے۔ اب چاہے دان اور پان کرتے ہوئے اربوں روپیہ خرچ کر جائیں انہیں اس کا صلہ ملے گا نہیں۔ تو عقائد

کا درست ہونا بنیاد اور جڑ ہے ہر عمل کی۔

قرآن کے متعلق مسلمان کا عقیدہ کیا ہو؟

حضرات! اب یہ معلوم کرنا ہے کہ نفس کتاب کے متعلق مسلمان کا کیا عقیدہ ہونا چاہئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مقدس کتاب قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ کتاب جو میں نے اتاری ہے اس کے ساتھ مسلمان یہ عقیدہ رکھیں۔ حضرات! یہ کوئی میری شاعری نہیں میرا بیان نہیں بلکہ یہ خداوند عالم کا کلام ہے۔ فرمایا:

الٓمٓ o ذالک الکتاب لا ریب فیه هدی للمتقین o (البقرہ: ۲،۱)

یعنی یہ کتاب جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اتاری گئی ہے اس کتاب میں کوئی بھی شک نہیں۔ یہ کتاب سراسر ہدایت ہے۔ ان لوگوں کیلئے جو پرہیزگار ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ میں تمام شبہات جو منزل اور منزل الیہ دونوں کی طرف سے ہو سکتے تھے۔ وہ دور کردیئے اور صاف صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اس کتاب قرآن مجید میں کسی قسم کا شبہ نہ منزل کی طرف سے اور نہ منزل الیہ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ کتاب میں شبہ سارے دین میں شبہ کا موجب بنتا ہے۔ پھر دین کہاں۔ شبہات سے دین منہدم ہو جاتا ہے اس سے تو ایک اینٹ باقی نہیں رہ سکتی۔ دین کی ساری عمارت مسمار ہو کر رہ جاتی ہے۔ کتاب تو خود اپنی منہ سے بولتی اور جواب دیتی ہے:

ھٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ . (الجاثیہ:۲۹) "یہ کتاب حق بولتی ہے۔"

اس کتاب کے اتارنے والے، تلاوت کرنے والے، حفاظت کرنے والے، بکھیرنے والے، جمع کرنے والے خود اللہ تعالیٰ آپ ہیں۔ اس معاملہ میں کسی انسان کو کوئی دسترس نہیں۔

قرآن سے انٹرویو

جہاں کتاب نے اپنے ہمیشہ حق بولنے کا ذکر کیا وہاں کتاب اپنے نازل کرنے والے بھی بیان کرتی ہے:

تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ o (الحاقہ: ۴۳)

"نازل کی گئی یہ کتاب اس دونوں جہان کے پروردگار کی طرف سے۔"

پھر آگے بیان کیا کہ مجھے کون لے کر آیا اور کس پر نازل ہوئی ہوں:

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (الشعراء: ۱۹۳، ۱۹۴)

یعنی مجھے ایک امانت دار فرشتہ لے کر آیا اور نازل ہوئی آپ (محمد ﷺ) کے دل پر تاکہ آپ دونوں جہانوں کو ڈر سنائیں۔

اللہ اللہ! فرشتے کے ساتھ امین کی قید لگادی اور یہ شبہ دور کردیا کہ فرشتے نے خیانت کی، کہ نازل تو ہونا تھا کسی اور پر، نازل ہوگئی حضرت محمد ﷺ پر۔ یہ نہیں بلکہ فرشتہ امین ہے۔ اس لئے وہ امانت جس کی طرف بھیجی گئی تھی اسی کے سپرد کی ہے۔ پھر آگے خود بیان فرمایا کہ جو کتاب ہم نے آپ پر نازل کی ہے اس کی حفاظت کی آپ فکر نہ کریں۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ o (الحجر: ۹)

ہم نے یہ کتاب اتاری، اب ہم خود اس کی حفاظت کریں گے۔

یہ کلام ہمارا کلام ہے یہ بات ہماری بات ہے۔ آپ تو صرف بولتے ہیں۔ آپ پر یہ قرآن ایک ہی دفعہ نہیں اتارا بلکہ آہستہ آہستہ اتارا گیا۔

قرآن کو آیت آیت، لفظ لفظ، حصہ حصہ، رکوع رکوع، کبھی کہیں کبھی کہیں، کبھی محراب میں تو کبھی منبر پر، کبھی میدان میں تو کبھی عائشہؓ کے سامنے بیٹھے، کبھی فاطمہؓ کے دروازہ پر، کبھی غاروں کے اندر، کبھی پہاڑوں کی چوٹیوں پر، کبھی راہ چلتے، کبھی اونٹنی پر غرضیکہ مختلف مقامات پر مختلف اوقات میں اتارا۔ آہستہ آہستہ اتارا تاکہ ساتھ ساتھ عملی پروگرام بھی چلتا رہے۔ جہاں جہاں اور جس جس موقعہ پر اس قرآن کی ضرورت پیش آتی رہی ہم اتارتے رہے۔ کبھی حقیقت کو نکھارنے کے لئے، کبھی مقابل کو جواب دینے کے لئے آیات نازل کیں۔

کیا حق ہے کسی انسان کو جس کو رب بکھیرے وہ اسے جمع کرے۔ یہ حق تو اسی ذات کو حاصل ہے جو اسے پھیلائے وہی سمیٹے اور فرمایا:

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ o يَوْمَ

يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذَالِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ○ (التغابن: ۸،۹)

پس ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کے نور کے ساتھ جو اس نے نازل فرمایا اور اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے جو تم عمل کرتے ہو جب اکٹھے ہونے والے دن تمہیں جمع کیا جائے گا وہی دن ہار جیت کا دن ہوگا۔

اشاعتِ قرآن

آج یہاں قاضی احسان احمد صاحبؒ (شجاع آبادی [۱]) نے روس کی چھپی ہوئی ایک کتاب دی جس کا نام شاید "اسٹالین" ہے۔ قاضی صاحب نے اس کی طباعت و کتابت کی خوبیوں اور اس کی دلکشی و دلفریبی کی قصیدہ خوانی بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شاہ جی ملاحظہ فرمائیے۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف سوا روپیہ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ اسٹالین کی حکومت اپنی سیاہی اپنا قلم اپنا کاغذ اپنا پریس ملازمین اور کارندے اپنے غرضیکہ اس سلسلہ کے وہ تمام سامان مہیا۔ وہ جو چاہے اور جس طرح چاہے شائع کرا سکتا ہے۔ اسے تو یہ کتاب دنیا کو مفت تقسیم کرانا چاہئے یہ قیمت رکھ کر تو اس نے تمام خوبیوں پر پانی پھیر دیا ہے۔ اسٹالین کا یہ کوئی کمال نہیں کمال اور خوبی ملاحظہ کرنی ہو تو قرآن مجید کی تاریخ پر غور فرمائیں۔

وہاں نہ قلم، نہ سیاہی، نہ دوات، نہ کاغذ، نہ پریس، نہ کوئی عملہ، نہ حکومت اور نہ ہی دنیاوی ساز و سامان موجود ہے جس کے بل بوتے پر قرآن کی اشاعت کا اہتمام کیا جا سکے۔ لیکن وہ قرآن آج لاکھوں انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔ میں دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ قرآن پاک کی طباعت و اشاعت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی ایسی کتاب لائیں جو اس سے زیادہ اشاعت پذیر ہوتی ہو اور اس سے زیادہ انسانوں کے سینوں میں محفوظ ہو۔ سبحان اللہ! قرآن پاک کو تھوڑا تھوڑا نازل کر کے ایسا سمو دیا تا کہ آپ بھی آہستہ آہستہ سکھاتے رہیں۔

---

۱ خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ برصغیر کے نامور مجاہد تحریک آزادی، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر، شاہ جیؒ کے خطابت میں شاگرد اور جانشین تھے۔ شاہ جیؒ کی وفات کے بعد مجلس کے امیر منتخب ہوئے۔ ۲۳ نومبر ۱۹۶۶ء کو انتقال فرمایا۔ شجاع آباد کے قبرستان نور شاہ (بالمقابل ہائی سکول) میں آرام فرما ہیں۔

نبی کسی انسان کا شاگرد نہیں ہوتا

دنیا حیران ہے کہ وہ پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نہ تو لکھنا جانتے ہیں اور نہ ہی پڑھنا۔ یعنی نہ تو آپ اپنے ہاتھ سے کچھ تحریر کر سکتے ہیں اور نہ کسی اور کتاب کو پڑھ سکتے ہیں۔ دنیا ہے کہ پروانوں کی طرح جانثار ہو رہی ہے۔ یہاں ایک بات کہہ دوں یاد رکھئے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک کوئی نبی اور کوئی پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا۔ دنیا کے کسی کتب خانہ، کسی یونیورسٹی، کسی دار المطالعہ میں کسی نبی کے ہاتھ کا لکھا ہوا کوئی نسخہ دکھا دو۔

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری دارد
نہ ہر کہ آئینہ آئینہ سکندری دارد

دنیا نے تو نبوت و رسالت کو ایک مذاق بنا دیا ہے۔ نبوت تو خداوند قدوس کی چادر ہے، نبی سے خطا خدا پر طعن ہوتا ہے۔ حضرات! میں عرض کر رہا تھا کہ پیغمبر پڑھا لکھا نہیں آیا اور پڑھاؤ بھی کیسے؟ وہ پیغمبر ہی کیا جو کسی استاد کے آگے زانوائے ادب تہہ کرے۔ پیغمبر اور نبی تو اللہ تعالیٰ کے دامن میں تربیت پاتے ہیں۔ وہ تو اللہ سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے پیغمبر خدا ﷺ پر جب پہلی وحی نازل ہوئی تو اس میں تعلیم دینے کا ہی ذکر ہے:

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ○ (العلق: ۱)

"اے محمد! آپ اپنے رب کے نام سے پڑھئے جس نے آپ کو پیدا کیا۔"

نبی حسب و نسب کے لحاظ سے عالی مرتبت ہوتا ہے

پیغمبر اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوتا ہے۔ پیغمبر ہر مجلس، ہر محفل اور ہر سوسائٹی میں بے داغ ہوتا ہے۔ حسب و نسب اور خاندان کے اعتبار سے سربلند ہوتا ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں:

اَنَا النَّبِیُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

"میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں اور میں سچا نبی ہوں۔"

یہ بات کوئی شاعرانہ قافیہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک حقیقت ہے اور وہ الفاظ ہیں جو قریش مکہ کی

موجودگی میں کہے گئے۔ آپ قریش سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔ جانتے ہو کہ میں صادق اور امین ہوں۔ حاضرین نے یک زبان ہو کر کہا واقعی آپ صادق اور امین ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا جانتے ہو میں کون ہوں؟ (فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ) میں اپنی زندگی کے چالیس سال تم میں رہا ہوں۔ (هَلْ وَجَدْتُمُونِي صَادِقًا أَوْ كَاذِبًا) میری زندگی کے کسی داغدار گوشہ پر انگشت نمائی کیجئے۔ حاضرین پر سکتہ طاری تھا۔ کسی کو جرأت نہ تھی کہ آپ کی زندگی کے کسی گوشے پر انگشت نمائی کر سکیں۔ اور یہاں یہ پنجاب کا سرکاری نبی جب اسکول میں پڑھنے جاتا ہوگا آپ حضرات خود ہی فیصلہ کر لیں کہ سبق نہ آنے پر مرزا غلام احمد قادیانی کے استاد کیا کرتے ہوں گے؟ وہ کیسا قابل دید منظر ہوگا جب مرزا غلام احمد قادیانی کے کان پکڑے ہوئے ہوں گے اور اوپر سے چھڑیوں اور لاتوں کی بارش ہو رہی ہوگی۔ میں کبھی کبھی خیال کیا کرتا ہوں کہ اس شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو اپنے اس استاد کے سامنے کیسے منہ دکھاتا ہوگا؟ استغفر اللہ۔ میں کس برگزیدہ ہستی کی کس بے ہودہ انسان کے ساتھ تشبیہ دے رہا ہوں۔ مجھے تو قرآن پاک کے اسی پاکیزہ ذکر کو جاری رکھنا چاہئے۔ تو حضرات میں عرض کر رہا تھا۔ تعلیم انبیاء کا سلسلہ کسی انسان کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ انبیاء کی تعلیم خدا تعالیٰ کے سپرد ہوتی ہے۔

نبی کی زبان حکمِ خداوندی کے بغیر حرکت نہیں کرتی

جب پیغمبر ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ وحی نازل ہو رہی ہے تو آپ ﷺ اس وحی الٰہی کو جلدی جلدی یاد کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ o إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ o (القیامہ: ۱۶، ۱۷)

آپ جلدی جلدی زبان نہ ہلایئے۔ آپ گھبرائیے نہیں یہ ہماری کتاب ہے۔ اس کتاب کا یاد کرانا اسے آپ کے ذہن میں جمع کرنا اور آپ کو پڑھانا یہ سب ہمارے ذمہ ہے۔

كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ . (ص: ۲۹)

"ہم آپ پر نازل فرما رہے ہیں آپ فکر نہ کیجئے۔"

محترم حضرات! یہ جو عرض کر رہا ہوں، یہ وہ قرآن ہے جو خداوند قدوس کا پاکیزہ کلام ہے۔ کلام وہی ہوتا ہے جو منہ سے نکلے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے جو باتیں کیں، آپ کے ساتھ جو گفتگو ہوئی ان کا مجموعہ قرآن مجید ہے۔ یہ کلام ہمیشہ باقی رہے گا۔ اسے فنا نہیں کیونکہ جب تک خدا موجود ہے اس کا کلام بھی باقی اور زندہ رہے گا۔ قرآن پاک کا اسلوب بیان کتنا اچھا اور کتنا پیارا ہے۔ فرمایا:

الحمد للہ رب العالمین o الرحمن الرحیم o مالک یوم الدین o ایاک نعبد و ایاک نستعین o اھدنا الصراط المستقیم o صراط الذین انعمت علیھم o غیر المغضوب علیھم و لا الضالین o (الفاتحہ)

"تمام تعریفیں اور پاکیزگی اللہ ہی کی ذات کے لئے ہے۔ جو ساری کائنات کا پروردگار ہے اور روزی رساں ہے۔ جو رحم کرنے والا ہے دنیا میں اور رحیم ہے آخرت میں۔ جو بدلے اور جزا کے دن کا مالک ہے۔ اے اللہ! آپ اتنی تعریفوں اور خوبیوں کے مالک ہیں ہم خالص آپ ہی کی پوجا کرتے ہیں اور خالص آپ ہی سے ہر قسم کی مدد طلب کرتے ہیں۔ آپ ہمیں سیدھے راستے پر خود چلایئے۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر آپ نے انعام و اکرام کیا ہے۔ ہمیں ان لوگوں کے راستہ پر نہ چلایئے جن پر آپ کا غصہ اور غضب نازل ہوا۔ آمین

حضرات! اللہ تعالیٰ کے اس کلام سے نتیجہ یہ نکلا کہ خدا تعالیٰ کے متعلق بندوں کا عقیدہ کیسا ہونا چاہئے۔

نبی فطری طور پر معصوم عن الخطاء ہوتا ہے

حضرات! تعلیم انبیاء اور عقائد کے متعلق چند ضروری باتیں عرض کر گیا ہوں۔ اب یہ عرض کرنا باقی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فطرۃً معصوم ہوتے ہیں۔ حضرات! انبیاء علیہم السلام ان پڑھ تو ہوتے ہیں لیکن جاہل اور نادان نہیں ہوتے۔

مُحَمَّدٌ بَشَرٌ لَيْسَ كَالْبَشَرِ
بَلْ هُوَ يَاقُوتٌ وَالنَّاسُ كَالْحَجَرِ

(ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں لیکن عام انسانوں جیسے نہیں بلکہ آپ یاقوت ہیں اور لوگ پتھروں کی طرح ہیں۔)

نبی کو خدا تعالیٰ خود چلاتے ہیں۔ نبی اتنا عرصہ ہاتھ پاؤں نہیں اٹھاتا جب تک خدا تعالیٰ خود نہ حکم کریں۔ پیغمبر اپنے دو ملے ہوئے ہونٹ اتنا عرصہ کھول نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ اجازت نہ فرمادیں۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی o مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی o وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی o (النجم: ۱ تا ۴)

یعنی پیغمبر علیہ السلام ہمارے نصب العین اور ہمارے انقلابی پروگرام سے ذرہ بھر بھی ادھر اُدھر نہیں ہوتے۔ وہ اتنا عرصہ اپنی زبان تک نہیں ہلاتے جب تک کہ ہماری طرف سے وحی نہیں ہوجاتی۔

اللہ تعالیٰ تو اپنے پیغمبر کی اتنی صفائی پیش فرمارہے ہیں اور آج آپ کی نبوت کو غیر کافی قرار دے کر دعویٰ نبوت کیا جارہا ہے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے کہ سلطنت کفر کی تھی۔

اسلامی حکومت ہوتی تو مدعیٔ نبوت قتل کردیا جاتا

سلطنت اسلام کی ہوتی تو دعویٰ نبوت کرنے والے کی سزا صرف یہی ہوتی کہ اسے اسلامی حکومت تین دن کے اندر قتل کردیتی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی سنت یہی ہے۔ آپ نے بارہ سو صحابہ کرامؓ کے سر کٹائے اور جھوٹے مدعی نبوت کو ختم کردیا۔ آج اس کا علاج مناظروں سے کیا جارہا ہے۔ اس کا علاج کوئی مناظرہ ہے؟ کاش میں اس وقت ہوتا جب مرزا غلام احمد قادیانی نے پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کیا تھا، تاج وتخت ختم نبوت کی عزت وعظمت خاک میں ملاکر رکھ دی تھی تو اس کا تدارک مناظروں اور جلسوں سے نہ کرتا۔

یہ کوئی مسئلہ ہے؟ یہ مسئلہ اگر پوچھنا ہے تو حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عباسؓ، ابن عباسؓ، حسنؓ، حسینؓ (رضی اللہ عنہم) اور فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھو۔ وہ اس مسئلہ کے متعلق کیا جواب اور کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں۔

پیغمبر آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی شان اور آپ کی عظمت ان سے دریافت کیجئے۔

جنہوں نے آپ کی رسالت اور آپ کے دین کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے زندگی کی ایک ایک محبوب چیز قربان کردی ایمان کی قدر وقیمت ان سے دریافت فرمایئے جو آج مکہ اور مدینہ میں سو رہے ہیں۔ آپ پڑ گئے ہیں شعر وشاعری میں۔ آپ اس الجھاؤ میں آکر تمام معاملات اور عبادات ہڑپ کر گئے ہیں۔ آپ کہاں بیٹھے ہیں؟ آیئے میں آپ کو خدا کا پاکیزہ کلام سناؤں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر ﷺ کی زندگی کے ایک ایک شعبے کے ساتھ کیسے اپنا تعلق بتا رہے ہیں۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی o (الانفال: ۱۷)

”یعنی اسلام کے مدمقابل آکر لڑنے والی کافروں کی فوج پر آپ نے پتھراؤ نہیں کیا تھا۔ وہ ہاتھ تو آپ کا ہاتھ تھا مگر اس میں قوت ہماری تھی۔ وہ ہم پھینک رہے تھے۔“

نبی کوئی کام حکم خداوندی کے بغیر نہیں کرتا

یہاں ایک مٹھی کا ذکر آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنا تعلق ظاہر فرمادیا کہ اے محمد ﷺ یہ سب ہم ہی کررہے تھے۔ میں یہاں ایک سوال کرتا ہوں کہ ہجرت کے دن جب حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی چارپائی اور اپنے بستر پر سلادیا تھا، وہ آپ ﷺ نے اپنی ذمہ داری اور اپنی رائے سے کیا یا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مرضی کے تابع ہوکر؟ حضرت صدیق اکبرؓ کو ساتھ لے کر باہر نکلے تو کس کے حکم سے؟ غار میں بیٹھے ہوئے اونٹنیاں طلب کیں تو کس کے مشورے سے؟

اگر حضرت محمد ﷺ کی ایک مٹھی خدا کی مٹھی ہے اور کفار پر پتھر اور مٹی پھینکنا خدا کا پتھر اور مٹی پھینکنا ہے تو کیا باقی سارا مذکورہ پروگرام خداوند قدوس کی مرضی اور اس کے حکم کے بغیر ہی تھا؟ جب نبی آخر الزمان ﷺ نے صدیق اکبرؓ سے حضرت عائشہؓ کے متعلق نکاح کی فرمائش کی تو وہ کس کے حکم اور کس کی مرضی سے؟ پھر جب حضور ﷺ نے نکاح کے موقع پر قَبِلْتُ کہا اور قبول فرمایا تو وہ خداوند قدوس کی مرضی کے بغیر ہی تھا؟

یاد رکھئے میں عرض کرچکا ہوں کہ پیغمبر ﷺ کی زبان حرکت نہیں کرسکتی، ہونٹ کھل نہیں سکتے، قدم اٹھ نہیں سکتے، کوئی فیصلہ صادر نہیں ہوسکتا جب تک اللہ تعالیٰ خود حکم نہ فرمادیں اور اپنی رضامندی کا اظہار نہ کردیں۔

اظہارِ حقیقت

حضرات! آپ نے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا سارا واقعہ پڑھا ہوگا۔ وہ کتنا بڑا دردناک پہلو ہے کہ حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام جن کی شادی نہیں ہوئی، کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوگئے۔ دنیا نے لب کشائی شروع کردی تو اب وہاں کون تھا جو صفائی پیش کر سکے؟ مریم علیہا السلام کو بیٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے تھا اب اس کی صفائی بھی خود فرمادی:

فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا o قَالَ اِنِّيْ عَبْدُاللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا o (مریم: ۲۹، ۳۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلایا جو ابھی چند دنوں کے بچے تھے۔ اب چند دنوں کا بچہ بھی بات چیت کر سکتا ہے؟ لیکن چونکہ یہاں وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے۔ دنیا کے ان شبہات کو دور کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بریت کرائی کہ حضرت مریم (سلام اللہ علیہا) کا کوئی قصور نہیں وہ مجرم نہیں وہ پاکدامن اور معصوم ہیں۔ ایسے ہی حضرت عائشہ (سلام اللہ علیہا) سے نکاح کے وقت حضور ﷺ نے جب قَبِلْتُ فرمایا تو وہ خدا کا حکم تھا۔ یعنی خدا نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) خود دی۔ اللہ نے فرمایا کہ محمد ﷺ تو عائشہ قبول کرلے میں راضی ہوں۔ میری اجازت ہے میرا حکم ہے۔ اب یہاں بھی جب الزام تراشی ہوتو بریت خود دی۔ آیت کریمہ:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا o

(الاحزاب: ۵۸)

جو چیز قرآن سے الگ کردے اسے آگ لگادو

حضرات! میں اس تھوڑے سے وقت میں قرآن پاک کا اسلوب بیان کیا عرض کروں۔ میں تو قرآن کا مبلغ ہوں جو چیز قرآن سے الگ کرے اسے آگ لگادو۔ جس قرآن کی اتنی عظمت ہے کہ خدا خود اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہو، کیا وجہ ہے کہ تم تاریخ کو مانتے ہو اور مقدس کتاب کو

ٹھکراتے ہو؟ شاعری اور غزلیں تمہارے ہاں مسلم ہیں۔ بے ہودہ اور فضول دوہڑوں پر تمہارا اعتبار ہے۔ ایک قرآن ہے جسے تم ہر قدم پر نظر انداز کررہے ہو۔

خدا کے لئے کچھ تو سوچو۔ یہ قرآن کیسے کیسے بچایا گیا۔ اس کی کن کن مقامات پر حفاظت کی گئی۔ مکہ کی غاروں، مدینہ کی گلیوں اور طائف کے بازاروں سے پوچھو کہ قرآن کی کیسے کیسے حفاظت کی گئی۔ آگے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو مخاطب فرما کر فرماتے ہیں:

"اے امین کائنات! اے انفس ترین انسان! آپ پر ایسی کتاب نازل کی ہے جو سراسر نصیحت وذکریٰ ہے کیا یہ میرے بندوں کے لئے کافی نہیں ہے؟

آج اگر دنیا قرآن کا انکار کرکے مسلمان رہ سکتی ہے تو میں قرآن کے مقابلہ میں تاریخ کا انکار کرکے کیوں مسلمان نہیں رہ سکتا۔ میرا بس چلے تو دنیا کی ان تمام کتابوں کو آگ لگادوں جو قرآن پاک سے دور لے جارہی ہوں۔ دنیا قرآن کو سمجھتی کیا ہے؟ میرے دل میں کئی مرتبہ یہ جذبات اُبھرے ہیں کہ میرا بس چلے تو میں "آل ورلڈ ریڈیو اسٹیشن" سے ساری دنیا کے انسانوں کو اللہ کا پاکیزہ کلام قرآن مجید سناؤں اور دنیا کو چیلنج کروں کہ قرآن کے مقابلہ میں ایسا پاکیزہ کلام لاؤ۔

حضرات! میں عرض کررہا تھا کہ پیغمبر ﷺ نے حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کو قبول کرتے وقت "قَبِلْتُ" تب کہا جب خدا کا حکم ہوا۔ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کو تب دی جب ارشاد ہوا اور حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو اپنی دو بیٹیاں دے کر "ذوالنورین" کا خطاب تب دیا جب اللہ کی رضامندی ہوئی۔ اس کے حکم کے بغیر تو پیغمبر ﷺ اپنی نگاہ اوپر نہیں اٹھا سکتے تھے۔

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ o

(المدثر: ۱ تا ۴)

اے چادر اوڑھنے والے۔ آپ اٹھئے اور لوگوں کو ڈرسنایئے اور اپنے پروردگار کی بڑائی بیان کیجئے۔

آپ سوتے ہیں، اللہ جگائے تو آپ جاگ اٹھیں۔ وہ بٹھائے تو آپ بیٹھ جائیں، وہ چلائے تو آپ چل پڑیں، وہ کھلائے تو آپ کھاتے ہیں۔

آپ کی اہلیہ محترمہ پر الزام لگایا گیا تو کچھ دنوں تک خاموش رہے۔ کون ہے جس کی بیوی پر الزام تراشی ہو اور وہ خاموش رہے۔ آپ کیوں نہیں بولتے؟ اس لئے کہ بلانے والا ابھی بلاتا نہیں۔ اس لئے آپ بولتے نہیں۔ اب حق اسی کا تھا جس نے شادی کی، جس نے اپنی رضامندی کا اظہار کیا، جس کے حکم سے نکاح ہوا وہی اب بریت بھی کرے۔ چنانچہ اسی ذات نے واضح الفاظ میں بریت کا اعلان کیا اللہ کا حکم ہوا، وحی نازل ہوئی تو آپ بولے: سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ. (النور:۱۶)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایمان والوں پر اپنا احسان جتلاتے ہوئے ذکر کیا کہ:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ. (آل عمران:۱۶۴)

اللہ نے ایمان والوں پر اپنا احسان فرمایا ہے کہ ان میں سے اپنا ایک رسول بھیجا۔

ہمیں تو محمد ﷺ دے کر اپنا احسان جتلایا اور محمد رسول اللہ ﷺ پر احسان یہ کہ بیوی بد اخلاق؟ (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) آپ ذرا ٹھنڈے دل سے غور فرماویں کہ یہ الزام تراشی کس پر کی جارہی ہے۔ تمہاری دو پیسے والی کتابیں سچی اور خدا کا کلام جھوٹا؟ (استغفر اللہ)

محمد عربی ﷺ کا نام لینے والو محمد عربی ﷺ کے دیوانے بنو۔ وہ جذبہ پیدا کرو جو نوعمر بچوں کو مجبور کردے کہ میدان کارزار میں ابوجہل کا نام پوچھتے پھریں۔ اس لئے کہ ابوجہل حضرت محمد ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے اور یہ چیز ہم اپنی زندگی میں کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔

نبی ثابت قدم ہوتا ہے

دنیا نے آپ کو پھسلانے کے لئے کئی حربے کیے۔ اس کی بریت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۳)

قریب تھا کہ کافر آپ کو اس چیز سے جو ہم نے آپ کی طرف بذریعہ وحی نازل کی ہے آزمائش میں ڈالیں تاکہ وہ ہم پر اس کے سوا جھوٹ باندھ کر آپ کو دوست بنالیں۔

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ○ (بنی اسرائیل: ۷۴)

''اور اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ آپ تھوڑا سا ان کی طرف جھک جاتے۔ آپ کو اپنی جگہ سے ذرہ بھر بھی ادھر ادھر نہ ہونے دیا۔

یہ ثابت قدم کس نے رکھا؟ آپ کو کس نے پھسلنے اور کفار کے دھوکہ میں آنے سے بچایا؟

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ آپ حضرات کو معلوم ہے:

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ○ (یوسف: ۲۴)

ایک عورت نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بدی کا ارادہ کیا اور آپ بھی بدی کا ارادہ کر لیتے۔ اگر انہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیاں نہ دیکھی ہوتیں۔

یہاں بعض لوگ هَمَّ بِهَا سے ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ آپ نے بھی ارادہ کر لیا تھا۔ اب کون سمجھائے قرآن پاک کے اسلوب بیان کو، یہاں سرے سے ارادے ہی کا انکار اور ارادے کی نفی ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تو خطا وعصیان کے تصور اور ارادے سے ہی معصوم ہوتے ہیں۔

اگر نبی کی عصمت ثابت ہو پیغمبر کی عصمت محفوظ ہو تو جو دامن میں آ گئے وہ بھی بچ گئے۔ پیغمبر کو جب حکم ہوا کہ اپنے دامن میں فلاں فلاں کو لیجئے۔ پیغمبر نے انہیں دامنِ نبوت میں چھپالیا۔ پیغمبر کو حکم ہوا، صدیقؓ سے کہو، عمرؓ سے کہو، عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیر (رضی اللہ عنہم) سے کہو کہ وہ میرے ساتھ مل جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اللہ کے حکم کے مطابق دعوت دی۔ انہوں نے اس پر لبیک کہہ دیا اور دامن نبوت میں آ کر پناہ لی۔ اب چاہے عائشہؓ ہو، ابوبکرؓ ہو، علیؓ ہو، عمرؓ ہو، عثمانؓ ہو (رضی اللہ عنہم)، کوئی ہو...... وہ تب بچ سکتے ہیں جب پیغمبر ﷺ کا دامنِ نبوت محفوظ ہے اور اس کی عصمت باقی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ وار کریں کسی اور جگہ اور تلوار لگے کسی اور جگہ۔

مقامِ عبرت

گیلے وال (ضلع لودھراں) کا ایک عبرتناک واقعہ ہے کہ وہاں ایک بوڑھے اور عمر رسیدہ شخص کے دو یا تین بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک لڑکا شادی شدہ تھا۔ وہ کسی مقامی جھگڑے کی بناء پر مشتبہ صورت میں گرفتار ہو گیا۔ لڑکا شریف الطبع اور نیک تھا۔ حکومت نے اس کے اطوار و عادات

دیکھ کر کچھ عرصہ قید رکھنے کے بعد رہا کر دیا۔ آپ حضرات خود ہی اندازہ فرمائیں۔ اس مظلوم قیدی کو اس دن کتنی خوشی اور کتنی مسرت حاصل ہوئی ہو گی جب اسے رہا کر دیا گیا ہو گا۔ لڑکے نے رہائی کی خوشی میں سیدھا اپنے گھر کا رخ کیا۔ گاؤں ذرا دور تھا۔ راستے میں کافی دیر ہو گئی اور وہ لڑکا اندھیری رات گھر پہنچا۔ گھر گیا تو اس کی بیوی موجود تھی۔ اپنے باپ اور دوسرے بھائیوں کا پتہ معلوم کیا تو اس کی بیوی نے بتایا کیونکہ آج کھیت کو پانی لگ رہا ہے اس لئے دونوں کنوئیں پر جا چکے ہیں۔ وہ لڑکا اپنی بیوی کے ساتھ ایک ہی چارپائی پر بیٹھا تھا۔ دونوں میاں بیوی بستر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے۔ کافی عرصہ رات گزر جانے کے بعد دونوں کو نیند آ گئی۔ اسی اثناء میں کنوئیں سے اس کا دوسرا بھائی بھی گھر آ پہنچا۔ اب کنوئیں والوں کو کیا خبر تھی کہ آج گھر کون آیا ہوا ہے۔ اس نے جب اندر جھانکا تو دیکھا کہ اس کے بھائی کی بیوی کے ساتھ کوئی آدمی بیٹھا ہے۔ بس کیا کہنا وہ تو غیرت کے مارے وہیں سے واپس ہو لیا اور سیدھا اپنے بوڑھے باپ کے پاس پہنچا اور کہا ذرا گھر چل کر اس عورت کا حال دیکھ جو تیرے لڑکے کی پاک دامن اور عفت مآب بیوی ہے۔ وہ اب اس وقت کسی مرد کے ساتھ ایک چارپائی پر سو رہی ہے۔ اب بوڑھا باپ اور اس کا لڑکا دونوں غیرت و غصے سے بے تاب ہو کر اپنے پھاوڑے سنبھالے گھر آئے۔ بوڑھا باپ تو باہر دروازے پر کھڑا رہا۔ لڑکا اندر گیا اور اس نے جاتے ہی تیز پھاوڑے کے ساتھ قتل کر دیا۔ لڑکا اپنا پھاوڑا وہیں ڈال کر جب باہر اپنے باپ کو اطلاع دینے کے لئے آیا تو باپ نے اندھیرے میں یہ خیال کیا کہ یہ وہی مرد ہے جو میرے لڑکے کی بیوی کے ساتھ لیٹ رہا تھا۔ اس نے اس کے سر پر اتنے زور سے پھاوڑا مارا کہ اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا۔

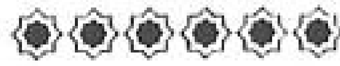
اب اپنا پھاوڑا سنبھالے اندر اپنے لڑکے کو آواز دی کہ بیٹا آ جاؤ اسے تو میں نے باہر دروازے پر ختم کر دیا ہے۔ اب اندر سے کون ہے جو آواز دے۔ بوڑھے کے دل میں خیال آیا کہ روشنی لے کر ذرا دیکھوں تو سہی کہ یہ آدمی کون تھا۔ باپ نے اندر جا کر دیکھا تو اس کا بڑا لڑکا اور اس کی بیوی دونوں دائمی نیند سو رہے ہیں اور دونوں کے سر تن سے جدا جدا پڑے ہیں۔ دیکھتے ہی چیخ نکل گئی، ہائے! یہ تو میرا ہی گھر لٹ گیا۔ وہ دوڑا ہوا باہر آیا تو دروازے پر دوسرا لڑکا ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا تھا۔

میرے غیرت مند بھائیو ایسا نہ ہو کہ تلوار تو اٹھاؤ صحابہ کرامؓ پر اور گھر برباد ہو جائے محمد رسول اللہ ﷺ کا۔ یاد رکھئے صحابہ کرامؓ کو دیکھتے وقت دامنِ نبوت اور عصمت نبوت کو بھی دیکھ

لینا۔ ایسا نہ ہو کہ صحابہ کرامؓ کے دامن پر حملہ کرتے وقت دامنِ نبوت کو تار تار کر دیا جائے۔

حضرات! میں نے آپ کا قیمتی وقت لے کر اعتقادات، عبادات اور عصمت انبیاء کے چند مسائل آپ کے سامنے عرض کئے ہیں۔ امید ہے کہ آپ حضرات اچھی طرح سمجھ چکے ہوں گے۔ اب وقت کافی گذر چکا ہے۔ صبح طلوع ہونے کو ہے۔ میں اپنی بیماری کی حالت میں اتنا کچھ کہہ گیا ہوں، آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت کاملہ عطا فرمائے اور ہمیں دامنِ نبوت میں چھپائے رکھے۔ آمین!

وما علینا الا البلاغ



نبوت کے گواہ

امیر شریعتؒ نے فرمایا:

صحابہ ؓ کو برا مت کہو۔ صحابہ کرام مقدمہ نبوت کی مثل ہیں اور یہ تم جانتے ہو کہ جس مقدمے کی مثل ہی غلط ہو اور گواہ جھوٹے ہوں وہ مقدمہ خارج کر دیا جاتا ہے۔

اگر صحابہ کرام ؓ پر عدم اعتماد کیا گیا تو یاد رکھو یہ نبوت پر عدم اعتماد ہو گا۔ اور صحابہ ؓ کی تغلیط نبوت کی نفی ہے۔ تمام عقائد موقوف ہیں صحابہ کرام ؓ کی عدالت پر۔ خدانخواستہ اگر یہی جھوٹے ہیں تو حضور ﷺ کی ختم المرسلینی معرضِ خطر میں پڑ جائے گی۔ اور میرے نزدیک تو نبوت کے گواہ دو ہی ہیں۔

عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ...... اور...... خالد سیف اللہ المسلول رضی اللہ عنہ

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس مقدمے میں سرکاری گواہ کی حیثیت تھی کیونکہ وہ حضور کے پہلے ہی سے دوست تھے۔ لیکن یہ دونوں بہادر اور سخت دشمن تھے اور نبوت کی صداقت پر یقین کر کے شرف ایمان حاصل کر گئے۔

اقتباس از خطاب امیر شریعتؒ

بستر پر ایڑیاں رگڑنے سے شہادت بہتر

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا:

حضرت صدر محترم، بزرگانِ ملت اور برادرانِ عزیز! جنگ کے متعلق کوئی مشورہ یا رائے دینا میرے بس کی بات نہیں۔ یہ وزارتِ جنگ جانے‘ محکمہ جنگ جانے کہ کہاں لڑنا ہے‘ کہاں نہیں لڑنا۔ کب لڑنا ہے‘ کب نہیں لڑنا۔ یہ کام ہمارا نہیں۔ لیکن دعا گو ہوں کہ خداوند تعالیٰ ہمیں فتح عطا کرے۔

۱۴/اگست کو ہم نے یومِ آزادی منایا اور عوام نے دل کھول کر جذبہ و جوش کا مظاہرہ کیا۔ میں دُعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ اس جوش و جذبہ کو مستقل کردے۔ جب کچھ حاصل ہو جائے تو خوشی کا اظہار ضرور ہوتا ہے۔ لیکن خوشی میں اصل چیز کو نہیں بھول جایا کرتے۔ پاکستان کسی چاردیواری کا نام نہیں۔ یہ کروڑوں افراد کی آبادی کا نام ہے۔ اگر ہماری زندگی مقتضیات سے عبارت ہے تو پاکستان بھی آپ سے کچھ تقاضا کرتا ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ جنگ اچھی چیز نہیں لیکن جب گلے پڑ جائے تو پھر اس کا مقابلہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر کوئی مصیبت آجائے تو اس کا دور کرنا ضروری ہے۔

پاکستان بزورِ شمشیر اکھنڈ بھارت بنانے کا نعرہ

ہندو مہا سبھا نے آئندہ الیکشن کے لئے نعرہ بلند کیا کہ ہم پاکستان کو بزورِ شمشیر فتح کر کے اکھنڈ ہندوستان بنائیں گے۔ شروع شروع میں تشکیلِ پاکستان کے وقت روزنامہ ”ملاپ“ نے

بھی لکھا تھا کہ فی الحال چلو‘ پھر قوت کے ساتھ واپس آئیں گے۔ یہ اس مبتدا کی خبر اب مہا سبھا کی زبان سے نکلے ہیں۔

نظم و ضبط کی ضرورت

اب تو بھارتی فوجیں بھی جمع ہو گئی ہیں لیکن خان لیاقت علی خان کے جواب میں پنڈت نہرو نے کہا ہم تو جنگ نہیں چاہتے‘ یہ فوجیں تو ہم نے یونہی امن کے لئے جمع کی ہیں۔ خدا جانے پنڈت نہرو نے یونہی بے خبری میں کہہ دیا ہو کہ ہم نے فوجیں امن کے لئے بھیجی ہیں...... لیکن خان لیاقت نے مُکّہ دکھا دیا ہے...... لیکن ابھی یقین رکھئے کہ جنگ نہیں ہوگی۔ اس لئے آپ پر صرف نظم و ضبط کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

کفارہ کا وقت

امیر شریعتؒ نے اعلان کیا:

اگر جہاد کا اعلان ہوا تو بوڑھا بخاری میدانِ جنگ میں کود پڑے گا۔ اس بات کا ضرور افسوس ہے کہ میں جوان نہیں لیکن دشمن کے مقابلہ میں بالکل جوان ہوں۔ میری تمنا ہے کہ بستر پر پڑا ایڑیاں رگڑنے کی بجائے میدانِ جنگ میں جان دوں۔ جنگ اور کشیدہ حالات کے لئے احکامات مختلف ہوتے ہیں۔ اب یہ ہمارا ملک ہے۔ ذہنیت کو تبدیل کرنا چاہئے۔ ہم کسی کے ملازم نہیں ہیں۔ یہ قطعہ زمین ہم نے بے پناہ قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے اور تیرہ سو سال میں آج تک کبھی اتنی قیمت ادا نہیں کی۔ اب اس بیش قیمت ملک کو ہر قیمت پر بچانے کے لئے تیار رہئے۔

آپ نے کہا:

سرحد پر فوجیں جمع ہیں۔ لیکن ہمیں صرف ان پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے‘ ہمیں خود اپنے دفاع کے لئے تیار رہنا چاہئے‘ اپنے فرائض کو محسوس کرو۔ قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ سناتے ہوئے کہا: ارشاد ہے ”وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ“ ”اور مہیا کرو ان کے لئے جو کچھ ہو سکے بس قوت مہیا کرو۔

اس لئے قوت مہیا کرو۔ تیاری کرو آنے والے وقت کے لئے۔ آج ہوائی جہاز بھی قوت

ہے' بمبار طیارے' سرنگیں' برین گنیں' رائفل' ٹینک سب قوت ہیں۔ انہیں اکٹھا کرو۔ اپنے فرائض کو سمجھو' حکومت کو مشورے نہ دو' وہ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتی ہے۔ اور خدا کرے وہ زیادہ سے زیادہ محسوس کرے۔ آپ نے نہایت پُر جوش انداز میں کہا میں بھیڑ دیکھنا نہیں چاہتا' میں جلسہ نہیں دیکھنا چاہتا' اپنے مقدر کا فیصلہ کر کے اٹھو۔ (پُر جوش نعرے)

نوجوانو! یہ میدانِ کارزار کی بات نہیں اس سے پہلے کی بات ہے۔ لڑائی کے وقت کیا کرنا ہوگا؟ اس کے لئے اور احکامات ہیں۔ ابھی تو صرف آنے والے وقت کے لئے تیاری کرو۔ دھاک بٹھا دو۔ قرآن کے ارشاد کے مطابق اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر' اتنا سامان مہیا کرو کہ دشمن مرعوب ہو جائے۔ قوت میں سب کچھ ہے قوت کے بغیر کچھ بھی نہیں۔

مجلس احرار کے موقف کا تذکرہ کرتے ہوئے اعلان کیا:

یہ ٹھیک ہے کہ ہم نے پاکستان کی مخالفت کی' لیکن ہم نے جو کچھ صحیح سمجھا وہ کہا آج ہم کسی سے دب کر نہیں کہہ رہے۔ بلکہ پوری آزادی سے کہتے ہیں کہ دفاعِ وطن کے لئے تیار ہو جاؤ اور اگر کوئی غدار ہو تو اسے کیفرِ کردار تک پہنچاؤ۔

آپ نے کہا:

میں آپ سے کچھ نہیں مانگتا' میرے پاس نہ مال و دولت نہ ثروت و جاہ ہے' صرف آپ کی خدمت میں پورے خلوص سے التجا کرتا ہوں۔ آپ کے پاؤں پر اپنی سفید داڑھی رکھ کر آپ سے التجا کرتا ہوں' کیا آپ اسے منظور کریں گے؟ (جواب میں ضرور بالضرور کی آوازیں) وہ یہ کہ ایک نوجوان نہ رہے جو نیشنل گارڈ کی وردی نہ پہنے ہو۔

کردار کو بہتر بنایئے

آپ نے حاضرین کو تلقین کی کہ اپنے کردار کو بہتر بنایئے اور فرمایا بس میں تو آپ سے آخری اپیل کرتا ہوں میری اس عزت (ٹوپی) کو برقرار رکھو گے؟ (حاضرین نے کہا ضرور)

شاید پھر موقع ملے یا نہ ملے۔ لیکن اب تو مان لو اور تربیت حاصل کرو۔ اگر وقت آئے گا تو تم مجھے بھی میدانِ جنگ میں پاؤ گے۔ مورچے پر ڈٹا ہوا پاؤ گے۔ اس لئے تم بھی تیار ہو جاؤ۔ میری نہیں مانتے تو نہ مانو خدا کی مانو۔ یہ جتنا مجمع ہے سب کے سب تربیت حاصل کرو۔ پھر دیکھو ہوتا کیا

ہے۔ خدا کی قسم یہ اکھنڈ ہندوستان کے منصوبے خاک میں مل جائیں۔ مت ہتھیار مانگو۔ اس کے قابل نہ ہو پھر دیکھو جنگ کیا ہوتی ہے کہ دشمن کس طرح بھاگتا ہے کہ ہم میں سے کوئی نوجوان نہیں ہوگا جو تربیت حاصل نہیں کرے گا۔ (تمام مجمع نے پورے زور شور سے ہاتھ اٹھائے۔ اس موقع پر پورے مجمع نے مندرجہ ذیل حلف اٹھایا)

اللہ پاک سے عہد کرو

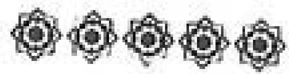
"ہم اللہ سے عہد کرتے ہیں، اللہ سے قول کرتے ہیں اس اللہ سے جس کے قبضہ میں ہماری جانیں ہیں جو ہمارا خالق' رازق' معبود' مسجود' مقصود ہے' ہم اس سے عہد کرتے ہیں کہ ہم اس ملک کی حفاظت کے لئے اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت' اپنے بچوں' مال و منال کے ناموس کے لئے ہم سب قومی رضا کار بنیں گے اور فوجی تربیت حاصل کریں گے۔

خداوندا ہم تجھ سے عہد کرتے ہیں' اے بے کسوں کے اللہ ان کو توفیق دے۔ ان کے دلوں میں نورِ ایمان پیدا کر دے۔ (اس موقع پر نوجوانوں پر رقت طاری ہوگئی)

اب کہو نعرۂ تکبیر' اللہ اکبر......

پاکستان زندہ باد......

ہفت روزہ لولاک فیصل آباد



چندہ کھاتے ہیں سور نہیں کھاتے

مسلم کانفرنس کے ٹوڈیوں کا زمانہ تھا' کسی تحریک میں لوگ جیل جا رہے تھے۔ شاہ جی' مولانا ظفر علی خاں کی صدارت میں تقریر کر رہے تھے۔ "زمیندار" کی ضبطی پر چندہ کی فراہمی کا ذکر آ گیا۔ ایک شخص نے دور سے کہا یہ چندہ کھا جاتے ہیں۔"

فرمایا، بھائی چندہ ہی کھاتے ہیں، سور تو نہیں کھاتے، اور مجمع زعفران ہوگیا پھر فرمایا:۔

"ان تنظیموں کو چندہ دو، یہ لوگ قربانی کے بکرے ہیں۔ کھائیں گے تو جیل جائیں گے، پھانسی پر چڑھیں گے۔ قربانی کے بکروں کو بھوکا مارنا چاہتے ہو"؟

خطاب لاہور

28/مارچ 1935ء

احرار پارک

بیرون دہلی دروازہ لاہور

خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے لحنِ داؤدی میں قرآنِ حکیم کی یہ آیت تلاوت کی۔

الم یأنِ للّذین آمنوا أن تخشع قلوبهم لذكر الله وما نزل من الحق ولا يكونوا كالّذين أوتوا الكتب من قبل فطال عليهم الأمد فقست قلوبهم وكثير منهم فاسقون ○ (الحديد : 16)

"کیا مومنین کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر (کے آگے) اور جو حق نازل ہوا ہے کہ سامنے جھک جائیں اور اُن کی طرح نہ ہو جائیں جن کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ڈھیروں اُن میں سے نافرمان ہیں۔"

آپ نے تقریر شروع کرتے ہوئے مسلمانوں کو غیرت دلائی کہ وہ یہاں خوش وخرم پھر رہے ہیں مگر انہیں سوچنا چاہئے کہ آج شہداء کے پسماندگان کی کیا حالت ہوگی۔ آپ نے کہا کہ مجھے مولانا حبیب الرحمٰن کے اس فقرہ سے "کہ ہندوؤں پر بھی براوقت آسکتا ہے کہ ان پر بھی گولیاں برسائی جائیں" سخت اختلاف ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب تک ہندوؤں میں

گاندھی، نہرو اور داس جیسے راہنما موجود ہیں اُن کے لئے ایسا وقت نہیں آسکتا، ایسے حادثات کی آماجگاہ صرف مسلمان ہیں جن کے لیڈر سر فضل حسین، سر ظفر اللہ خاں اور نمائندہ جماعتیں مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس ہوں۔ میرا تو خیال ہے ایسے لوگوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہونا چاہئے اور اس پر میں حکومت کو "مبارکباد[1]" دیتا ہوں۔

فرنگی اقتدار کی کوکھ سے جنم لینے والی جماعتیں

آپ نے مسلمانوں سے پوچھا کہ وہ بتائیں ان کی نمائندہ کون سی جماعت ہے۔ اگر وہ کسی ایسی ہی جماعت کے ساتھ منسلک ہیں تو اس حادثہ پر غیظ وغضب کا اظہار کیوں کر رہے ہیں۔ یہ ان کی اپنی پسند اور اپنا قصور ہے اور اگر وہ کسی ایسی جماعت کے ساتھ منسلک ہوتے جو حریتِ فکر اور آزادی کی علم بردار ہوتی تو یہ براوقت کبھی نہیں آسکتا تھا۔ آپ نے کہا کہ کراچی کے اس واقعہ کو کتنے دن گزر چکے ہیں۔ کیا آج کے جلسہ سے پہلے بھی، کسی جماعت نے حکومت کے اس وحشیانہ عمل کے خلاف احتجاجی جلسہ منعقد کیا؟ کیا تمہارے رہنماؤں سر ظفر اللہ اور سر فضل حسین نے حکومت کو احتجاجی تار دیا؟ کیا مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ نے کوئی قدم اٹھایا؟ احتجاج کریں ہم، انقلاب کی بات کریں ہم، اور جیل جائیں تو ہم۔ مگر پھر بھی تمہاری نگاہیں انہی لوگوں کی طرف لگی ہوئی ہیں اور ہم تمہاری نظر میں بُرے ٹھہرے۔ واہ رے فرنگی واہ، کیا چال چلی ہے تو نے ترے اقتدار کی کوکھ سے جنم لینے والی جماعتیں تو قوم کی نمائندہ جماعتیں سمجھی جائیں اور دشمن ہم۔

انگریزی دربار میں وقار حاصل کرنے کا ذریعہ

مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کا دینی کردار یہ ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کے سلسلہ میں یہ دخل دینا گناہ سمجھتی ہیں اور مزید مہربانی مسلمانوں پر یہ کر دی کہ ایک مرتد کو (ظفر اللہ خاں) تمہارا نمائندہ بنا دیا۔ نبوت کے ڈاکوؤں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کو کہا جائے تو یہ

1 فرنگی نے پنجاب کی بساطِ سیاست میں جس قسم کے مہرے چلائے تھے ان کی سیاسی کامیابی اور درباری سیاست کی ترقی پر یہ طنزیہ فقرہ ہے مبارکباد کا۔ اس سے آگے بھی اسی قسم کے ایک دو جملے ہیں ان کو بھی اسی پر قیاس کریں۔

لیگی اور کانفرنسی غیر جانب داری کا اعلان کر کے مسلمانوں کے احتجاج کو کمزور کرتے ہیں۔ دراصل آج کل انگریزی دربار میں وقار حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہی غیر جانبداری ہے۔

یوم سر فضل حسین

اِدھر خواجہ حسن نظامی نے 29۔ مارچ کو یوم سر فضل حسین منانے کی اپیل کی ہے۔ خوب سوجھی ہے خواجہ صاحب کو۔ میں کہتا ہوں خواجہ صاحب آپ نے جو یہ سلسلۂ ''فضلیہ'' جاری کر دیا ہے، ہم اس کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ مسلمانوں پر مرزائی کو مسلط کرنے والے کی یاد میں جلسے منعقد کرنا آئینِ شرافت سے بعید ہے۔ میں حیران ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق یہ لوگ کیوں چپ ہیں اور ہندوستان میں کیوں خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ میں ان لیگیوں اور کانفرنسیوں سے پوچھتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت تمہارے نزدیک سر فضل حسین ڈے جتنی بھی نہیں؟۔

حکومت انگلشیہ کے لئے بمنزلہ تعویذ

پیارے بھائیو! جس قوم کو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت، مرزا محمود کی خلافت ملی ہو اور جس قوم کی قیادت (سیاسی) سر فضل حسین ٹوڈی کے ہاتھ میں ہو جو حرمِ پاک فروخت کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا اسے تو صرف انگریز بہادر کی رضامندی چاہئے اور وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں جس کا وہ شخص نمائندہ ہو جسے دیوان سکھانند کی عدالت میں بات کرنی نہ آئی ہو اور عدالت کے ایک ہی سوال پر بدحواس[1] ہو گیا ہو، اس کے ساتھ حکومت یہ امتیازی سلوک نہ کرے تو کس سے کرے۔ اور نبی بھی ایسا ملا ہو جو حکومت سے کہہ گیا ہو کہ میں حکومتِ انگلشیہ کے لئے بمنزلہ تعویذ ہوں۔ ایک دفعہ صادق حسن[2] نے سر فضل حسین سے کہا کہ میاں صاحب۔ بحری جہازوں میں تو حاجیوں کی بڑی تذلیل کی گئی ہے جو جگہ انہیں ملی ہے وہ تو انگریزوں کے کتوں سے بھی کم تر ہے جناب درباری میاں نے جواب دیا کہ یہ بالکل صحیح کیا

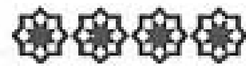
1 سر ظفر اللہ خاں بحیثیت وکیل پیش ہوا تھا۔ ☆ 2 امرتسر کی سیاسی و سرکاری فیملی کے معتبر تھے

گیا ہے میں نے تو حجاجِ کرام کی بہت خیر خواہی کی ہے۔

فضل حسین اور ظفر اللہ سے شمر اچھا

مسلمانو! یاد رکھو! جب تک مسلمانوں کی نمائندگی سر فضل حسین، سر ظفر اللہ خاں، مسلم لیگ اور مسلم کانفرنس کے قبضہ وتصرف میں ہے۔ مسلمانوں کا دلدر دور نہیں ہو سکتا اور کراچی میں مسلمانوں کا جو حشر ہوا ہے، یہی تجربہ ہم پر بار بار کیا جائے گا۔ حکومت کو اگر فساد کا خطرہ تھا تو بہتر طریقہ یہ تھا کہ اجتماع ہی نہ ہونے دیا جاتا جو حکام اجتماع پر گولی چلا سکتے ہیں وہ یہ کام آسانی سے کر سکتے تھے کہ چوراہوں گزرگاہوں پر پولیس کے دستے متعین و مامور کر دیئے جاتے تاکہ مسلمان جمع ہی نہ ہو سکتے۔ یہ سب کچھ جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اب جلسوں میں احتجاجی قرار دادیں مت پاس کرو بلکہ فضل حسین، ظفر اللہ خاں، مسلم لیگ، مسلم کانفرنس کے نام مبارکباد کی قرار دادیں بھجواؤ کہ ''چالیس کفار'' (طنزیہ جملہ) اور کم ہوئے ہیں۔ میں مسلمانوں کے ایسے راہنماؤں سے شمر کو اچھا سمجھتا ہوں اس نے حرمِ پاک تو کسی موذی کے ہاتھوں فروخت نہیں کیا بلکہ اس کی حفاظت کی ہے۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ جب تک مسلمان ہماری انقلابی جماعت کے ساتھ منسلک نہیں ہوتے، جب تک مسلمان دل و دماغ سے فرنگی کے خوف کا جوا اتار نہیں پھینکتے، جب تک مسلمان ٹوڈیوں، درباریوں اور کاسہ لیسانِ فرنگ سے اپنا دامن چھڑا نہیں لیتے وہ ہمیشہ ظلم کی اس چکی میں پستے رہیں گے۔



خطاب لکھنو

احاطہ خان ساماں۔ لکھنو

22۔اگست 1935ء

خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے قرآنِ حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ o (الاحزاب)

''محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں پر مہر ہیں۔''

اور پھر شاعرِ بارگاہِ رسول اللہ ﷺ سیدنا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہٗ کے یہ شعر پڑھے۔

واحسن منک لم ترقطّ عین
واجمل منک لم تلد النساء

''زمانے کی آنکھ نے آپ سے حسین نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ صاحبِ جمال کسی ماں نے جنا۔''

خلقت مبرئا من کلّ عیبٍ
کانّک قد خلقت کما تشاءُ

''آپ ہر عیب سے یوں پاک پیدا کئے گئے گویا اپنی پسند کے مطابق پیدا کئے گئے۔''

سرزمین ہند میں لاکھوں نفوس قدسیہ آرام فرما ہیں

آپ نے فرمایا:۔

''ہندوستان کی سرزمین ابتداء سے ہی اہلِ علم وکمال لوگوں کا مرکز رہی ہے اور بڑے بڑے شاہوں کجکلا ہوں نے اِسے روندا بھی ہے۔ اس کی مٹی میں لاکھوں نفوس قدسیہ ابَدی نیند سو رہے ہیں۔ اِس سرزمین میں سینکڑوں یادیں ایسی ہیں جو مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کی علامت ہیں اور تابناک ماضی کی درخشندہ یادگار، حوادثِ زمانہ کے باوصف جن کا حسن اور بانکپن آج بھی باقی و قائم ہے۔''

دراصل یہ یادگاریں ہمیں غلامی کا طوق اتار پھینکنے کے لئے پیغامِ عمل دے رہی ہیں اور دورِ غلامی کا آغاز حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے عہد کے خاتمہ کے ساتھ ہی شروع ہو گیا تھا۔

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ o (آل عمران: 140)

اور یہ دن ہم بدل لاتے ہیں لوگوں میں۔

جب ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں نے اقتدار جیسی عظیم نعمت کی قدر نہ کی اور خانہ جنگی، خودغرضی اور منکرات وفواحش میں سرمست ومبتلا ہوئے، دن بہ دن فسق وفجور ترقی پذیر ہوتا چلا گیا تو غضبِ الٰہی جوش میں آیا اور مخلوقِ خدا پر مخلوق ہی غضب بن کر ٹوٹ پڑی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے سوداگروں کا ٹولہ ساحلِ ہند کے افق پر خدا کی نافرمان مخلوق کے علامتِ انتقام بن کر نمودار ہوا۔

وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ o (محمد: 38)

اور یہ انتقام ''ہڈسن'' نے بہادر شاہ ظفر کے بیٹوں کا خون پی کر پورا کیا۔ اس

ہندوستان کو فرنگی نے جی بھر کے تاراج کیا۔

ہندوستان پر سیاسی قبضہ کے بعد اس سور خور قوم نے مسلمانوں کے دین وایمان پر بھی قزاقانہ حملے شروع کر دیئے اور علماء کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے بہت سے حیلے تراش لئے۔ چونکہ سقوطِ ہند کے وقت جو تھوڑی بہت مزاحمت ہوئی تھی وہ علماء کے فتویٰ جہاد کی بناء پر ہی ہوئی تھی اور مسلمانوں میں جذبۂ جہاد ہی وہ قوتِ خوابیدہ ہے جس کے بیدار ہوتے ہی باطل کی تمام قوتیں بھاگ کھڑی ہوتی ہیں۔ فرنگی کی فسوں کاری اس جذبہ کو مسلمانوں کے قلوب سے زائل کرنے کے لئے مضطرب تھی بالآخر فرنگی وہ ''گوہر یکتا'' تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کی اسے تلاش تھی۔

مرزا قادیانی انگریز کا جدی پشتی وفادار

گورداس پور کے ایک دیرینہ وفادار مرزا غلام مرتضٰی کا فرزندِ دل بند انگریزی حکومت کا گوہرِ مقصود تھا۔ مرزا غلام مرتضٰی وہ غدار ہے جس نے 1857ء کے جہادِ آزادی میں مسلمانوں کے علی الرغم فرنگی کی مدد کی اور پچاس مسلح سواروں کے ساتھ فرنگی کے دربار میں کورنش بجالایا۔ انگریزی سرکار کی نوازشوں کے دہانے مرزا غلام مرتضٰی کے فرزندِ ارجمند مرزا غلام احمد قادیانی پر کھل گئے اور تباہ حال مرزا غلام احمد خوش حال حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہو گیا۔ چنانچہ وہ ''حقیقت الوحی'' میں خود لکھتا ہے۔

''میری پہلی زندگی اس طرح کی ہے جیسے سو سالہ پرانی قبر۔ کہ اس کے اپنے اور پرائے اسے نہیں جانتے۔''

فرنگی کی سحر کاریوں سے یہ مکر کا دھندا خوب چلا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے فرنگی کی اُمیدوں کو اس سے کہیں بڑھ چڑھ کے پورا کیا انگریز کی خوشنودی اور مزید عنایات کی طلب میں مرزا نے حیات ومماتِ مسیح علیہ السلام کا فتنہ اٹھایا اور خود مسیح بن بیٹھا۔ اس انگریزی متنبی نے نوے کے قریب دعوے[1] کئے۔

---
1. ازالہ اوہام ص 253

مرزا قادیانی نے نوے کے قریب دعوے کئے

اس نے مسئلہ جہاد کے بارے میں لکھا ہے کہ:۔

''کہ میں سولہ برس سے برابر اپنی تالیفات میں اس بات پر زور دے رہا ہوں کہ مسلمانانِ ہند پر اطاعت گورنمنٹ برطانیہ فرض ہے اور جہاد حرام۔''[1]

اس کے بعد مرزا غلام احمد نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ خرافات بکیں کہ عرش وفرش کانپ کانپ گئے۔ مرزا کہتا ہے۔

کربلا ہست سیرِ ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

''سو حسین میرے گریبان میں ہے۔''

مرزا قادیانی کی کتب کی غلاظت سے شرافت دم توڑ دیتی ہے

انگریز کی اِن خواہشات کی تکمیل کے بعد اس کی سب سے بڑی آرزو وتمنا کو بھی مرزا نے یوں متشکل کیا کہ اُس نے نبوت کا دعویٰ بھی داغ دیا اور یوں پوری ملتِ اسلامیہ کا اس نے منہ چڑایا۔ مرزا جی کی کتابوں میں وہ غلاظت ہے جسے دیکھ کر شرافت دم توڑ دیتی ہے۔ حیاء رخصت اور ایمان غارت ہو جاتا ہے۔ اس کے باوصف بھی رواداری کے پرچارک کہتے ہیں کہ وہ بھی کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں۔ ان سے الجھنا بہتر نہیں یہ احراریوں کا سیاسی حربہ ہے۔

☆ میں پوچھتا ہوں کہ عبداللہ ابن اُبی ابن سلول
☆ کلمہ گو نہیں تھا؟
☆ اہل قبلہ میں سے نہیں تھا؟
☆ مسجد نبوی میں نمازیں ادا نہیں کیا کرتا تھا؟

مگر جب وہ مرا ہے تو حضور رحمت اللعالمین ﷺ نے اس کا جنازہ پڑھنے کا ارادہ فرمایا اسے اپنا قمیص پہنایا اس کے باوجود اللہ پاک نے تنبیہی اور فیصلہ کن کلام نازل فرمایا۔

---
1. اشتہار مورخہ 10 دسمبر 1894 مندرجہ تبلیغ رسالت جلد سوم ص 300

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝ (سورۃ توبہ : 80)

"آپ ان منافقین کے لئے بخشش مانگیں یا نہ اور اگر آپ ستر مرتبہ بھی ان کے لئے بخشش مانگیں گے تو اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا۔"

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

(سورۃ توبہ: 84)

"اور نہ کبھی ان میں سے کسی کی نماز پڑھ اور نہ ٹھہر کسی کی قبر پر کیوں کہ انہوں نے خدا اور رسول کا انکار کیا اور وہ نافرمانی کرتے ہوئے مر گئے۔"

"اللہ تعالیٰ نے سرِ لشکرِ انبیاء کو بھی ایسے افراد سے رواداری کی اجازت نہ دی۔"

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس مرزا غلام احمد قادیانی نے جس قسم کے دعوے کئے ہیں اور اس کے ان جھوٹے دعاوی سے مسلمانوں کے دل کس قدر مجروح ہوئے ہیں، کتنی دل آزاری ہوئی، کتنا خون کھولتا ہے اس کا اندازہ فرنگی کے دربار کی چوکھٹ پر ماتھا ٹیکنے والے کیسے کر سکتے ہیں۔ اس بدبخت و بدنہاد نے اپنی نسبت کو حضور ﷺ سے قائم کیا اور ظلی و بروزی طور پر خود ہی محمد و احمد بن بیٹھا۔ ان لوگوں کا نظریہ و عقیدہ یہ ہے۔ (معاذ اللہ)

"کہ اگر بازاری عورتیں توبہ کر لیں تو وہ بھی رتبہ میں فاطمۃ الزہراء مریم صدیقہ اور سیتا جی کی ہم پلہ ہو سکتی ہیں۔"

سارے گھروندے کی بنیاد جہاد کو حرام کرانا

جن کا عقیدہ و فکر یہ ہو اور عمل فرنگی کی غاصبانہ حکومت کی اطاعت ہو اور انہیں اولوالامر تسلیم کرانا جن کا دستورِ حیات ہو اور جہاد کو حرام قرار دینا جن کے سارے گھروندے کی بنیاد ہو کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبۂ جہاد نکال باہر کیا جائے اور وہ مسلسل مسلمانوں کی حریت ایمانی کو دیمک کی طرح چاٹنے میں مصروف ہو۔ ان بدنہادوں اور فرنگی کے ان کاسہ لیسوں سے

رواداری اور حسنِ سلوک کی ہمیں تلقین کی جاتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ جب ان گوری چمڑی والوں کے قانون کے مجرم کو رواداری و حسنِ سلوک کا مستحق نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے جیل کی تاریک کوٹھڑیوں میں گرفتارِ بلا کیا جاتا ہے۔ کوڑوں اور دُرّوں کی سزائیں دی جاتی ہیں، پاؤں میں بیڑی اور ڈنڈا بیڑی ڈال دی جاتی ہے اور تحریکِ آزادیٔ وطن کے جانبازوں کو دار و رسن کی آزمائشوں میں مبتلا کیا جاتا ہے حالانکہ وہ اخلاقی قیدی نہیں ہوتے پھر بھی ان پر مصیبتوں اور آفتوں کے وہ پہاڑ توڑے جاتے ہیں کہ تاریخیں اس بھیانک دور کی مثال لانے سے قاصر ہیں۔ ہمارے اکابر کے ساتھ یہ انسانیت سوز سلوک اور بہیمانہ روّیہ عدمِ رواداری کی کھلی دلیل ہے۔ تو پھر ہم سے "ذریت ابلیس" کے لیے حسنِ سلوک کا مطالبہ یقیناً ہماری غیرت و حمیت کو ایک چیلنج ہے۔ آقائے کونین ﷺ کی ختم المرسلینی کی ردائے تابدار پر داغ لگانے والے اور مشرکین فی ختم النبوۃ کیوں کر رواداری کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نبوت و رسالت کے مقابلہ میں فرنگی کے نہاں خانۂ دماغ کی سازش کے نتیجہ میں خانہ ساز نبوت کی بھونڈی عمارت تعمیر کرنے والوں کو کیسے حسنِ سلوک کا اہل سمجھا جاتا ہے۔

خدا کے باغیوں باغیانہ قوانین کا انکار کرنے والا اور ان کالے قوانین کی جھوٹی حدود کو پھاندنے والا تو مجرم؟ اور اللہ کے محبوب کا مدِّ مقابل اور اللہ کی حدود کو پامال کرنے والا مسلمانوں کے حسنِ سلوک کا مستحق؟

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

یہ ایمان کا معاملہ ہے، خدا اور رسول سے کئے ہوئے وعدہ کے ایفاء کا معاملہ ہے، یہ دین کی غیرت و حمیت کا معاملہ ہے۔ جس کا ایمان جان کنی کے عالم میں نہیں وہ تو خرافات کی اس رپورٹ کو پھاڑے بغیر نہیں رہ سکتا اور جو لوگ ان باغیوں کو حسنِ سلوک کا مستحق سمجھتے ہیں وہ دراصل انگریز کو اولوالامر تسلیم کر چکے ہیں وہ اپنا فیصلہ خود کر چکے ہیں یہ لوگ محمد ﷺ کے نمک حراموں کی فہرست میں اپنا نام لکھوا چکے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ مرزائیوں کو رواداری وحسنِ سلوک کا مستحق سمجھنے والے اور انگریز کو اولوالامر ماننے والے مرزائے قادیانی کی ''ذریت البغایا'' ہیں اور ہندوستان کی غلامی کی مدت میں اضافہ کرنے والوں میں سرِ فہرست ہیں اور حریت وآزادی اور استخلاصِ وطن کی جنگ لڑنے والوں کے راستہ میں سنگِ گراں بن کر حائل ہو رہے ہیں۔ جب تک ملک میں انگریز کی یہ غلام جماعتیں اور ختمِ نبوت کے یہ ڈاکو موجود ہیں اس وقت تک ہندوستان کی آزادی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

مسلمانو! لیلائے آزادی سے ہم کنار ہونے کی تمنا ہے تو سب سے پہلے فرنگی کی خانہ ساز نبوت کے قصرِ قادیاں کو مسمار کر دو اور فرنگی کے اس خود کاشتہ پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو۔ میرے نزدیک مرزائیت اور عیسائیت ہندوستان میں ایک ہی وجودِ نامسعود کے دو نام ہیں۔ انہوں نے نہ صرف ہمارے، ملک وسلطنت کو ہی تاراج نہیں کیا بلکہ مسلمانوں کے دین و ایمان کی متاعِ عزیز آبروئے خدا محمد ﷺ کی ردائے نبوت پر قزاقانہ حملہ کیا ہے۔

یتیم مکہ محمد کہ آبروئے خدا است
کسے کہ خاکِ رہش نیست بر سرش خاک است

جو نام نہاد مسلمان نبوت کے ان ڈاکوؤں سے حسنِ سلوک کے قائل ہیں یا اُن سے رواداری پر عامل ہیں اور انگریز کو اولوالامر بھی جانتے اور مانتے ہیں وہ حرماں نصیب روزِ محشر شفیع امت حضور ﷺ کے سامنے کیا منہ لے کر آئیں گے۔ میں علماء سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ ان سے مناظرہ بازی چھوڑ دیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں تو اس مسئلہ پر مرزائیوں سے مناظرہ کرنے والے کا ایمان بھی نہیں بچتا۔ میں پوچھتا ہوں کبھی کسی عالم نے اپنی والدہ محترمہ کے نکاح پر بھی مناظرہ کیا ہے کہ آیا ان کا نکاح ابا حضور سے ہوا تھا یا نہیں کیا علماء کو صرف یہی ایک علمی شغل ہاتھ آیا ہے اور ان کے علومِ غامضہ کے اظہار کا کیا صرف یہی موقع ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاتمیتِ رسالت و نبوت مرزائیوں کے مقابلہ میں ہم ثابت کریں۔

علماء کرام:

جو میاں[1] ﷺ کا نہیں وہ اس قابل نہیں کہ اسے منہ بھی لگایا جائے۔ آپ حضرات کھل کے بیان کریں کہ نبی کریم ﷺ کے منصب عالیہ پر ڈاکہ ڈالنے والا مسیلمہ کذاب کی طرح آج بھی واجب القتل ہے۔ ارتداد ایک ایسا جرم ہے جس کی معافی اسلام میں کہیں نہیں مرزا اور اس کے ماننے والے دجال و کذاب مرتد واجب القتل اور قطعی جہنمی ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔

''کہ عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنایا اور مرزائیوں نے جہاد کو حرام قرار دے کر انگریز کو اولوالامر مانا۔''

آپ نے فرمایا:۔

''میں علماء کرام سے اپیل کرتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت خوب خوب بیان کریں۔ لیجئے مجھ سے بھی سنئے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

مثلي و مثل الانبياء من قبلي كمثل جل بنٰى بيتًا فاحسنهٗ واجملهٗ الاّ موضع لبنة نجعل النّاس يطوفون به ويعجبون منه ويقولون هلاّ وضعت هٰذه اللبنة قال فانا o

''میری اور مجھ سے پہلے نبیوں کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ایک آدمی کہ اُس نے ایک مکان بنایا اور اس کو تمام حسن و جمال سے آراستہ و پیراستہ کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ! پس لوگ اس کا طواف بھی کرتے ہیں اور اس کی تعمیر پر تعجب بھی کرتے ہیں۔''

اللّبنة و انا خاتم النبيين (بخاری جلد نمبز 1 ص 50)

''کہتے ہیں کہ کیوں نہ یہ اینٹ بھی رکھ دی گئی آپ نے فرمایا پس میں ہوں وہ

1۔ شاہ جی محبت میں حضور ﷺ کو ''میاں'' کے نام سے پکارا کرتے تھے۔

اینٹ اور میں ہوں نبیوں کا ختم کرنے والا۔“

آپ نے فرمایا:۔

خُتِمَ بِیَ النبیون والرّسل o

”مجھ پر نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم کیا گیا۔“

حضور نے فرمایا:۔

وَانّہٗ سَیَکُوْنُ فِی اُمَّتِی ثَلاثُوْنَ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیُّ اللّٰہِ وَاَنَا خَاتَمُ النبیین لاَ نَبِیَّ بَعْدِیْ o (ترمذی ج 2ص 112)

”اور یہ پکی بات ہے کہ میری امت میں تیس دجال وکذاب ہوں گے جو خود کو اللہ کا نبی بتائیں گے اور حقیقت یہ ہے میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔“

ارشادِ گرامی ہے:۔

کَانَتْ بَنُو اِسْرَائِیْلَ تَسُوسُھُمُ الاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ وَاَنَّہٗ لاَ نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُوْنَ قَالُوا مَا تَامُرُنَا قَالَ فُوْبَیْعَتُہُ الاَوَّلِ فَالاَوَّلُ o (بخاری جلد نمبر 1ص 410)

”بنی اسرائیل کی سیاست تو ان کے انبیاء کیا کرتے تھے کہ جیسے ہی ایک نبی پر موت آئی دوسرے نبی نے اُس کی جگہ لے لی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا البتہ خلفاء ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا ہمیں کیا حکم ہے؟ ہم کیا کریں؟ فرمایا ہر خلیفہ کی علی الترتیب بیعت کرو اور وفا کرو“۔

فُضِّلْتُ عَلَی الاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الکَلِمِ وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُحِلَّتْ لِیَ الغَنَائِمُ وَجُعِلَتْ لِیَ الاَرْضُ مَسْجِداً وَطَھُوراً وَاُرْسِلْتُ اِلَی الخَلْقِ کَافَّۃً وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ o

(مسلم جلد نمبر 1 ص 990)

”مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں کے سبب سے فضیلت ہے۔ مجھے جامع کلماتِ طیبات عطا ہوئے، میں مدد دیا گیا ہوں رعب کے ساتھ، اللہ نے مجھے ظاہری دبدبہ عطا فرمایا) مالِ غنیمت میری شریعت میں حلال کیا گیا، اور ساری روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ بنائی گئی، اور ذریعۂ طہارت بنائی گئی۔ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور انبیاء و رُسل کا سلسلہ میرے ساتھ ہی ختم ہوگیا۔“

اَنَا آخِرُ الاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُم آخِرُ الاُمَمِ o

”میں نبیوں میں سے آخری نبی ہوں اور تم امتوں میں سے آخری امت ہو۔“

جو ذات جس منصب و مقام جلیل کے لئے منتخب کی گئی یہ اسی ذاتِ ستودہ صفات کے اپنے ہی مقام و منصبِ جلیل سے متعلق ارشاداتِ عالیہ ہیں۔ اتنی پاکیزہ واضح، روشن و تابناک حقیقت کے آشکارا ہوجانے کے بعد بھی جو بے بصیرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہ کرے اور جو کور ذوق حضور کی خاتمیتِ نبوت کے منصبِ جلیل سے ورے ورے چھوٹی چھوٹی ظلی و بروزی نبوتوں کا قائل ہو اس کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

” خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَعَلٰی سَمْعِھِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِھِم “(البقرہ:٦)

ان کی کج فہمی و کج بینی و سماع لغو کی وجہ سے اللہ نے اُن کے دلوں پر مہریں لگادی ہیں کہ حق اب اترنے نہ پائے اور سماعت پر بندش کردی کہ حق نیوش نہ ہو، آنکھوں پر پٹی باندھ دی تاکہ " لاَ یُطِیْقُوْنَ رُؤیَۃَ الحَقِ "حق دیکھنے کی سکت ہی باقی نہ رہے۔ اب اللہ نے اُن سے برائی کا ارادہ کرلیا ہے۔

وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْءً فَلاَ مَرَدَّ لَہٗ o (الرعد :11)

ستم دیکھئے یہ لوگ کس قدر بے بصیرت ہیں، کتنے نا عاقبت اندیش ہیں کہ لباس نبوت کس کے بدن پر مزین کرنے کی سعی میں مصروف ہیں جسے گڑ اور کلوخ میں تمیز نہیں اور جسے جوتا پہننے کا سلیقہ نہیں دایاں بائیں میں اور بایاں دائیں میں۔ گڑ سے استنجا کیا جارہا ہے اور مٹی کھائی جارہی ہے۔

مخبوط الحواس

دیکھا؟ میاں صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر ہاتھ ڈالا تو خداء غیور نے مخبوط الحواس بنا دیا، اور عقل سلب کرلی۔ یہ عقل کے مسلوب ہونے کی علامت ہے کہ مرزا ملکہ کو یوں خط لکھتا ہے جیسے ایک غلام آقا کو خطاب کرتا ہے، کہتا ہے

''میں اور میرا خاندان سلطنت انگلشیہ کے دیرینہ خادم ہیں۔ نیز اے ملکہ معظمہ اوام اللّٰہ بقا نہا نوہ خلداللہ ملکھا ۔ تو زمین کا نور اور میں آسمان کا نور۔ پس تجھ زمین کے نور نے مجھ آسمان کے نور کو اپنی طرف کھینچ لیا اور میرے پاس جو کچھ ہے تیرے ہی وجود کی برکت سے ہے۔'' (1)

مرزا کو صحیح العقل انسان ثابت کر کے دکھلاؤ

مرزا جی کے اس خطاب میں ''یہ تیرے ہی وجود کی برکت'' بہت ہی قابل غور ہے۔ یہ ملکہ جس کے بحری جہاز کا کپتان لکھتا ہے کہ ملکہ معظمہ کے تین سو آشنا تھے۔ یہ تو زمین کا نور ٹھہریں اور اس چھنال نے مرزا کو جو خیر سے آسمانی نور ہیں۔ کو اپنی کشش ثقل کے ساتھ دائرہ زمین پر اتار لیا۔ جاؤ اس کے جانشین موسیو بشیر الدین سے کہو فیصلہ آج ہی ہو جاتا ہے۔ تم اپنے باپ کی خانہ ساز نبوت لے کر آؤ میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا علم لہراتا ہوا آؤں گا۔ میں اپنے نانا کی سنت کے مطابق جو کے ستو کھا کر آؤں تم حریر و پرنیاں پہن کر آؤ میں موٹا جھوٹا پہن کر آؤں۔

ہمیں میداں، ہمیں چوگاں، ہمیں گو

آؤ تم اپنے باپ کو ایک صحیح العقل انسان تو ثابت کر دکھاؤ۔ مناظرہ میرا تمہارا اس بات پر ہے اور یہ فیصلہ کن مناظرہ ہوگا۔ میں ملت اسلامیہ کا نمائندہ ہوں۔ تم میدان میں اترو۔ لکھنؤ، دلی یا تمہارے ابا کے مرقد قادیان میں کہیں بھی جہاں تم چاہو

---

(1) ستارۂ قیصرہ۔ مرزا قادیانی کا خط ملکہ فاحشہ وکٹوریہ کے نام

بس تجربہ کردیم دریں دیرِ مکافات
باذُردکشاں ہر کہ در اُفتاد، بر اُفتاد

(حافظ شیرازی)

نبوت کے ڈاکوؤں میں بخاری کے مقابلہ میں آنے کی ہمت کہاں

نبوت کے ڈاکوؤ تم میں اتنی ہمت کہاں کہ تم بخاری کے مقابلہ میں آؤ۔ ہمارے مقابلہ میں جو بھی آیا ہم نے اسے پچھاڑا ہے۔ تم انگریز کے ذلہ خوار ہو اور میں ابن حیدر کرارؓ۔ حیدرؓ نے یہودیت کے مرکز خیبر کو اکھاڑا اور میں مرزائیت کے مرکز تمہارے قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا۔



تحریک شہید گنج میں موقف

پریڈ گراؤنڈ کانپور

23/ اگست 1935ء

آپ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد قرآنِ حکیم کی یہ آیت تلاوت کی۔

يَـا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ○ (الحجرات: 5)

''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی بے حکم خبر لے کر آئے تو چھان پھٹک کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم پر نادانی سے جا پڑو پھر کل کو اپنے کیے پر پچھتانے لگو۔''

خبر، افواہ اور پروپیگنڈہ کے لئے کسوٹی

آپ نے فرمایا۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خبر، افواہ، پروپیگنڈہ کے صحیح اور غلط ہونے کی ایک کسوٹی بیان فرمائی ہے کہ اگر کوئی فاسق، آوارہ خرام، بازاری آدمی خبر اڑائے، افواہ گرم کرے، یہودیوں کے اصول پر پروپیگنڈا کرے تو تمہارے ذمہ یہ ہے کہ خبر اڑانے والے اور اس کی خبر کو خوب چھان پھٹک کرو، تحقیق و تفتیش کرلو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم خبر سنتے ہی انگشت زیرِ پا ہو جاؤ اور تم

سے کوئی جوابی انتقامی کاروائی سرزد ہو جائے، جانی و مالی نقصان ہو جائے، کسی کی طرف سے تمہارے دل میں مَیل آجائے، نفرت کی آگ دہکنے لگے، یا تم اسی خبر کی بنیاد پر حسد و بغض جیسی موذی مرض میں مبتلا ہو جاؤ۔ مگر جب بدگمانیوں کا غبار چھٹ جائے اور جھوٹ کا آتش کدہ سرد ہو جائے تو تم منہ چھپاتے پھرو۔ پشیمانی و ندامت تمہیں سر نہ اٹھانے دے، آنکھ نہ ملانے دے۔

آپ نے کہا: میں مسلم لیگ والوں سے پورے ہندوستان میں کہہ رہا ہوں کہ سفید چمڑی والے آقا کے اِشارے پر ناچ ناچ کر انگلی کے اشاروں سے ہمیں مسئلہ شہید گنج میں مطعون کرنا چھوڑ دو۔ تم نے اور ہم نے یہیں رہنا ہے اور اس کا ٹاٹ ہم نے لپیٹ دینا ہے۔ جس نے تمہیں تحریکِ شہید گنج ہمیں ہمارے جرموں کی فہرست دی ہے پہلے اُس مُخبرِ کاذب کی تفتیش تو کر لو کہ اُن کا حدود اربعہ کیا ہے پھر ہماری نیکی و بدی اور گناہ و ثواب پر بحث کر لینا۔ تم سادہ لوح مسلمانوں کو جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعہ ہمارے خلاف بھڑکاتے ہو، قوم کو ہم سے بدگمان کرنے کی ناپاک کوشش میں مصروف ہو۔

یاد رکھو! زیادہ عرصہ نہ گزرنے پائے گا کہ جب تمہارے سامنے تمہارے جھوٹ کی دبیز تہیں چاک چاک ہوں گی۔ پھر تمہیں اپنی حالتِ زار کا احساس ہوگا۔

فَسَـوفَ تَـرَىٰ إِذَا انْكَشَفَ الغُبَـارُ
أَفَـرَسٌ تَـحْـتَ رِجْلِكَ أَمْ حِـمَـارُ

''غبار چھٹ جانے دو پھر خود ہی دیکھ لو گے کہ تم جس پر سوار ہو وہ گھوڑا ہے یا گدھا اب تو چند کھوٹے سکوں کی ظاہری چمک سے تمہاری آنکھیں چندھیا گئی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ تمہارا ضمیر تمہیں اس نظریاتی بدکاری پر ملامت کرتا ہے۔''

تمہارے آقا (انگریز) کے اقتدار کی خاطر بہت کم ہے

یاد رکھو! انگریز اس ملک میں ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اس ملک میں بہر حال ہمیں کو رہنا ہے۔ اُس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی؟ جب انگریز چلا جائے گا اور ہر قومی و ملکی مسئلہ پر تمہارا

ہمارا آمنا سامنا ہوگا۔ اب تو تم انگریز اور اُس کی "ذریتِ صالحہ" مرزائیوں کی ہم رکابی میں جارحانہ کاروائیوں میں مصروف ہو۔ تمہارے اس اقتدار کے آقا کی عمر بہت کم ہے۔

مرزائی محمد عربی ﷺ کے نمک حرام ہیں۔ ان کی معیت میں ہم پر الزام و دشنام کا کاروبار وہی لوگ کریں گے جو حضور کے نمک حراموں کی فہرست میں اپنا نام لکھوانا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ بڑے بدبخت و نامسعود ہیں جنہوں نے فرنگی کے اشارے اور فرنگی کے خود کاشتہ پودے مرزائیوں کے سہارے احرار کے خلاف یہ ناپاک مہم شروع کر رکھی ہے۔ وہ گھڑی یقیناً حد درجہ مکروہ اور ملک و ملت کے لئے نہایت نامبارک تھی جب فرنگی کے مکر و تزویر کے جال میں چند سکہ بند سرکاری مسلمانوں نے گرفتار ہو کر ہمارے خلاف یہ سازش تیار کی۔ حیرانی کی بات ہے کہ وہ قدیم ترین مسجد جو سکھوں کے عہد میں بھی مسجد ہی تھی اور سکھوں کے بعد فرنگی اقتدار میں بھی سو سال تک مسجد تھی۔ یہ اچانک سکھوں کو اس گوردوارے کا الہام کیسے ہو گیا؟ یہ تمام مفتنہ انگریز کے نہاں خانہ دماغ میں پلنے والی سازش کا نتیجہ ہے۔

جو ملک میں ہمارے بڑھتے ہوئے وقار سے حسد و بغض کی آتش رقابت میں جلنے والوں کے ہاتھوں انجام پائی۔ وہ مائیں سر پیٹ کے رہ گئیں جنہوں نے ایسے سورما جنے۔ پندرہ برس کی مسلسل محنت، قربانی و ایثار کے بعد جب احرار مسلمانوں کی سب سے مضبوط اور منظم جماعت بن گئی۔ اس کی خدمت اور بہادری ضرب المثل بن گئی اور ہندوستان کے طول و عرض میں ہمالیہ کی سر بہ فلک چوٹیوں سے لے کر برما کی سرحدوں تک اس کے پھریرے لہرانے لگے۔ عین اس وقت انگریز اپنے درباریوں سمیت تمام ابلیسی قوتوں کو کمزور کرنے کے لئے آمادۂ پیکار ہوا۔ مرزائی اور درباری فرنگی کے ساز کی آواز بن گئے۔

مسئلہ شہید گنج میں مسلمانوں کی محبت اور تحریکِ شہید گنج میں شہید ہونے والوں کی مظلومیت کا راگ الاپنے والوں سے ایک ہی سوال ہے کہ انجمن تحفظِ شہید گنج کے سربراہ جناب ظفر علی خان صاحب کی گرفتاری کے بعد باقیاتِ اسارت نے بیسیوں دفعہ سول نافرمانی نہ کرنے کا وعدہ کر کے کس کے اشارے پر سول نافرمانی کی؟ کیا یہ لوگ سول نافرمانی کے "شہدا صلحا" کی فہرست بتا سکتے ہیں؟

احرار کا نصب العین امتِ مسلم کی خدمت ہے

مسجد شہید گنج کے مسئلہ کو برے طریقہ سے الجھا کے مسلمانوں کے سامنے پیش کیا گیا کہ پوری قوم مشتعل ہو گئی۔ جماعت کے لئے یہ انتہائی نازک مرحلہ تھا۔ اگر احرار کی سرگرمیوں اور جاں سپاری کا محور، سستی شہرت، وقتی عزت اور استحصالی جذبہ ہوتا تو یقیناً اس وباء سے بچ نکلنے اور گلو خاصی کرانے کے لئے آسان حربہ اکناف قوم کی ہاں میں ہاں ملانا تھا۔ ہم بھی زندہ باد کے فلک بوس نعروں سے حظ اندوز ہو سکتے تھے۔ محض الیکشنی سیاست کے لئے اس ہنگامے میں ایک خاص ڈھب سے شریک ہو کر فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ مگر چوں کہ احرار کا نصب العین صحابہ کی پیروی میں صرف اور صرف حق پژوہی اور امتِ مسلمہ کی صحیح خدمت ہے۔ اس لئے مدح و قدح سے بے نیاز ہو کر جس بات کو ہم نے ملتِ مسلمہ و محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لئے بہتر سمجھا وہ بات کہی اور اس موقف پر ڈٹ گئے۔ لیکن افسوس ہے تحفظ شہید گنج کمیٹی پر کہ اس کے ارباب بست و کشاد نے ہماری ایک نہ سنی اور سول نافرمانی کی راہ اختیار کی۔ جس کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا۔ بیسیوں بہادر، بے باک اور جرأت مند ملت کے سپوتوں نے کعبہ کی بیٹی کی دہلیز کو اپنے پُر تر خون سے غسل دے دیا اور لاشوں پہ لاشے گرتے گئے مگر اُن میں سے کوئی ایک بھی اپنی جگہ سے ہلنے کے لئے تیار نہ تھا۔ آسمان بھی اُن کی ثابت قدمی اور بہادری دیکھ کر پکار اُٹھا۔

فَبَشِّرْهُمْ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ○ (یٰسین: 10)

"بشارت ہو اُن کو بخشش کی اور کریمانہ اجر کی"۔

مسلمانوں کے مقدس خون سے ہولی کھیلنے والے نامرادانِ سیاست

انگریزی ذہن کی سازش بار آور ہوئی۔ ہم اس سرکاری سول نافرمانی میں شریک نہ ہوئے۔ مگر سول نافرمانی ہوئی۔ مسلمانوں نے دینی غیرت سے سرشار ہو کر ایثار و قربانی کا نمونہ پیش کیا اور مالکِ حقیقی کے حضور سرخرو ہو گئے۔ لیکن جس مقصد کے لئے انسانی خون کی اتنی

ارزانی اور ملتِ اسلامیہ کی عظیم قربانی ادا کی گئی وہ پورا نہ ہوسکا۔ انگریز نے پاگل قوم سکھوں سے مسجد شہید کرادی۔ اس پر گوردوارہ تعمیر ہوا۔ اے کاش! ہماری بات مان لی جاتی، گفتگو اور مذاکرات کے ذریعہ افہام وتفہیم سے یہ مسئلہ حل کیا جاتا اور یہ سرفروشی اور ایثار و قربانی کا جذبہ قائم رکھ کے راہِ راست پر چلا جاتا تو آج نتیجہ ہمارے حق میں ہوتا۔ پھر ہم پر یہ الزام تراشا جاتا ہے کہ ہم نے شہدائے شہید گنج کو حرام موت مرنے والا کہا ہے اس کا جواب تو میں بعد میں دوں گا پہلے میں مسلمانوں کے مقدس خون سے ہولی کھیلنے والے نامرادانِ سیاست سے کہتا ہوں کہ تمہارا حشر وہی ہوگا جو سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کے قاتلوں اور قتل کی سازش کرنے والوں کا ہوا تھا۔ شہدائے شہید گنج کا خدائے عزیز ذُوانتقام تمہیں جُذامی و کوڑھی کر کے مارے گا۔ باقی رہا شہدائے شہید گنج کا مسئلہ تو وہ اپنا فیصلہ اپنے بہنے والے خون سے لکھ گئے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ o

(توبہ:۱۱۱)

’’اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے اُن کی جان اور اُن کا مال اس مول پر کہ اُن کے لئے بہشت ہے۔‘‘

اُن کا عزم راسخ، اُن کی ثابت قدمی، اُن کی قربانی اور اُن کی شہادت یہ وہ نور ہے جس کی تابندگی تا حشر قائم رہے گی۔

آپ نے فرمایا:۔

’’یادش بخیر موسیو ظفر اللہ اور اسی وضع وقماش کے لوگ سر فضلِ حسین فیروز خان نون۔ انگریز کے درباریوں نے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت مجلس احرار اسلام کو بدنام کرنے اور اس کی عظمت ووقار کو ٹھیس پہنچانے میں تو کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اگر انہیں شہدائے شہید گنج سے رتی برابر بھی محبت و دلچسپی ہوتی تو انہیں ایک غیرت مند قومی فرزند کی حیثیت سے اپنی کرسیوں اور وزارتوں پر ٹھوکر ماردینی چاہئے تھی۔ لیکن دیکھئے ان کی حرص وآز اور اقتدار پرستی کہ یہ اپنی

کرسیِ اقتدار سے یوں چمٹے ہوئے ہیں جیسے بندریا کے پیٹ سے بچہ بوزنا‘‘ ۔

بوزنا کو رقص پر کب بات کی میں داد دوں
ہاں یہ جائز ہے مداری کو مبارک باد دوں
(اکبر)

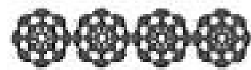
میں برطانیہ اور اس کی خانہ ساز نبوت کو مٹانے کے لئے پیدا ہوا

اور یہ ظفر اللہ قادیان کی بدیشی نبوت کا سدیشی بچہ اپنے آقا غلام احمد قادیانی کی ریت کے مطابق انگریز کی چوکھٹ پر جبہہ سائی جزوِ ایمان سمجھتا ہے یہ کان کھول کر سن لے کہ میں اِسے اور اِس کے خداوندِ برطانیہ کی خانہ ساز نبوت کو حرفِ غلط کی طرح مٹانے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں ۔

ہلّہ دُزدانِ جفا پیشہ کہ من می آیم

ہمارا نصیب العین حضور ﷺ کی اطاعت اور مخلوق کی خدمت ہے

آخر میں مَیں مسلمانانِ کانپور کو حیاتِ اجتماعی کی ترغیب دیتا ہوں کیونکہ مسلمان ہر حالت میں اجتماعی زندگی قائم کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور مخلوقِ خدا کی خدمت ہمارا نصب العین ہے۔ آپ مجلس احرار میں شریک ہوں اور اجتماعی زندگی کے لئے کام کریں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔



مدحِ صحابہؓ

چوک پارک۔ لکھنؤ

27/اگست 1935ء

خطبۂ مسنونہ کے بعد آپ نے یہ تلاوت فرمائی۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۝ (الممتحنہ : 1)

"اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو تم دوست مت بناؤ۔ تم اُن کو دوستی کا پیغام بھیجتے ہو اور وہ سرے سے منکر ہیں اُس کے جو آیا تمہارے پاس سچا دین۔"

آپ نے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:۔

ابھی چند ماہ ادھر کی بات ہے کہ ہندوستان کی فرنگی سیاست کی بساط کے مہروں نے شہید گنج کا فتنہ اُٹھایا، اور اپنی اغراض کی تکمیل کے لئے، اپنے اقتدار کے لئے مسلمانوں کے مقدس خون سے ہولی کھیلی اور انہیں اپنی سیاسی ہوس کے مرگھٹ پر قربان کر دیا۔

مکہ میں جب حضرت محمد ﷺ نے فکری انقلاب برپا کرنے کی مہم کا آغاز فرمایا تو کفار و مشرکینِ مکہ نے پہلے تو شاعر و مجنون کہا اور جب اس عالم گیر تحریک کے اثرات کو بتدریج

پھیلتے دیکھا تو جادوگر اور پاگل کہا۔ پھر جب قائدِ انقلاب سیدنا و مولانا نبی اُمّی محمد مصطفیٰ ﷺ کی تحریک کو خواص و عوام کے قلوب نے قبول کرنا شروع کیا تو مکہ کے سیاسی شاطروں کو اپنی کرسیاں کھسکتی دکھائی دینے لگیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ پر مکہ میں عرصۂ حیات تنگ کر دیا۔

بلاتشبیہہ یہی عالم کچھ ہمارا بھی ہے کہ جب ہم نے کام کا آغاز کیا تو لوگوں نے عجیب نظروں سے ہمارا استقبال کیا اور جب ہم لوگوں نے ہندوستان کے سیاسی گرگٹوں کی نقاب کشائی کی اور فرنگی کی خفیہ ننگی چالوں کا پردہ چاک کیا اور فرنگی کی پیدا کردہ نبوتِ کاذبہ کے پیرو مرزا غلام قادیانی کی ظلّی و بروزی نبوت کا طلسم توڑا اور انگریز کے اِس "خود کاشتہ" پودے کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کی مہم کا آغاز کیا تو فرنگی کو اپنے اقتدار کا چاند گہنایا ہوا نظر آیا۔ فوراً اُس نے شہید گنج کا مسئلہ عوام الناس میں کچھ اس فتنہ پرورانہ انداز میں پیش کیا کہ اگر احرار اس میں شریک ہوتے تو نہ بچتے اور اگر احرار اس میں شریک نہ ہوں تو زمانہ بھر کی زبانیں طعن و تشنیع کے شُعلے احرار کے خلاف زہر اُگلنا شروع کر دیں گی۔ نتیجۃً احرار کا روز افزوں وقار رُو بہ زوال ہو جائے گا اور فرنگی کے اقتدار کا سُورج چمکتا رہے گا۔ الحمدللہ کہ دشمنِ دین و دنیا اپنے اِس مکروہ حیلہ میں سو فیصد کامیاب نہ ہوا بلکہ اُس کو اپنے مکر کی وجہ سے بعض نامرادیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

لکھنؤ میں روافض کو اقتدار کا لالچ دے کر قدحِ صحابہ کرائی گئی

ہنوز مسلمانوں کے دِل اِس زخم تازہ کی کسک محسوس کر رہے تھے کہ اِس سمندر پار سے آئے ہوئے شاطر نے آپ کے شہر لکھنؤ میں مسلکِ اہل سنت والجماعت کی دل آزاری کے لئے لکھنؤ کے زوال دیدہ روافض کو پھر اقتدار سے مزین ہونے کی طمع دِلا کر صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم اور ذوالنورین کی قدح کا فریضہ سپرد کیا جو انہوں نے بلا تامل ادا کرنا شروع کر دیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون ط

اے کاش!

لکھنؤی شیعہ کے اربابِ بست و کشاد قرآن سے بے رُخی نہ کرتے اور اس سے تعلق رکھتے تو یہ قرآنِ ناطق بالحق اُن پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں کرتا، بیان کرتا۔ (لے کے ساتھ)

لاَ تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ o

"اے ایمان والو! اگر تم میں ایمان برابر بھی ہے تو میرے اور اپنے اعداء کو احبّاء نہ سمجھو۔"

تم اُن کو دوستی کا یقین دلاتے ہو اور وہ تمہاری جان کے لیوا ہیں۔ حیرانی تو اس بات کی ہے کہ فرنگی محل کی کوئی آنکھ بھی اس آیت کو نہ پڑھ سکی اور کوئی دماغ نہ سوچ سکا۔ کسی دل پر نہ وارد ہوا کہ انگریز بہر نوع دینِ مصطفیٰ کا دشمن ازلی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے علی کو عائشہ سے لڑوا دیا۔ ہم بچ نکلنے کی کوشش کریں۔ میں نے لکھنؤ کے دو چھیڑوں "حق اور حقیقت" ❶ کا مطالعہ کیا۔ انہوں نے بہت سی بے سروپا باتیں مجھ سے منسوب کی ہیں۔ میں آپ ہی لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا اس سے پہلی تقریر میں مَیں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ ہندوؤں اور سکھوں کے اخبارات کا مطالعہ کیا کریں؟ میں نے تو یہ کہا تھا کہ دونوں اخبار انگریز کے حلیف اور اس کی وساست کے پرچارک ہیں۔ اخبار قومی سرمایہ سے چلتا ہے اخبار قوم کے جذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ مگر یہ اخبار فرنگی محسوسات کا آئینہ دار ہے۔ اس سے محاسبہ و مقاطعہ کرو۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں بلکہ اس سے دو قدم اور آگے کہتا ہوں کہ یہ دونوں اخبار اپنے آقایانِ ولی نعمت فرنگی کی پیدا کردہ قادیانی نبوت کے ترجمان اور مرزائی نواز ہیں۔ سرمایہ قوم کا کھاتے ہیں اور خدمت انگریز و مرزائیوں کی کرتے ہیں۔

ہماری بلی اور ہمیں ہی میاؤں

مدح صحابہؓ کے لئے قربانی

میں لکھنؤ کے عوام و خواص سے مطالبہ کرتا ہوں کہ ان اخباروں کو قوم فروشی سے روکیں اور میں تو آج لکھنؤ والوں کو بیدار کرنے آیا ہوں۔ صرف اخبارات کے سلسلہ میں نہیں بلکہ مدح صحابہ کے سلسلہ میں اور اتنا بیدار کروں گا کہ جیسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دامن کو پکڑ کر ایک بدو یہ سوال کرتا ہے کہ یا امیر المومنین آپ نے اپنا قمیص اتنا طویل و عریض کیسے

❶ دو شیعہ اخبار

سلوا لیا؟ جب کہ دیگر افراد کے قمیص تنگ ہیں! آپ بھی اِس سامراجی حکومت سے اپنے غصب شدہ حقوق کی بازیابی کا مطالبہ کریں اور یہ مطالبہ صرف سی آئی ڈی کی رپورٹ پیش ہونے اور میری تقریر سے ہی حل نہ ہوگا بلکہ جس طرح سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کی جھوٹی نبوت کا خاتمہ کرنے کے لئے، ناموسِ پیمبر کی حفاظت کے لئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیتِ نبوت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لئے بارہ ہزار نفوس کی قربانی دی۔ جن میں سے آٹھ سو حفاظِ قرآن صحابہؓ کرام بھی تھے۔ آج بھی بالکل اُسی ولولہ، اُسی جوش، اُسی ہمت اور اُسی عزمِ صدیقی کے ساتھ صدیق اکبر کی صداقت، فاروقِ اعظم کی عدالت اور ذوالنورین کی حیاء و عظمتِ شہادت بیان کرنے کے لئے آپ کو بھی مدحِ صحابہ کرتے ہوئے قربان ہونا ہے۔ میں اس کی خاطر پورے ہندوستان کو لکھنؤ میں جمع کردوں گا اور کالے قانون کو منسوخ کرا کے رہوں گا۔ اس کو پامال کروں گا اور اگر حکومت نے کسی نوع سے اِس منحوس و غیر شریفانہ قانون کو نہ بدلا تو پھر بخاری سول نافرمانی کرے گا اور آپ سب کے ساتھ سب سے آگے آگے عمر بن خطاب کی مدحت و تعریف میں رطب اللّسان ہوتے ہوئے اپنی جان دے دے گا۔ میرا روئے سخن اس سلسلہ میں براہِ راست حکومت سے ہے۔ شاید کل کو کوئی کچھ اور ہی سمجھے۔

سن کے افسانہ بے مہریٔ گل کہتے ہیں
اس سے در پردہ نکلتی ہے شکایت میری

مدح صحابہؓ پر پابندی مداخلت فی الدین

ہاں! میں اِن "سروں" اور "خان بہادروں" کی جماعت مسلم لیگ سے پوچھتا ہوں کہ تم کہاں سو رہے ہو؟ تم خود کو مسلمانوں کی نمائندہ جماعت کہتے ہو ذرا حق نمائندگی تو ادا کیا ہوتا؟ میں پوچھتا ہوں لیگ اور مسلم کانفرنس سے کہ لکھنؤ میں یہ قانون موجود ہو جس کی رُو سے منقبتِ صحابہؓ کرام ایک جرم ہے اور شاہراہِ عام پر ابوبکر، عمر، عثمان رضوان اللہ علیہم کا نام لینا قابل مواخذہ ہے اور جس کی سزا دو سال۔ تم مر نہ گئے؟ قربان نہ ہوگئے عظمت صحابہ کی اس بکی پر؟ غضب خدا کا تم پر کہ اس کے باوجود بھی مسلم آبادی کی نمائندگی کا دعویٰ ہے۔ ہائے۔!

گرامی نے کیا خوب کہا ہے۔ (لے کے ساتھ)

تمہید وفا سنجاں خاریست تہہ پائے
امید ہوس کوشاں گل برسرد ستارے
از وعظ و علم برکش از رازچہ می لافی
وعظ است سر منبر راز است سر دارے

کس برتے پر یہ دعویٰ ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی لیگ اور مسلم کانفرنس کے پلے بندھ گئی ہے۔ ہندوستان کی انگریزی حکومت نے اس قانون کو نافذ کر کے مداخلت فی الدین کا ارتکاب کیا ہے۔ لکھنؤ کے اسی ہزار اہل سنت والجماعت میں سے کتنے ہزار کی نمائندگی کا فرض آپ نے ادا کیا ہے۔؟

لکھنؤ والو!

میں تمہارے ساتھ ہوں، میری جماعت تمہارے ساتھ ہے۔ میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ احرار سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو آپ کی امداد کے لئے تیار کریں گے۔

اٹھو! ہمت سے یہ قانون حکومت سے بدلواؤ اور حکومت سے مطالبہ کرو (ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور) کہ اعلان تو حکومت نے یہ کیا ہے کہ ہر مذہبی طبقہ کو اپنی مذہبی رسومات ادا کرنے کی اجازت ہے مگر کردار یہ کہ لکھنؤ میں اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی تعریف جرم؟

میں کہتا ہوں گالی بکنا تو تمام مذاہب میں جرم ہے لیکن تعریف کرنا کیونکر جرم ہے؟ اسی لکھنؤ میں اصحابِ ثلاثہ پر تبرّی جیسا گھناؤنا عمل ہوتا ہے مگر حکومت کے اندھے، بہرے قانون کی نہ آنکھ دیکھتی ہے نہ کان سنتے ہیں اور نہ ہی یہ گونگا قانون اُن کے خلاف محاسبہ کی زبان کھولتا ہے۔ حکومت کا یہ قانون شراب نوشی اور قمار بازی کے اڈے کھولتا ہے۔ عصمت فروشی کے لائسنس دیتا ہے۔ حکومت ذرا اپنی پوزیشن پر غور کرے اور یہی خطاب میرا لیگ اور مسلم کانفرنس کو بھی ہے کہ وہ بھی اپنی پوزیشن پر غور کریں کہ کہیں وہ بھی فرنگی کی مصلحتوں اور پالیسیوں کا نتیجہ تو

نہیں ہیں اور مسلمانوں کے دینی معاملات سے یہ تغافل فرنگی عشوہ و ادا کا کرشمہ تو نہیں؟ میں لکھنؤ کے اہل سنت والجماعت سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ مجلس احرار اسلام میں شرکت کریں۔

احرار ہی ملک کی ایثار پیشہ اور منظم جماعت ہے جو دینی، قومی اور ملکی معاملات میں ہراول دستہ کا کردار ادا کر رہی ہے۔ نوجوانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ مجلس احرار اسلام کی علمی، مالی اور عملی طور پر اعانت کریں۔ آپ کے لکھنؤ میں مجلس احرار کا شعبہ تبلیغ قائم ہو چکا ہے۔ ہمارے پاس آئیں اور صحابہ کی عظمت و ناموس سے آشنا ہوں اور سرگرم عمل ہوں۔

خدا آپ کا حامی و ناصر ہو۔



مسجد گنج شہید کی تحریک میں قوم کی طرف سے صلہ

9 ستمبر 1935ء

گوجرانوالہ

خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے قرآنِ پاک کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ ○ (الحجرات 12)

”اے ایمان والو بچو ڈھیر گمان (کرنے) سے بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور مت سراغ لگایا کرو اور مت غیبت کیا کرو ایک دوسرے کی کیا تم میں سے کوئی بھی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے یہ تمہیں ناگوار ہے“۔

دنیا کا سارا نظام اعتماد پر چل رہا ہے

بیس سال کی قومی خدمات کے بعد آج مجھے اپنی قوم نے صلہ دیا بھی تو یہ کہ سکھوں

نے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ایمان خرید لیا ہے۔ یہ بات اور یہ الزام، قوم کا یا قوم کے ایک حصہ اور اس کے لیڈر کا یہ فیصلہ، یہ تمام باتیں بداعتمادی کا نتیجہ ہیں۔ اور بات ساری اعتماد کی ہے۔ پوری دنیا کے نظام کا دارومدار اعتماد پر ہی ہے۔ اور اگر اعتماد پیدا نہ ہو سکے تو خاوند گھروں کو چھوڑ بھاگیں، مقتدی امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور ہم تو سب حنفی المسلک ہیں۔ سرّی نمازوں میں تو ساری بات اِسی اعتماد پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر امام پر اعتماد نہ ہوتا تو فاتحہ خلفِ الامام کے قائل ہو جاتے۔ غرض دنیا کا کام اعتماد کے بغیر چل ہی نہیں سکتا۔ جو آیتِ کریمہ میں نے تلاوت کی ہے اُس کا مفہوم بھی یہی کچھ ہے۔

خدا کے ماننے والو!

بدظنی، بدگمانی اور بداعتمادی سے بچو۔ کیونکہ بعض گمان سراسر گناہ اور معصیت ہوتے ہیں۔ اور نہ کسی کے ایسے کام کی جستجو کرو جو اُس کی ذات سے تعلق رکھتا ہو اور اُس نے علیحدگی میں کیا ہو، اور نہ لوگوں کے سامنے اُس کا ذکر کر کے کسی کی بے آبروئی کرو اور باہم ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی شخص یہ بات پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچے۔ پس تم اِس بات کو ناپسند کرو گے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاءٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ○ (الحجرات: 6)

”اے ایمان والو! اگر آئے تمہارے پاس کوئی عامی خبر لے کر تو تحقیق کر لو۔ کہیں جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو اپنے کیے پر پچھتانے لگو“۔

اگر کوئی بازاری آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تم اُسے خوب پرکھ لو ایسا نہ ہو کہ تم اپنی نادانی و بے بضاعتی کی وجہ سے کسی بے قصور کو اذیت پہنچا بیٹھو تو تمہیں پشیمانی و ندامت کا منہ دیکھنا پڑے۔ جن لوگوں نے مجلس احرار، اُس کے زعماء، عہدیداران یا ارکان کے خلاف جو الزامات عائد کیے ہیں، جو تہمتیں لگائی ہیں اور جو فردِ جرم ہم پر عائد کی گئی ہے کیا کسی بشر نے، کسی متنفس نے ہم سے تحقیق کی؟ ہمارے بیان سن لئے تھے؟ کیا مجلس سے جواب طلبی

کی تھی؟ کیا ہمیں صفائی کا موقع دیا گیا؟ خوب پرکھ لو کہیں یہ یک طرفہ فیصلہ تو نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جب درمیان سے حجاب ہٹ جائے گا۔ جب غبار چھٹ جائے گا تو پھر تمہارا روئے الزام ودشنام آقایانِ ولی نعمت کی طرف ہوگا۔ اللہ کے بندو! چور اور ڈاکو سے بھی بیان لیا جاتا ہے۔ اُس کے جرم کی حقیقت کے بارے میں چھان پھٹک کی جاتی ہے۔ اور اُسے اپنے اوپر لگائے گئے الزام کی صفائی دینے کا پورا پورا موقع دیا جاتا ہے۔ کہ کم از کم ہم سے پوچھ تو لیا ہوتا؟

غیروں سے کہا تم نے، غیروں سے سُنا تم نے
کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سُنا ہوتا

لیجئے! اب میں آپ کو اصل بات سے آگاہ کرتا ہوں اور حقیقت کے چہرے سے نقاب الٹتا ہوں تاکہ حقیقت شناسی اور سچی آگہی سے آپ کو اصل مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو اور ظلم و جور، کذب و افتراء کا طلسم ٹوٹے، الزامات کا جو طومار اور خرافات کا جو ڈھیر مجلس کے ذمہ لگا کر مجلس کے دامنِ بیضا کو داغدار کرنے کی جو مذموم کوشش کی ہے وہ داغ دھل سکے۔

مسئلہ یہ ہے کہ جو جگہ بنام مسجد کسی بھی وقت کسی بھی صورت میں مختص کردی جائے اور عبادت کے لئے ممتاز کردی جائے وہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش معلیٰ تک مسجد ہے۔ بین السماء والارض بھی مسجد ہے یہ تو ہے شریعت محمدیہ، حنفیہ، بیضاء اور غراء کا قول فیصل اور کتابِ محکم کا فیصلہ۔

مسجد شہید گنج انگریز کے ٹوڈی سکھوں نے گرائی

یہ مسجد شہید گنج مرحوم سکھوں کے راج میں بھی مسجد تھی عہد انگریز میں بھی مسجد ہے، مہنت ہرنام داس کے قبضہ میں بھی مسجد تھی، شہادت کے وقت بھی مسجد تھی، شہادت کے بعد بھی مسجد ہے اور قیامت تک۔ مسجد ہی رہے گی۔ مجلس احرار اسلام، نیلی پوش یا اتحادِ ملت کے مابین یہ متفقہ مسئلہ ہے اس میں ہرگز ہرگز کسی کا اختلاف نہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مسجد سکھوں نے گرائی ہے؟ میری تحقیق، میرا وجدان وشعور اور میرا ایمان ویقین یہ کہتا ہے کہ یہ مسجد انگریز کے کٹھ پتلی منگل سنگھ، کھڑک سنگھ وغیرہ سے فرنگی نے گروائی ہے۔ اِس کی تائید کے لئے میں کہتا

ہوں کہ یہ مسجد کئی برس سے سکھوں کے ناجائز قبضہ میں تھی۔ سکھوں نے اسے پہلے کیوں نہ گرایا۔ اس نازک دور میں جب کہ انگریز کے جبر و استبداد کے خلاف مسلمانوں کی تحریکِ آزادی ایک نازک موڑ پر آ چکی تھی اور احرار اس قافلۂ حریت کے سرخیل کا کردار ادا کر رہے تھے۔ مسجد شہید کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ پھر سکھ لیڈر منگل سنگھ اور کھڑک سنگھ اس تاریخی بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ یہ عبادت گاہ اُس قوم کی ہے۔ جس قوم کے بہادر سپوت اور عظیم رہنما حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سکھوں کے دربار صاحب کی بنیاد رکھی تھی ادھر یہ حال ہے۔ اُدھر ہندو پریس کی بے ایمانی و بددیانتی اور آزادیٔ وطن کے لئے کام کرنے والوں سے غداری ملاحظہ ہو کہ شہید گنج کے ساتھ مسجد شہید گنج نہیں لکھتے بلکہ گوردوارہ شہید گنج لکھتے اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے گوردوارہ پر دھاوا بول دیا۔ ہندو قوم کے لیڈر بھی سب کے سب اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اُن کو بھی سانپ سونگھ گیا ہے۔ کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ کوئی ایک بھی تو نہیں جو بولے۔ سچ ہے۔

الکفر ملة واحده

یہ سارا ناٹک فرنگی، ہندو اور سکھوں کی ملی بھگت سے کھیلا جا رہا ہے۔ ہندو ہمیں یہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ فخرِ ہند حضرت اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے مندر گرا کر مسجدیں تعمیر کرادی تھیں۔ گاؤ ماتا کے پجاریو اب تو تمہیں سکون مل گیا ہوگا؟ تمہارے جی کی آتش انتقام اب تو ٹھنڈی ہوئی؟ اوّل تو عالمگیر مرحوم کا یہ کردار نہیں تھا اور اگر یہ حادثہ کہیں ہوا بھی تھا تو اُس پر مسلمانوں نے کبھی فخر نہیں کیا۔

خالصہ جی!

تم اور یہ مہاشے بغلیں کیوں بجا رہے ہو؟ وہ دور تو زیادہ متمدن دور نہ تھا۔ آج کا دور سائنس، تمدن اور ترقی کا زمانہ ہے۔ وہ زمانہ تعلیمی اعتبار سے اتنا مہذب نہ تھا جتنا آج ہے۔ آج تو شہر شہر کالج وسکول کھل رہے ہیں۔ اِس مہذب دور میں یہ طوفانِ بدتمیزی؟ اور حیرت وتماشا کی بات تو یہ ہے کہ آپ نے یہ کام اپنی قومی سوچ، قومی فیصلے اور قوت وہمت سے کیا ہوتا تب

بھی کوئی بات تھی، عقل کسی کی، گینتیاں کسی کی، خاردار تار کسی کے اور سہارا فرنگی گورے کی بندوق کا۔

خالصہ جی!

آپ کٹھ پتلی بننا چھوڑ دیں اور فرنگی کے جبر و استبداد کا سہارا چھوڑ دیں۔ پھر مسلمانوں کی کسی مسجد کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھیں۔ پھر دیکھیں کس کس کی آنکھ پھوٹتی ہے۔

خالصہ جی!

آپ نے اپنے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگالیا ہے۔ کل آپ کی نسل آپ کے اِس کرتوت پر ہزار ہزار نفرین کہے گی۔ آج کا تقاضا یہ تھا کہ آپ مسلمانوں سے رواداری کا سلوک کرتے۔ اِس ملک میں ہمیں اور آپ کو رہنا ہے، انگریز یہاں کا باسی نہیں۔ آپ مسلمانوں کو اپنا گرویدہ بنا سکتے تھے مگر آپ نے مسلمانوں کی دینی اساس پر کلہاڑا مار دیا اور یوں دو ہم وطن قوموں کے مابین فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی کہ اِس میں سب کچھ جل گیا۔ نفرت کی اتنی وسیع خلیج حائل کر دی ہے۔ اب جس کا پاٹنا کسی کے بس کا روگ نہیں۔

ایک وقت آئے گا کہ سکھ مسلمانوں سے اتحاد و اتفاق کی بھیک مانگیں گے

یاد رکھو!

ایک وقت آئے گا تم مسلمانوں سے اتحاد و اتفاق اور ہمدردی کی بھیک مانگنے نکلو گے مگر شہید گنج کی مسجد تمہارا راستہ روک کر کھڑی ہو جائے گی۔ تمہارا یہ کرتوت ایک طرف ملک میں فرنگی کی غلامی کی جڑیں مضبوط کرنے کا سبب بنا ہے اور دوسری طرف سالمیتِ وطن اور متحدہ ہندوستان کی دو قوموں کے درمیان اتفاق و اتحاد کی راہ میں سنگِ گراں حائل ہونے کا بدترین ذریعہ۔ آج تمہارے ناپاک عمل کی خوشی میں تمہارے گھر کانگریس کے گرو گھنٹالوں کے گھر، فرنگی سامراج کے ظلمت کدہ میں اور فرنگی کی سیاسی ذریتِ بغایہ مرزائیوں کے دارالارتداد میں چراغاں ہے۔ خوب جشن مناؤ! خوب دادِ عیش دو! حتیٰ کہ تم نشۂ کفر وارتداد میں مدہوش اور چور ہو جاؤ۔ پھر خدا کے قہر کا کڑکا سنا جائے گا اور یہی فرنگی تم سب کو پارہ پارہ کر دے گا اور کفر کی ملّتِ واحدہ کا مسلمانوں کے خلاف یہ اتحاد ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور تمہاری خوشیوں کے یہ فلک بوس

محل ماتم کدوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔

مسجد کے حصول کی تین صورتیں

میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتا ہوں! کہ مسجد کے حصول کی تین صورتیں تھیں۔

1:۔ بے عقل قوم سکھوں سے مسلمانوں کا باشعور طبقہ مصالحت کر کے کچھ دے دلا کر اپنی عباداتی جگہ حاصل کر لیتے تو یہ قوم مسجد نہ گراتی۔

2:۔ دوسری صورت اور قانونی طریقہ کار یہ ہے کہ کچہری کا دروازہ کھٹکھٹایا جاتا اور دیوانی کا کیس لڑا جاتا۔

3:۔ تیسری صورت یہ ہے کہ پورے ملک میں سکھوں کے ساتھ مذہبی بنیاد پر لڑائی کا آغاز کر دیا جاتا۔

مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ مسلمانوں کی نام نہاد اسلامی انجمنوں کی خانہ راز کی باتیں مجھے پوری قوم کے سامنے کہنا پڑیں۔ اگر چہ اس میں بھی بدنامی بہرحال مسلمان قوم کی ہے۔

مسجد پر قابض سکھ نے ایک ہزار روپے کے عوض مسجد سرد کرنے کی پیشکش کی

اصل بات یہ ہے کہ جب 1923ء میں ”گوردوارہ ایکٹ“ بن رہا تھا تو اِس مسجد مرحوم کا قابض ”سنت ہرنام داس“ انجمنِ اسلامیہ کے پاس آیا اور اُس کے بزرجمہروں سے کہا کہ اکالی مجھ سے مسجد لے لیں گے آپ پانچ ہزار میں مجھ سے بیع کرالیں۔ لیکن اراکین نے انکار کر دیا۔ اُس نے دوبارہ ایک ہزار تک کی پیش کش بھی کی مگر سب کچھ ہوتے ہوئے بھی یہ لوگ ٹس سے مس نہ ہوئے۔ ادھر اکالیوں کے کان میں بھنک پڑی تو انہوں نے سترہ ہزار روپیہ دے کر یہ مسجد مہنت ہرنام داس سے بیع کرا کے گوردوارہ میں بدل دی۔ پھر انجمن کے ہوش پرّاں ہوئے، عقل ٹھکانے آئی اور کچہریوں کے طواف شروع کئے گئے، وکیل کیا گیا۔ دعویٰ مرتب ہوا، دائر کیا گیا اور پھر خارج کر دیا گیا۔ اب پھر سننے میں آیا ہے کہ ڈاکٹر محمد عالم نے

نوٹس دیا ہے۔

دام ہر موج میں ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گہر ہونے تک

یہ دونوں صورتوں کا حشر ہوا نہ کچہری میں کامیابی ہوئی اور نہ انجمن اسلامیہ نے مصالحت کر کے ہرنام داس سے بیچ لی۔ ع

نے یاس بے چارہ می سازی نہ باما ساختی

تیسری صورت ہے لڑائی کو تو یاد رکھو پورے لاہور کے گلی کوچوں میں گورے ہوں گے اوران کی سنگینوں پر خون کے قطرے ہوں گے۔ مسلمانوں کی لاشیں سڑکوں پر بے گور و کفن پڑی ہوں گی۔ انسانی خون مچھر سے زیادہ ارزاں ہوگا۔ پورے ملک میں ایک تاریکی وظلمت کا دور دورہ ہوگا کہیں گوردوارے گر رہے ہوں گے تو کہیں مسجدیں زمین بوس ہورہی ہوں گی کشت وخون کا ایسا بازار گرم ہوگا کہ ہلاکو اور چنگیز کی داستانیں ہیچ نظر آئیں گی لیکن ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔

ایک حکیم کا جلسہ عام میں سوال

جلسہ میں ایک حکیم صاحب نے سوال کیا کہ آپ کی اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے متعلق جو الزام ہے کہ آپ سکھوں کے ہاتھ فروخت ہو چکے ہیں صحیح ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ سکھوں کے ساتھ لڑائی سے خائف نظر آتے ہیں۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ سکھوں کے ساتھ الجھنے سے ملک میں انارکی پیدا ہوگی اور قتل وخون ریزی ہوگی تو آپ نے کشمیری [1] ایجی ٹیشن کیوں کیا تھا؟

شاہ جیؒ کا جواب

جواب میں آپ نے فرمایا آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ کشمیر کا معاملہ اور یہ معاملہ بالکل کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ کشمیر میں رعایا کا جھگڑا اور مخاصمت مہاراجے سے تھی اور راجہ سے وہ

[1] تحریک آزادیٔ کشمیر 1930ء

چیز مانگی جو راجہ کے قبضہ میں تھی اور سول نافرمانی بھی راجہ اور اس قانون کے خلاف تھی اور ایجی ٹیشن حاکم کے خلاف ہوا کرتی ہے ہمسایوں کے خلاف ایجی ٹیشن یا سول نافرمانی نہیں ہوا کرتی۔

اس کی واضح مثال یہ ہے کہ سکھوں نے ڈسکہ میں مورچہ لگایا اس میں کامیاب نہ ہو سکے کیوں کہ وہاں سول نافرمانی اور ایجی ٹیشن ہمسایہ کے خلاف اور ہمسایہ قوم کے ساتھ تھی۔ شاہ چراغ صاحب کی مسجد گورنمنٹ کے قبضہ میں تھی لیکن میرے ایک ہی بیان سے کہ مسلمانوں کی توجہ اس مسجد کی طرف ہوگئی تو حکومت کو لینے کے دینے پڑ جائیں گے اور حالات کے بگڑنے کا سارا بوجھ حکومت کے نااہل حکمرانوں پر ہوگا۔ دوسرے دن حکومت نے مسلمانوں کو مسجد دینے کا اعلان کر دیا۔

مجلس احرار نے کیا خدمات سرانجام دیں

پھر ایک صاحب نے سوال کیا کہ آپ کی مجلس احرار نے اس سلسلہ میں مسلمانوں اور اسلام کی کیا خدمت انجام دی۔

آپ نے فرمایا کہ جب مسجد گرانے کا معاملہ پہلے شروع ہوا تھا تب مجلس احرار کے اراکین لائل پور میں تھے۔ 1923ء میں جب گوردوارہ ایکٹ بن رہا تھا تو ملک [1] لال خان صاحب اور سید [2] صاحب نے مسجد کے تمام کاغذات دیکھے اور اس کی تمام نوعیتوں سے آگاہ ہوئے اور مفاہمت کی کوشش کی۔ دشمن بھی تاک میں رہتا ہے ادھر یہ کوششیں ہماری تھیں ہندو فرقہ پرست کی مسلم دشمن ذہنیت عروج پر تھی انہوں نے [3] مالوی کو اطلاع کر دی اس نے فوراً بدمست سکھوں کو بلا کر کہا کہ بنارس کا مندر ہمیں دلا دو اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس مسجد کا ہم سے سودا کرلو مسجد ہمیں دے دو ہم جانیں اور مسلمان۔ لیکن یہ کس کی مجال تھی کہ سودا کرے۔

ان کی اس سازش کی بھنک ہم تک بھی پہنچ گئی۔ چنانچہ لائل پور بھی اطلاع فون کر دیا گیا۔ ان لوگوں نے فوراً ورکنگ کمیٹی بنائی۔ اسی اثناء میں رانا فیروز الدین نے کہا کہ

[1] سیاسی ورکر [2] ایڈیٹر روزنامہ سیاست [3] متعصب ہندولیڈر

1923ء میں میں نے آکر تمام کاغذات دیکھے تھے انہوں نے کہا کہ کچہریوں کے فیصلے تمام کے تمام سکھوں کی حمایت کرتے ہیں اور ان کے حق میں ہوئے ہیں مجلس احرار کو سوچ سمجھ کر ہاتھ ڈالنا چاہئے نہیں فیصلہ کے لئے قوم کو رسوا نہ کرا دینا اس اطلاع کے بعد لاہور آکر مجلس نے اپنی طرف سے مولانا داؤد غزنوی صاحب کو اپنا نمائندہ مقرر کر دیا کہ وہ مجلس تحفظ کے ساتھ مل کر کام کریں۔

اب میں آپ کو ایک اور حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں تا کہ آپ کے سوال کا جواب مکمل ہو سکے۔ اور آپ جان سکیں کہ مجلس احرار نے اس سلسلہ میں کیا کوششیں کی تھیں۔

مسجد 7/اور 8/جولائی کی درمیانی رات میں گرائی گئی ہے۔ اس سے قبل 28 جون کو مسجد کے گنبد کا کچھ حصہ دو سکھوں نے گرایا تھا۔ گنبد کے گرانے کے دوران ہی ایک سکھ جہنم واصل ہو گیا تھا اور دوسرا سخت زخمی ہو گیا تھا۔ اس کے بعد 4/جولائی کو ظفر علی خان صاحب، سید حبیب، مولانا داؤد غزنوی اور خان صاحب امیر الدین پر مشتمل ایک وفد سکھوں کے گرو ماسٹر تارا سنگھ سے مسجد کے قبضہ کے سلسلہ میں گفتگو کا آغاز کرنے گیا۔ جس کے جواب میں ماسٹر تارا سنگھ نے کہا:۔

"مسجد کے قبضہ کے سلسلہ میں آپ لوگوں سے بات چیت کرنا ہم اپنی قوم کی توہین سمجھتے ہیں۔ آپ لوگ ہمارے خلاف نظمیں لکھتے ہیں سکھوں کو برے لفظوں سے یاد کرتے اور پکارتے ہیں پھر سمجھوتہ اور اس کے لئے گفت گو کیا معنی؟؟؟"

ادھر مولانا [1] نے ساتھیوں سے مشورہ کئے بغیر جذبات میں آکر حسب عادت جھٹ سے ٹوپی اتاری اور تارا سنگھ کو کہا کہ اگر میں آپ کے پاؤں پر سر رکھ دوں اور معافی مانگ لوں اور آرٹیکل لکھ دوں تو...... تو تارا سنگھ نے کہا کہ مولانا معاف کیجئے مجھے آپ اس معاملہ میں مخلص نظر نہیں آتے اور اگر آپ مسجد کے حصول کے اتنے ہی خواہاں ہیں تو آپ بنارس والا مندر ہمیں

---

[1] ظفر علی خاں

دے دیں اور مسجد لے لیں۔ مولانا کی سٹی گم ہوئی اور چپ سادھ کے بیٹھے رہے۔ اس کے بعد مولانا سید داؤد غزنوی صاحب نے نہایت سنجیدگی، متانت اور بھرپور انداز سے کہا سردار صاحب! پورے پنجاب میں قتل و غارت اور فتنہ و فساد کی جو آگ بھڑک اٹھے گی آپ اس کی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے اور اس کی خطرناکی کا اندازہ نہیں کرتے۔ اس نے کہا کہ اس کو تو میں محسوس کرتا ہوں لیکن اس مصیبت سے رہائی کا راستہ بتا دیں کہ کیا کیا جائے۔

مولانا نے فرمایا میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں آپ اس پر غور کریں اگر پسند کریں تو قبول کریں اور یوں اس نزاع کا خاتمہ ہو جائے۔

صورت یہ ہے کہ جو حصہ مسجد کا شہید کر دیا گیا ہے اس حصہ کو آپ لوگ پھر بنوا دیں اور مزار کے لئے پانچ فٹ کا راستہ دے دیں تو تمام فتنوں کا سدِ باب ہو سکتا ہے۔

اِس کے بعد تارا سنگھ نے کہا کہ اس مطالبہ پر ہم مفاہمت کے لئے تیار ہیں مسجد بنا دیں گے راستہ دے دیں گے لیکن مسلمان یہ لکھ دیں کہ آئندہ قبضہ کا مطالبہ نہ کریں گے۔ اس بات کے ہوتے ہی مولانا ظفر علی خان صاحب نے پھر مہرِ سکوت توڑی اور کہا، "اتنا تم دے دو باقی ہم کچہری میں جا کر لے لیں گے۔"

جس پر تارا سنگھ نے کہا کہ اگر آپ نے کچہری جا کر ہی لینا ہے تو پھر تمام کا تمام کچہری سے ہی لے لیں پھر اس مفاہمت و بھائی چارے کی گفت گو کے کیا معنی؟ معاملہ بگڑتا ہوا دکھائی دیا تو داؤد غزنوی نے پھر ظفر علی خاں کو ایک طرف بلا کے اس سے کہا کہ خدا کے لئے ذاتی عزت و وقار کے پیش نظر قومی مفاد کو برباد نہ کریں۔ میری جس تجویز پر تارا سنگھ نے آمادگی کا اظہار کیا ہے انشاء اللہ اس میں قومی بہتری اور مسلمانوں کی فتح ہے۔ خدا کے لئے مان جائیے اور امت کو فتنہ و فساد سے بچائیے مگر مولانا ظفر علی خاں صاحب نے ایک نہ سنی اور فرمانے لگے کہ ایک انگریزی افسر مجھے کہہ گیا ہے کہ ہفتہ دس روز خوب شور مچاؤ ہل چل پیدا ہو گی مسجد تمہیں مل جائے گی اس پر سید حبیب بھی برافروختہ ہوئے۔ کہنے لگے مولانا کوئی بات تک کی بھی کریں اگر کسی افسر کے اشارہ ابرو پر ہی انحصار ہے تو پھر سکھوں کو بھی ایک سکھ

انگریزی افسر نے ان الفاظ میں ہدایت جاری کی ہے اور یقین دہانی کرائی ہے کہ خوب ڈٹے رہنا یہ گوردوارہ مل کے رہے گا۔ جب تک بات کھٹائی میں پڑتی دکھائی دی تو سب وہاں سے چلے آئے۔ واپس آنے کے بعد بھی ظفر علی خاں کی بوالہوسی کو سکون نہ ملا پھر سکھوں کو کہلا بھیجا کہ ہم قبضہ سے دستبردار نہیں ہوسکتے خالصوں نے قومی روایات کو قائم رکھتے ہوئے چیلنج قبول کیا اور کہا کہ اب نمدا باندھ کے آنا جو ہم سے ہوگا ہم کریں گے۔

مسجد گرانے کا قومی دینی مجرم کون؟

اگر بھائی داؤد غزنوی کی بات اور معقول تجویز کو ظفر علی خاں اپنی لیڈری کی بھینٹ نہ چڑھاتے تو ہم نے فتح حاصل کر لی تھی لیکن مولانا کے انگریزی افسر کے یقین نہیں عین الیقین کو کون توڑ سکتا تھا اس یقین دہانی کا کچھ اشارہ مولانا نے پھر زمیندار میں بھی کیا ہے۔

''کہ ایک دفعہ میں نے گورنمنٹ سے تعاون کر کے بھی کام کیا ہے مگر حکومت نے ہمیں دھوکا دیا۔''

اس وضاحت کے بعد اب خود فیصلہ کریں کہ مسجد کے گرانے کا قومی دینی مجرم کون ہے؟ باقی رہا ہم پر یہ اعتراض کہ ہم نے سول نافرمانی کیوں نہیں کی یا اس میں حصہ دار کیوں نہ بنے؟

1:۔ تو جواب دینے سے پہلے میں پوچھتا ہوں کہ جو سول نافرمانی ہوئی ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ مولانا ظفر علی خان؟ ملک صاحب؟ ان میں سے ایک بھی جو ذمہ داری اٹھانے کو تیار ہے۔ انہیں میں سے ایک بھی تو غزنوی نہیں ہر شخص براءۃ کا اعلان کرتا ہے۔

2:۔ دوسرا سوال میں پوچھتا ہوں پھر بتاؤ ان ماؤں کے سہاروں کی شہادت و جاں سپاری کا ذمہ دار کون ہے؟ یہ لیڈری کے...... ان کے خونِ ناحق کا وارث کون ہے؟ کون ہے جو ان کی بہنوں کے بین سنے؟ اور کون ہے جو ان بے جگری سے جان دینے والوں کی ماؤں کی عرشِ الٰہی کو تھرا دینے والی دعاؤں کو روکے، سنے اور سسکیاں بند کرائے؟ اور کون ہے جو شہداء کی معصوم بچیوں کے دل خراش نالے سنے اور ماتم

دیکھے اور ان کے غم میں شریک ہو۔ بچوں کی یتیمی و کسمپرسی میں اُن کا سہارا بنے؟ وہ گونگے شیطان کہاں ہیں؟ وہ انگریز ملعون کی چوکھٹ کے جبہ سا کہاں ہیں؟ نکالو اُن کو ان کی پناہ گاہوں سے یہ انگریز کی ذریۃ البغایا اب پھر اپنے باوا کی تراشی ہوئی پناہ گاہوں میں پناہ گزیں ہیں۔ یہی ہیں انہیں چُن چُن کر باہر نکالو اور میدان میں لا کھڑا کرو۔

میں پورے اذعان و یقین سے کہتا ہوں کہ مسجد شہید گنج کا فیصلہ اور واپسی ہرگز ہرگز سول نافرمانیوں سے نہیں ہوگی۔ مجھے راولپنڈی اسٹیشن پر میرے پیر و مُرشد[1] کے فرزند ارجمند نے فرمایا تھا:۔

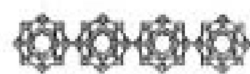
''کہ مسجد کے احترام اور مسلمانوں کے خون کو اتنا ارزاں نہ سمجھو اور ہوش سے کام لو، وزن کرلو اقتدار کو احترام مسجد پر قربان کرنا ہے یا خونِ مسلم اور احترامِ مسجد کو سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھانا ہے۔''

عزیزان من!

''دراصل مجلس احرار کی دن دوگنی رات چوگنی ترقی سے حکومت اور اس کے حاشیہ نشین بلکہ فرنگی ایوانِ اقتدار اور اس کے دہلیز بوسوں میں افراتفری اور کھلبلی پیدا ہوسکی ہے۔ انہوں نے مجلس کو قوم میں بدنام اور مجلس کی سیاسی ساکھ کو تباہ کرنے کے لئے شہید گنج کا ملبہ مجلس احرار پر گرانے کا ایک خاص پروگرام بنایا ہے جس کے ماتحت پورے برصغیر میں احرار کو ہدفِ ملامت بنایا ہوا ہے۔''

یہ ایک پولیٹکل داؤ ہے کہ مجلس احرار جس طرف بھی ہو سیاسی طور پر ہمیشہ کے لئے موت کے غار میں دھکیل دیئے جائیں کہ سول نافرمانی کریں تب تباہ علیحدہ رہیں تب سیاسی موت۔ ع

کیا کسی کا گلہ کرے کوئی



[1] پیر مہر علی شاہ کے فرزند پیر غلام محی الدین رحمہ اللہ   والسلام علیکم

خود کاشتہ پودے کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے

ماتحت عدالت گورداسپور میں ابھی مقدمہ زیر سماعت تھا کہ امیر شریعت نے امرتسر میں ۲۴؍اپریل ۱۹۳۵ء کو رات نو بجے مسجد خیر الدین میں مولانا عبدالغفار غزنوی کی زیر صدارت تقریر کرتے ہوئے کہا:

"بعض ناعاقبت اندیش لوگ کہتے ہیں مرزائیت کے ساتھ ہمارے شیعہ، سنی اور وہابی کی طرح کے فروعی اختلافات ہیں اور اسی سلسلے میں گورنر بہادر انجمن حمایت اسلام کے جلسہ میں مسلمانوں کو اتحاد اور اتفاق کی تعلیم دے چکے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ ان کے لئے اپنے خود کاشتہ پودے کی مخالفت ناقابل برداشت ہے۔ ہم انشاء اللہ اس پودے کو جڑ سے اکھاڑ کر رہیں گے۔"

تیرہ سو سال سے عیسائیت کے جگر میں کانٹا

مرزائیت کے وجود میں آنے کی وجہ یہ ہے کہ تیرہ سو سال سے عیسائیت کے جگر میں ایک کانٹا تھا جو کسی طرح نکلنے میں نہیں آتا تھا۔ وہ کانٹا یہ تھا کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وحدت ملی یا مرکزیت عطا ہوئی تھی یہ دنیا کی کسی قوم کو حاصل نہ تھی۔ عیسائیت چاہتی تھی کہ اسلام کی اس وحدت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس کی بربادی کے لئے پنجاب میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا گیا اور اس نے ایڑی چوٹی کا زور وحدت ملی کو تباہ کرنے میں لگایا۔ یہ اختلافات فروعی ہیں؟ کہ نبی کے مقابلے میں نبی کو کھڑا کر دیا گیا ہے اور مدینۃ النبیؐ کے مقابلہ میں مدینۃ المسیح

اور جنت البقیع کے مقابلہ میں بہشتی مقبرہ بنایا گیا ہے۔

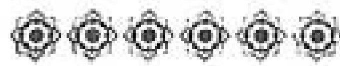
تحفظ ختم نبوت کی شاخیں محلّہ محلّہ میں قائم کر دی جائیں

اس وقت ضرورت ہے کہ مرکزی شعبہ تحفظ ختم نبوت کو مضبوط کیا جائے۔ محلّہ محلّہ شعبہ ہائے تبلیغ قائم کر دیئے جائیں اور قادیان میں زمین اور جائیداد خریدی جائے۔ جس دن ہمارا اپنا ہائی سکول، اپنا تبلیغی کالج، اپنی مسجد اور مہمان خانہ قادیان میں تیار ہو گیا، سمجھو کہ مرزائیت کا خاتمہ ہو گیا۔

مرزا بشیر الدین نے پیش گوئی کی تھی کہ ۶ ماہ کے بعد احرار کا کام ختم ہو جائے گا۔ اور یہ لوگ ٹھنڈے پڑ جائیں گے مگر میں بتانا چاہتا ہوں کہ ہمارا کام اب شروع ہوا ہے۔

قادیان کانفرنس کے خطبے کی بناء پر جس میں دفعہ ۱۵۳ کے تحت مجھے گرفتار کیا گیا ہے اس کی سزا زیادہ سے زیادہ صرف دو سال ہے۔ میرا جرم یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم ہوں۔ اس جرم میں یہ سزا بالکل کم ہے۔ میں خاتم الانبیاءﷺ کے ناموس پر ایسی ہزار جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مجھے شیروں اور چیتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا جائے اور پھر کہا جائے کہ تمہیں بجرم عشق محمد (ﷺ) تکلیف دی جا رہی ہے تو میں خندہ پیشانی سے اس سزا کو قبول کر لوں گا۔ میرا آٹھ سالہ بچہ عطاء المنعم (سید ابوذر بخاریؒ) اور اس جیسے، خدا کی قسم، ہزار بچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر سے نچھاور کر دوں۔

و ما علینا الا البلاغ



انجام کیا ہوگا؟

ذیل میں حضرت امیر شریعت کی ایک اور تقریر کے چند اقتباسات پیش کئے جا رہے ہیں جو انہوں نے 9 دسمبر 1945ء کو احرار پارک دہلی دروازہ لاہور میں کی۔

مسلم لیگ کا نعرہ پاکستان

9،8 دسمبر 1945ء کو احرار پارک، باغ بیرون دہلی دروازہ لاہور میں شیخ حسام الدین کی صدارت میں پنجاب پرانشل احرار انتخابی کانفرنس منعقد ہوئی۔ 9 دسمبر کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ایک طویل خطاب فرمایا جو رات 9 بجے سے شروع ہو کر صبح 5 بجے تک جاری رہا۔ اس اہم انتخابی تقریر میں آپ نے ملک کے سیاسی مسائل کے متعلق مجلس احرار کے نقطہ نگاہ کی وضاحت کی۔ خصوصاً پاکستان کے متعلق احرار کا موقف واضح کیا۔

آپ نے فرمایا: ”میں آج اس اسٹیج سے اعلان کرتا ہوں کہ پاکستان کا جو نقشہ بتایا جا رہا ہے اور جس کا نعرہ لگایا جا رہا ہے۔ بہ حالات موجودہ نہ تو ہندوستان میں ویسا پاکستان بن سکتا ہے اور نہ ہی حکومت الٰہیہ کا قیام عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ جو شخص پاکستان اور حکومت الٰہیہ کا نعرہ لگا کر مسلمانوں سے ووٹ کی بھیک مانگتا ہے وہ انہیں گمراہ کرتا ہے خود ہمارا ابھی ہرگز یہ دعویٰ نہیں کہ ہمیں ووٹ دو گے تو ہم فوراً ابوبکرؓ و عمرؓ جیسی حکومت قائم کر دیں گے حاشا وکلا! یہ تو بہت بڑی بات ہے، ہم تو صرف یہ کہتے ہیں کہ دین کے خادم کی حیثیت سے اگر ہمیں کبھی موقع

مل گیا تو اللہ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ انشاء اللہ ثم انشاء اللہ، جوا، شراب، زنا، چوری، ڈکیتی وغیرہ موٹی موٹی برائیاں ہم ضرور ختم کریں گے ان پر پابندی لگا دیں گے اور ان کے مقابلہ میں پورا اسلام تو بہت دور کی بات ہے، اس ملک کی مخلوط آبادی اور اس فضاء میں اگر ہم اسلام کے چند بنیادی احکام بھی نافذ کرنے میں کامیاب ہوگئے تو سمجھیں میدان مار لیا اور بڑا جہاد ہوگیا۔“ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَة۔

مسلمان مجاہدین آزادی پر اتہامات

پچھلے دنوں جب میں کشمیر میں تھا مجھ پر کھلے بندوں تہمت لگائی گئی کہ ہندو کے ہاتھ بک چکا ہے۔ اسے کانگریس نے خرید لیا ہے۔ میرے محترم میاں افتخار الدین نے جو کل تک کانگریسی تھے اور کانگریس سے کٹ جانے کے بعد امرتسر میں جا کر میرے متعلق کہا کہ عطاء اللہ شاہ کو کانگریس سے روپیہ ملتا ہے۔ میں اس اسٹیج سے میاں صاحب کو چیلنج کرتا ہوں کہ پنجاب صوبہ کانگریس کے صدر تو وہ رہے ہیں، وہ خود ہی بتائیں کہ انہوں نے کانگریس سے مجھے کب اور کتنے روپے دلوائے ہیں مجھے اس بات کا گلہ نہیں کہ مجھ پر تہمت لگائی جا رہی ہے لیکن اس بات کا گلہ ضرور ہے کہ انتخابات کی گرما گرمی میں قوم کا اخلاق بگاڑا جا رہا ہے۔

طبقۂ علماء اور بزرگان دین کی بے حرمتی

سکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے طلباء کو اپنے بزرگوں، پیشواؤں اور علماء کے سامنے ناچنے، ان کی بے حرمتی کرنے، ان کو قتل کرنے اور ان کی نورانی اور متبرک داڑھیوں میں شراب کی بوتلیں انڈیلنے کی تربیت دی جا رہی ہے۔ کاش قوم کے رہنما سوچیں اور سمجھیں کہ وہ مسلمان نوجوانوں کو کس طرف لے جا رہے ہیں؟ ان آنکھوں نے اخبارات میں جب سرینگر میں ابوالکلام آزاد اور پنڈت نہرو کے دریائی جلوس میں مسلم لیگیوں کی طرف سے جوتوں کی بارش کا حال پڑھا تو دل کے مسوس ہو کر رہ گیا۔ مسلمانو! سوچو کہ تمہارے لیڈر تمہیں کس طرف لے جا رہے ہیں؟ ان لوگوں نے خود تاریں دے کر مولانا ”ابوالکلام آزاد“ کو رہا کرایا۔ ورکنگ کمیٹی کے

ممبروں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔لیکن شملہ کانفرنس میں جب ان کی نہ بن سکی تو سرسید کی جو اولاد علی گڑھ کے زیر سایہ پل رہی ہے۔کل بننے والی اس مسلمان قوم نے علی گڑھ ریلوے اسٹیشن پر مولانا ابوالکلام آزادؒ کی بے حرمتی کی۔ ان نوجوانوں میں ایسے برخوردار بھی تھے۔ جنہوں نے مولانا کے ڈبے میں داخل ہو کر اپنی پتلونیں اتار دیں اور اپنی شرمگاہوں کا مظاہرہ کیا؟

مولانا آزاد کی عظمت

میں لیگی مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ آخر یہ کیا تماشہ ہے کہ تم مولانا آزاد کو کافر کہتے ہو؟ لیکن یہ تو بتاؤ کہ وہ کافر کب سے بنا ہے؟ کیا مکہ میں پیدا ہونے والے یکتائے روزگار عالم، قرآن کی تفسیر کرنے والا عالم دین، محدث اور ایک ایسا بلند پایہ مسلمان جس کی ٹکر کا دوسرا عالم ہندوستان تو کیا ساری دنیا میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہیں ملتا تم اس کو کافر کہہ کر اپنے آپ کو جہنمی بنا رہے ہو؟ اور پھر یہ بدسلوکی مولانا آزاد تک ہی محدود نہیں۔ ان کی وہ قابل احترام اور پاکدامن بیوی جس کو ساری عمر کسی شخص نے بانقاب، یا بے نقاب باہر نکلتے بھی نہیں دیکھا اس کی موت کے بعد بے حرمتی اسی مسلمان قوم نے کلکتہ میں کی؟ مولانا جیل میں پڑے تھے تو ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا۔ مسلم لیگی رضا کار لٹھ لے کر کھڑے ہوگئے اور مسلمانوں کو روکتے رہے کہ ابوالکلام کی بیوی کے جنازہ کی نماز میں شرکت نہ کرو۔ وہ کافرتھی مرگئی اسے جہنم رسید ہونے دو۔
میں ان مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ تمہارا اسلام تمہیں یہی تعلیم دیتا ہے کہ یگانہ روزگار عالم کی دین دار، پردہ دار اور اسلامی تمدن کے گہوارہ میں پلی ہوئی بیوی کے ساتھ اور وہ بھی اس کی موت کے بعد یہ سلوک کرو؟

مولانا حسین احمد مدنیؒ کی بے حرمتی

یہاں پر ہی بس نہیں اس دور کے ''اپٹوڈیٹ مسلمانوں'' نے اپنے اخلاق کو یوپی کے ریلوے اسٹیشنوں، بازاروں، گلی کوچوں، سڑکوں اور میدانوں میں اس حد تک رسوا کیا اور مولانا حسین احمد مدنیؒ جیسے عالم دین کی بے حرمتی کرنے میں سرسید کی اولاد یہاں تک چلی گئی

کہ اس کی ٹوپی جلادی؟ اس کی نورانی داڑھی میں شراب کی بوتل انڈیل کر اپنے اخلاق کی انتہائی پستی کا مظاہرہ کیا؟ جانتے ہو علی گڑھ کے نوجوان اور یوپی کے مسلمانوں نے یہ سلوک کس سے کیا؟ اس ہستی سے جو چودہ برس تک مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کے سامنے بیٹھ کر ہزاروں تشنگان دین کو درس حدیث دیتا رہا۔ جس کے دریائے علم میں نہائے ہوئے آج پانچ ہزار محدث مدینہ منورہ سے لے کر ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ سلوک اس حسین احمد سے کیا گیا جو مدنی کہلاتا ہے؟ یہ سلوک اور عالم دین اور بزرگ سے کیا گیا جو مدنی کہلاتا ہے؟ یہ سلوک اس عالم دین اور بزرگ سے کیا گیا جس نے اپنی جماعت اور اپنے دوستوں کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسٹر جینا صاحب کا ساتھ دیا اور مسلم لیگ کو مضبوط بنانے کے لئے 1937ء کے انتخاب میں دن رات ایک کر دیا تھا؟ تب وہ حسین احمد ہمارے مقابلہ میں ان کے نزدیک برحق، سچا عالم دین اور شیخ الاسلام تھا؟ لیکن جب الیکشن کے بعد مسلم پرسنل لاء، سنی اوقاف ایکٹ وغیرہ، مسلمانوں کے مطالبات منظور کرانے کے متعلق جینا صاحب نے یقین دہانی سے انکار کر دیا، لیگ اپنے وعدوں سے منحرف ہوگئی، مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کا بھرم کھل گیا اور حقیقت ظاہر ہونے پر مولانا مدنی نے لیگ کی حمایت چھوڑ دی تو اب وہی مدنی اس کے لیڈروں اور کارکنوں کے نزدیک کانگریسی ایجنٹ، شیخ الہنود اور گردن زدنی ہوگیا؟ سننے والے ہی بتائیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد مدنی سے اس قسم کی بدسلوکی کرنے والے ان ''نئے مسلمانوں'' کی طرف سے اگر میرے جیسے شخص پر جوان علماء کی خاک پا بھی نہیں ہے یہ الزام لگایا جائے کہ یہ کانگریس کے ہاتھ بک چکا ہے۔ کوئی اچھنبے کی بات نہیں۔ میں تو گلہ کرنے والوں کی ذہنیت پر صرف اس لئے روتا ہوں کہ مسلمان قوم کیا بنے گا؟

جذبات کی آندھی

مسلمانو! میں جانتا ہوں کہ آج جذبات کی آندھی چل رہی ہے۔ پاکستان کے نعرۂ مستانہ نے تم پر ایسی مستی طاری کر رکھی ہے کہ تم وعظ تو میرا سنو گے لیکن ووٹ پھر بھی مسلم لیگ کو دو گے؟ میرے متعلق کہا گیا کہ میں ہندو کے ہاتھ بک چکا ہوں۔ مجھے اس بات کا افسوس

نہیں کہ میری ذات پر تہمت لگائی گئی ہے لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ تہمت لگانے والے وہ لوگ ہیں جو دین سے دور، اپنی عاقبت سے بے خبر، دوسروں کی عاقبت خراب کرنے والے، شاتم رسول راجپال کے قاتل علم الدین شہید کے مقدمہ میں دس ہزار کی فیس اور فرسٹ کلاس کا کرایہ وصول کرنے والے، اسلام کے دشمن کارل مارکس کے خوشہ چیں، کیمونسٹ، بے دین اور خدا کے منکر ہیں۔ مسلمانو! تم جانتے ہو کہ کارل مارکس کون تھا؟ یہ وہ دشمن اسلام تھا جو یہودی النسل تھا۔ جس نے اقتصادیات کا چکر چلا کر مسلمانوں کو بے دین بنانے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کا نیا راستہ اختیار کیا۔ اسی کارل مارکس کو لیڈر ماننے والے، قرآن کو بوسیدہ کتاب، ناقابل عمل تعلیم اور گزرے ہوئے زمانہ کی یادگار کہنے والے آج ہم لوگوں پر جو مسلمانوں کے ٹکڑوں پر پلتے ہیں اور جن کی روزی محمد ﷺ کے نام سے وابستہ ہے، یہ الزام لگاتے ہیں کہ ابوالکلام ہندو کے ہاتھ بک چکا ہے۔ حسین احمد کانگریس نے خرید لیا۔ اور عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو برلا کے خزانہ سے روپیہ ملتا ہے۔ دراصل یہ ان لوگوں کی پست ذہنیت کی بد ترین مثال ہے۔

مسلمانوں کا کیا بنے گا؟

مجھے اس بات کا دکھ نہیں کہ حسین احمدؒ کی داڑھی پر شراب کی بوتل انڈیلی گئی نہ اس بات کا گلہ ہے کہ مولانا آزادؒ کی بیوی کے جنازہ میں شرکت کرنے والے مسلمانوں کو روکا گیا۔ بلکہ اس بات کا دکھ ہے کہ آج مسلمان قوم کا جو چشم و چراغ مولانا حسین احمد مدنیؒ کی داڑھی نوچنے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے کل اپنے ابا سے ناراض ہو کر اس کی داڑھی پر بھی ہاتھ اٹھائے گا۔ مولانا آزاد کے سامنے اپنی شرمگاہوں کا مظاہرہ کرنے والا اپنے باپ اور ماں کے سامنے ننگا ہو کر ناچے گا۔

مسلمانو! سوچو کہ مسلم لیگ قوم کو کس طرف لے جا رہی ہے؟ اور جن کے ہاتھ میں کل قوم کی باگ دوڑ آنے والی کیا کھیل کھیل رہی ہے؟

پاکستان کا نعرہ

میں نے پاکستان کے مسئلہ پر بہت غور و خوض کیا ہے کئی راتیں نیند کے بغیر بسر کر دی ہیں ساری ساری رات کروٹیں لیٹے گزر گئی ہے مہینوں نہیں سویا بڑا پیچیدہ مسئلہ تھا۔ اس نے مجھے اس قدر پریشان کیے رکھا کہ میری صحت خراب ہوگئی اور میں کشمیر چلا گیا وہاں بھی سوچتا رہا۔

جب امرتسر واپس آیا تو مسٹر جناح کا ایک بیان پڑھ کر عقدہ کھلا کہ معاملہ کیا ہے؟

"مسٹر جناح نے فرمایا کہ پاکستان پنجاب، سندھ، بلوچستان، بنگال اور آسام پر مشتمل ہوگا۔ اس کا طرز حکومت جمہوری ہوگا۔ اقلیتوں کو خاص نیابت حاصل ہوگی۔ اس میں مذہبی حکومت نہیں ہوگی۔ اگر ایک پارٹی کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو میں اس کی مخالفت کروں گا۔ ہندوستان میں امتیاز نہ ہوگا۔ پاکستان کی آبادی دس کروڑ انسانوں پر مشتمل ہوگی۔ جن میں سے چھ کروڑ مسلمان اور چار کروڑ غیر مسلم ہوں گے۔ دوسری طرف ہندوستان کی آبادی تیس کروڑ پر مشتمل ہوگی۔ جن میں چار کروڑ مسلمان اور چھبیس کروڑ ہندو ہوں گے۔" اب ذرا مسٹر جناح کے ارشادات کی روشنی میں جائزہ لیجئے کہ یہ پاکستان ہوگا یا خاکستان ہوگا؟ جن صوبوں کو ملا کر پاکستان بنانا مقصود ہے ان کی اقتصادی پوزیشن پر نظر ڈالئے کہ چھ کروڑ مسلمانوں کے مقابلہ میں غیر مسلموں کی تعداد چار کروڑ ہوگی؟ یہ غالب اقلیت کس قدر مضبوط ہوگی۔ اس کا اندازہ لگایا؟ کیا وہ مسلمان پاکستان میں جا کر خاکستان میں جانے کے مترادف نہ ہوں گے؟

پاکستان میں کیا ہوگا

زلفیں ہوں گی، شانے ہوں گے
کہیں کہیں افسانے ہوں گے
دین اور مذہب کے مرقد پر
شمعیں اور پروانے ہوں گے

(پاکستان کیا ہوگا ص ۱۱ تا ص 16)

آنے والے حالات کی تصویر

ذیل میں امیر شریعتؒ کا ایک تاریخی خطاب پیش کیا جارہا ہے۔ جو آپ نے 26 راپریل 1946ء کو اردو پارک دہلی میں فرمایا۔ جو 28 راپریل کے روزنامہ ''الجمعیۃ'' دہلی میں شائع ہوا۔ جسے بعدازاں مجلس احرار اسلام ملتان نے پمفلٹ کی صورت میں شائع کیا۔ خطاب کیا ہے؟ گویا آگے آنے والے حالات کی تصویر ہے۔ اور کئی ایک پیش گوئیوں پر مشتمل ہے جو حرف بحرف پوری ہوئیں۔ یہ خطاب قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید کا مصداق ہے۔

27 رمارچ 1946ء کو آل انڈیا مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس سے فارغ ہوکر حضرت امیر شریعت سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ اپنے رفقاء حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، شیخ حسام الدینؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کی معیت میں لاہور سے دہلی روانہ ہوئے۔ ان دنوں دہلی میں برطانوی مشن (کرپس مشن) مسلم لیگ اور کانگریس سے تقسیم پاکستان کے سلسلہ میں، مذاکرات میں مشغول تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ نے تقریباً ایک ماہ مصروف گزارا۔ ان دنوں دہلی کے مختلف علاقوں میں احرار کے جلسوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ جس سے گورنمنٹ برطانیہ کافی پریشان تھی۔ بالآخر استبدادی حکومتوں کے ہتھکنڈے استعمال کئے گئے اور احرار کے اجتماعات پر پابندیاں لگانی شروع کردی گئیں۔ 26 راپریل 1946ء کو اردو پارک دہلی میں مجلس احرار اسلام نے ایک بڑے جلسہ عام کا اہتمام کیا۔ امیر شریعتؒ نے اس زبردست اجتماع سے آخری خطاب کیا۔ پھر اس کے بعد شاہ جی کبھی دہلی دوبارہ نہ جاسکے۔ اس اجتماع میں تقریباً پانچ لاکھ افراد نے شرکت کی۔ حضرت شاہ جی کی اپنی روایت اور دوسری مصدقہ روایات کے مطابق اس سے بیشتر دہلی میں اس سے بڑا اجتماع کبھی نہ ہوا تھا۔ اس اجلاس

کی صدارت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ فرمارہے تھے۔ اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض ضیغم اسلام شیخ حسام الدین انجام دے رہے تھے۔ پنڈال میں نظم و ضبط برقرار رکھنا سرفروش احرار رضا کاروں کے ہی ذمہ تھا۔ پنڈال کے چاروں طرف احرار رضا کاروں کے دستے تعینات تھے۔ احرار کے سرخ پرچم فضا میں لہراتے ہوئے گل و لالہ کی سی بہار دکھا رہے تھے۔ سٹیج زمین سے بلند چبوترے کی شکل میں بنایا گیا تھا جس پر کرسیوں کی بجائے سفید چادریں بچھا کر ان پر گاؤ تکئے لگا دیئے گئے تھے۔ اس وقت سٹیج پر ہندوستان کی عظیم شخصیتیں، قائدین اور آزادی کے سالار فروکش تھے۔ مجلس احرار اسلام کے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، ماسٹر تاج الدین انصاری اور جمعیت علماء ہند کے بہت سے اکابر جن میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی خاص طور پر قابل ذکر ہیں تشریف فرما تھے۔ اجلاس کا آغاز قرآنِ حکیم کی تلاوت اور چند نظموں سے کیا گیا۔ شیخ حسام الدین نے مجلس احرار کے جنرل سیکرٹری اور اسٹیج سیکرٹری کی حیثیت سے اس اجتماع کی غرض و غایت بیان کی۔ اس کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے تقریر کا آغاز فرمایا۔ مولانا کی تقریر کے دوران اچانک انسانوں کے اس سمندر میں لہر اٹھی اور ایک ارتعاش پیدا ہوا۔ دلوں کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں، شوق دید تجسس کے لئے سرگرداں ہوا کہ امیر شریعت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں نے امن و سکون کی طنابیں توڑ دیں۔ اور نظم و ضبط کو درہم برہم کرکے رکھ دیا۔ عوام اپنے محبوب رہنما کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے والہانہ انداز میں سراپا نیاز اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت امیر شریعت بیٹھے ہی تھے کہ ایک دوسرا قافلہ بھی آپہنچا۔ جس میں پنڈت جواہر لال نہرو اور دیگر افراد شامل تھے۔ نہرو اس وقت عبوری حکومت کے وزیراعظم تھے۔ اسٹیج بین الاقوامی شخصیتوں کے اجتماع سے ایک عجیب منظر پیش کررہا تھا۔

تقریباً ساڑھے گیارہ بجے شب حضرت امیر شریعتؒ مائیک پر تشریف لائے۔ آپ نے انسانی سروں کے اس بحر بیکراں پر ایک بھرپور نظر ڈالی۔ ایک مرتبہ دائیں دیکھا اور پھر بائیں دیکھا، جیسے لوگوں کی پیشانیوں سے موضوع تلاش کررہے ہوں۔ پھر خطبہ مسنونہ سے پہلے آپ نے تقریر کا آغاز یوں فرمایا۔ ''آپ حضرات درود شریف پڑھیں''۔ پھر دوبارہ

فرمایا درود شریف پڑھیں، تیسری مرتبہ بھی فرمایا۔ لوگ حیران تھے کہ آج شاہ جی اتنے بڑے عدیم المثال سیاسی اجتماع میں تقریر کا آغاز کس انداز سے کر رہے ہیں۔ عوام کی نگاہوں سے ابھرنے والے اس سوال کے جواب میں حضرت امیر شریعت نے خود ہی فرمایا۔ آج میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ اتنے عظیم اجتماع کے باوجود یار لوگ صبح کے اخبار میں لکھ دیں گے کہ مجمع تو واقعی پانچ لاکھ کا تھا مگر اس میں مسلمان ایک بھی نہ تھا۔ اس لئے میں نے درود شریف پڑھوایا ہے تاکہ دوستوں کو معلوم ہو جائے کہ اس اجتماع میں مسلمان ہیں یا یہ اجتماع ہی مسلمانوں کا ہے۔ اس پر تمام مجمع کشت زعفران بن گیا۔ پھر آپ نے مخصوص انداز میں قرآن کریم کی تلاوت شروع کی۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا سامعین شاہ جی کی تلاوت کی تاثیر میں ڈوب ڈوب جاتے۔ حضرت امیر شریعتؒ کے گلے کی حلاوت اور سوز سے ایسا محسوس ہوتا جیسے آیات خداوندی کا نزول ہو رہا ہے۔ وہ آیات پڑھتے جاتے اور قرآن کریم اپنے معانی و مطالب خود واضح کرتا چلا جاتا۔ لاکھوں آدمیوں کا یہ اجتماع پتھروں کا ڈھیر معلوم ہوتا تھا۔ چاروں طرف ہو کا عالم اور ایک ایسا سناٹا کہ سوئی گرے تو آواز آئے اور عوام تھے کہ مبہوت بیٹھے تلاوت کلام الٰہی سن رہے تھے۔ ڈیڑھ رکوع پڑھنے کے بعد حضرت امیر شریعتؒ نے تلاوت ختم کی تو پنڈت جواہر لال نہرو اٹھے اور مائیک پر حضرت امیر شریعت کے قریب آ کھڑے ہو گئے اور معذرت خواہانہ انداز میں گویا ہوئے۔ ”بھائیو! میں تو صرف بخاری صاحب کا قرآن کریم سننے کے لئے حاضر ہوا تھا اب میں معذرت کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔ برطانوی مشن کی آمد کے باعث مصروفیت بہت زیادہ ہے۔“ اس کے بعد جواہر لال نہرو اسٹیج سے اتر کر چلے گئے۔

حضرت امیر شریعت نے خطبۂ مسنونہ کے بعد تقریر کا آغاز یوں فرمایا۔

حضرات! آج میں نے کوئی تقریر نہیں کرنی بلکہ چند حقائق ہیں جنہیں بلا تمہید کہنا چاہتا ہوں۔ آئینی اور غیر آئینی دنیا میں خواہ اس علاقے کا تعلق ایشیا سے ہو یا یورپ سے اس وقت جو بحث چل رہی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کی ہندو اکثریت کو مسلم اقلیت سے جدا کر کے برصغیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

پاکستان میں کیا ہوگا؟

قطع نظر اس کے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔ مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ صبح کو سورج مشرق ہی سے طلوع ہوگا۔ لیکن یہ پاکستان وہ پاکستان نہیں ہوگا جو دس کروڑ مسلمانوں کے ذہنوں میں اس وقت موجود ہے اور جس کے لئے آپ بڑے خلوص سے کوشاں ہیں۔ ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ کل ان کے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ بات جھگڑے کی نہیں، سمجھنے اور سمجھانے کی ہے۔ سمجھا دو، مان لوں گا۔ لیکن تحریک پاکستان کی قیادت کرنے والوں کے قول و فعل میں بلا کا تضاد اور بنیادی فرق ہے۔ اگر مجھے آج مجھے کوئی اس بات کا یقین دلا دے کہ ہندوستان کے کسی قصبہ کی گلی میں، کسی شہر کے کسی کوچہ میں، حکومت الٰہیہ کا قیام اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے تو رب کعبہ کی قسم! میں آج ہی اپنا سب کچھ چھوڑ کر آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ اپنے جسم پر اسلامی قوانین نافذ نہیں کر سکتے ہیں؟ یہ ایک فریب ہے اور میں یہ فریب کھانے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ پھر آپ نے اپنی کلہاڑی کو دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر تقسیم کے بعد مشرقی اور مغربی پاکستان کا نقشہ سمجھانا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔

”ادھر مشرقی پاکستان ہوگا، اُدھر مغربی پاکستان ہوگا۔ درمیان میں چالیس کروڑ ہندو کی متعصب آبادی ہوگی جس پر اس کی اپنی حکومت ہوگی اور وہ حکومت لالوں کی حکومت ہوگی۔

ہندو ذہنیت شاہ جی کی نظر میں

کون لالے؟ لالے دولت والے، لالے ہاتھیوں والے، لالے مکار لالے......!

ہندو اپنی مکاری اور عیاری سے پاکستان کو ہمیشہ تنگ کرتے رہیں گے۔ اسے کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اس تقسیم کی بدولت آپ کا پانی روک دیا جائے گا۔ آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی اور آپ کی یہ حالت ہوگی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کی مدد سے قاصر ہوگا۔ اندرونی طور پر پاکستان میں

چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان زمینداروں ، صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کے خاندان ہوں گے ۔ انگریز کے پروردہ ، فرنگی سامراج کے خود کاشتہ پودے ، سروں ، نوابوں اور جاگیرداروں کے خاندان ہوں گے ۔ جو اپنی من مانی کاروائی سے محبّ وطن اور غریب عوام کو پریشان کر کے رکھ دیں گے ۔ غریب کی زندگی ، اجیرن ہو جائے گی ۔ ان کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور مزدور نان شبینہ کو ترس جائیں گے ۔ امیر روز بروز امیر تر اور غریب ، غریب تر ، ہوتے چلیں جائیں گے ۔"

رات کافی بھیگ چکی تھی حضرت امیر شریعت اپنی سیاسی بصیرت کے موتی بکھیر رہے تھے اور مستقبل سے نا آشنا مسلمان منہ کھول لیا نجانے واقعات کو حیرت و استعجاب کے عالم میں سن رہے تھے ۔ حضرت امیر شریعت نے ہندو سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ۔

" پاکستان کی بنیاد ہندو کی تنگ نظری اور مسلمان دشمنی پر استوار ہوئی ہے ، دولت سے پیار کرنے والے ہندو نے گائے کی پوجا کی ، پیپل مہاراج پر پھول چڑھائے ، چیونٹیوں کے بلوں پر شکر اور چاول ڈالے ، سانپ کو اپنا دیوتا مانا ...... لیکن مسلمان سے ہمیشہ نفرت کی ۔ اس کے سائے تک سے اپنا دامن بچائے رکھا ۔ پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ذات پات کے پجاری بڑے بڑے سے ہندو نے اچھوتوں پر اپنے مندروں کے دروازے کھول دیئے ۔ لیکن مسلمان کے لئے اپنے دل کے دروازے کبھی وا نہ کئے ۔ آج اسی تعصب ، تنگ نظری اور حقارت آمیز نفرت کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان اپنا الگ وطن مانگنے پر مجبور ہوا ہے ۔ اور کانگریس رہنما ہندو مہا سبھائیوں ، جن سنگھی انتہا پسندوں اور اسی قسم کی تحریکوں کو اپنے اثر سے ختم کر دیتے اور وہ کر بھی سکتے تھے ، تو مسلم لیگ کے یہاں پہنچنے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی ۔ مگر کیا کیا جائے کہ یہ کوڑھ کانگریس کے اندر سے پھوٹا ہے ۔ جو بیماری جسم کے اندر سے پیدا ہو اس کا علاج محض باہر کے اثرات کو تبدیل کرنے سے نہیں ہو سکتا ۔ کانگریس نے ہمارے ساتھ بھی نباہ نہ کیا ۔ اگر مسلم لیگ سے بگاڑ پیدا کیا تھا تو نیشنلسٹ مسلمان کی بات ہی مان لی ہوتی ۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا ور ہوا کیا کہ آج اس قدر قربانیوں کے باوجود دونوں فرنگی کو اپنا ثالث مان رہے ہیں ۔ کون

فرنگی ؟ جو ہندوستان کے لئے کبھی بھی صحت مند اور انصاف پر مبنی فیصلہ ہرگز نہیں دے سکتا ۔ اے کاش ! کانگریس نے ہم سے نہیں تو مسلم لیگ سے ہی بنائی ہوتی ۔ تاکہ آپس میں مل بیٹھ کر کوئی صحیح حل تلاش کر لیا جاتا ۔

رات کافی بھیگ چکی تھی ۔ سحر قریب تھی اور حضرت امیر شریعت بے تکان بولے جا رہے تھے ۔ کیا مجال کہ ایک متنفس بھی کہیں سے ہلا ہو ۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ جیتے جاگتے انسان نہیں بلکہ انسانی شکل وصورت کی مورتیاں پڑی ہوئی ہیں ۔ آخر میں حضرت امیر شریعت نے زوردار آواز میں کہا کہ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سنو !

میر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفاتِ دلِ دوستاں رہے نہ رہے

شاہ جیؒ کی پیش گوئی

یاد رکھو ! اگر آج تم باہم بیٹھ کر کوئی معاملہ طے کر لیتے تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہوتا ۔ تم الگ الگ رہ کر باہم شیر وشکر رہ سکتے تھے ۔ مگر تم نے اپنے تنازعہ کا انصاف فرنگی سے مانگا ہے اور وہ تم دونوں کے درمیان کبھی نہ ختم ہونے والا فساد ضرور برپا کر کے جائے گا ۔ جس سے تم دونوں کبھی چین سے نہیں بیٹھ سکو گے ۔ اور آئندہ بھی تمہارا آپس کا کوئی ایسا تنازعہ باہمی گفتگو سے کبھی بھی طے نہیں ہو سکے گا ۔

آج انگریز سامراج کے فیصلے سے تم تلواروں اور لاٹھیوں سے لڑو گے تو آنے والے کل کو توپ اور بندوق سے لڑو گے ۔ تمہاری اس نادانی اور من مانی سے اس برصغیر میں جو تباہی ہوگی ، عورت کی جو بے حرمتی ہوگی ، اخلاق اور شرافت کی تمام قدریں جس طرح پامال ہوں گی ، تم اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے ۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ یہاں وحشت و درندگی کا دور دورہ ہوگا ، بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہوگا ۔ انسانیت اور شرافت کا گلہ گھونٹ دیا جائے گا اور کسی کی عزت محفوظ نہیں ہوگی ۔ نہ مال ، نہ جان ، نہ ایمان اور اس سب کا ذمہ دار کون ہوگا ؟ تم دونوں ! کانگریس اور مسلم لیگ ، لیکن تم یہ سب کچھ نہیں دیکھ سکتے ۔ تمہاری آنکھوں پر تمہاری اپنی

خودغرضیوں اور ہوس پرستیوں نے پردے ڈال رکھے ہیں اور تم ایک ایسے شخص کی مانند ہو کہ جو عقل رکھتا ہے مگر صحیح سوچنے سے عاری ہے۔ کان ہیں مگر سن نہیں سکتا۔ آنکھیں ہیں مگر بصیرت چھن چکی ہے۔ اس کے سینے میں دل تو دھڑک رہا ہے مگر احساسات سے خالی محض گوشت و پوست کا ایک لوتھڑا۔

فَاِنَّهَا لَا تَعمَی الاَبصَارُ وَلٰکِن تَعمَی القُلُوبُ الَّتِی فِی الصُّدُورِ o

ابھی تقریر جاری تھی کہ صبح کی اذان کی آواز کانوں میں پڑی اور حضرت امیر شریعت نے دہلی والوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''دہلی والو! سن رکھو! میری یہ باتیں یاد رکھنا۔ حالات بتا رہے ہیں کہ اب زندگی میں جیتے جی پھر کبھی ملاقات نہ ہو سکے گی۔

اب تو جاتے ہیں مے کدے سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

حضرات یہ تھے وہ چند حقائق جن کو میں بغیر کسی تمہید کے کہنا چاہتا تھا۔ سو آج میں نے کہہ دیئے اور اب!

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

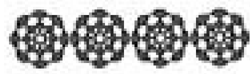
شاہ جیؒ اسٹیج سے رخصت ہوئے تو صبح کا اُجالا پھیل رہا تھا اور انسانوں کا ایک بے پناہ ہجوم گھروں کو واپس لوٹ رہا تھا۔ نوابزادہ نصر اللہ خان کا بیان ہے کہ:۔

''برطانوی مشن کے سربراہ لارڈ پیتھک لارنس اپنے وفد کے ہمراہ جلسہ گاہ کے باہر گھومتے رہے۔ وہ شاہ جیؒ کی تقریر کے سحر اور جلسہ کے تاثرات کا جائزہ لے کر چلے گئے۔ مگر اسٹیج پر نہیں آئے۔ ادھر مولانا ابوالکلام آزاد اپنی کوٹھی پر اس تاریخی جلسہ کی کاروائی سننے کے لئے بے تاب تھے۔

چونکہ وہ بھی برطانوی مشن سے مذاکرات میں مصروفیت کی بناء پر جلسہ میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ نمازِ فجر کے بعد میں اور چند احرار دوست مولانا ابوالکلام آزاد سے ملنے ان کی

کوٹھی پر گئے تو وہ صحن میں چہل قدمی کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر تجسس و اضطراب کے اثرات نمایاں تھے۔ ہم نے سلام عرض کیا تو مولانا کا پہلا سوال شاہ جی کی تقریر سے متعلق تھا۔ فرمانے لگے:۔

ہاں میرے بھائی! رات جلسہ کیسا رہا؟ میں تو اس کی روداد سننے کے لئے مضطرب تھا، شاہ جی نے کیا کہا؟ تفصیل عرض کی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور ایک دلنواز تبسم کی لہران کے چہرے پر پھیل گئی۔ اور ان کا چہرہ مسرت وانبساط سے تمتما اٹھا۔



پاکستان کے رہنماؤ......؟

اگر پاکستان کو صحیح معنوں میں اسلامی سلطنت بنا دیا گیا۔ تو یاد رکھو اسلامی سلطنت میں کوئی انسان دکھی نہ ہوگا۔ یہ سلطنت غیور اور بہادر مجاہدوں اور درویشوں کی بستی ہوگی۔ کوئی دشمن اسلام، پاکستان کی طرف آنکھ اٹھانے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ اسلامی پاکستان کے اندر مسائل اگر ہوں گے تو خود بخود ختم ہو جائیں گے اور مستقبل بھی پریشان کن نہ ہوگا۔ خدا یقیناً نیک نیتوں کی مدد کرتا ہے۔ بہتان طرازی سے پرہیز کرنا ورنہ خدا کے آگے جواب دہ ہوگے۔ عزت، ذلت، موت، حیات سب اللہ کے پاس ہیں۔ شیطان کو شکست دو اور اللہ کے فوجی بن جاؤ پھر دیکھو کیا ہوتا ہے۔ جھوٹے مزے یا جھوٹے وعدے کرسی اقتدار کے لئے مت کرنا۔ کرسی اقتدار ایک بہت ہی بے وفا محبوبہ ہے۔ مسکرا مسکرا کر ایسے انداز میں جھوٹ بولنے والے خوشامدی جو سچے دکھائی دیں، ہمیشہ جھوٹے اور خود غرض ہوتے ہیں۔ خدا ان سے پاکستان کو محفوظ رکھے۔

نواب افتخار حسین ممدوٹ سے گفتگو

1950ء، ملتان



شاہ جیؒ کی پیشگوئی پوری ثابت ہو رہی ہے

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے دہلی میں تقریر کے دوران پانچ باتوں کی نشاندہی کی:۔

(1) ادھر مشرقی پاکستان ہوگا۔ ادھر ایک ہزار میل کے فاصلے پر مغربی پاکستان ہوگا اور درمیان میں ہندو کی چالیس کروڑ آبادی ہوگی۔ وہ حکومت لالوں کی حکومت ہوگی۔ ہندو مکار ہے۔ وہ ہمیشہ پاکستان کو تنگ کرتا رہے گا۔

(2) آپ کی حالت یہ ہوگی کہ بوقتِ ضرورت مشرقی پاکستان، مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان، مشرقی پاکستان کی کوئی سی امداد کرنے سے قاصر ہوگا۔

(3) تمہارے دریاؤں کے پانی روک لئے جائیں گے اس طرح آپ کی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

(4) پاکستان میں چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان زمینداروں اور صنعت کاروں کے خاندان ہوں گے۔ جو اپنی من مانی کاروائیوں سے عوام الناس کو پریشان کریں گے۔ غریب کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ ان کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور غریب مزدور نانِ شبینہ کو ترس جائیں گے۔ اس کے نتیجہ میں امیر دن بدن امیر تر اور غریب دن بدن غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔

(5) تم دونوں (ہندو اور مسلمان) نے تقسیم کے وقت فرنگی سے اپنا انصاف مانگا

ہے۔ یاد رکھو! وہ تم دونوں کے درمیان کوئی نہ کوئی ایسا فساد ضرور پیدا کر جائے گا کہ تم دونوں قیامت تک چین سے نہیں رہ سکو گے۔ آج تلواروں اور لاٹھیوں سے لڑتے ہو، آنے والے کل کو توپ اور بندوق سے لڑو گے۔

بنا بریں شاہ جی کی قبل از وقت یہ دونوں باتیں (نمبر 1، نمبر 2) ان کی سیاسی بصیرت کی دلیل کہی جا سکتی ہیں۔

"کہ تمہارے دریاؤں کے پانی روک دیئے جائیں گے"۔ اس سلسلے میں دریاؤں کی پوزیشن سمجھ لینی چاہیے۔

(1) دریائے جہلم کشمیر کے "جل ارم" مقام سے نکل کر تریموں ہیڈ پر چناب سے ملتا ہے۔

(2) دریائے چناب کشمیر سے نکل کر سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات، سرگودھا، جھنگ اور مظفر گڑھ میں بہتا ہے۔

(3) دریائے راوی بھارت سے نکل کر لاہور، سیالکوٹ، شیخوپورہ، ساہیوال اور ملتان سے گزرتا ہے۔

(4) دریائے ستلج بھارت سے نکل کر پاکستان میں "قصور" کے مقام سے داخل ہوتا ہے اور پنجند پر جہلم اور راوی سے ملتا ہے۔

(5) دریائے بیاس بھارت سے نکل کر "قصور" کے مقام سے پاکستان میں داخل ہو کر پنجند پر جہلم، چناب اور راوی سے ملتا ہے۔

(یہ پانچوں دریا "مٹھن کوٹ" کے مقام پر دریائے سندھ سے ملتے ہیں۔)

تقسیم کے وقت جب دریاؤں کا مسئلہ زیر بحث آیا تو ان دنوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک انگریز مصنف مسٹر لیونارڈ موسلے اپنی کتاب "برطانوی راج کے آخری دن" میں لکھتا ہے:۔

"جس وقت لارڈ ریڈکلف پنجاب تقسیم کر رہے تھے، تو انہوں نے تجویز پیش کی تھی کہ پنجاب کے دریاؤں اور ان کے نہری نظام کو مشترک رکھا جائے۔

مسٹر محمد علی جناح اور پنڈت نہرو نے اس تجویز کی پرزور مخالفت کی مسٹر جناح نے ریڈکلف سے کہا، آپ اپنا کام کیجئے، پاکستان خواہ ریگستان بن جائے لیکن ہم نہری پانی کے لئے ہندوؤں کا احسان نہیں لیں گے۔ مسٹر نہرو نے ریڈکلف سے کہا کہ یہ ہندوستان کی مرضی ہے کہ وہ اپنے دریاؤں کو جس طرح چاہے استعمال کرے۔"[1]

پھر ہندوستان نے مختلف حیلے بہانوں سے دریائے چناب اور دریائے راوی کے رُخ کس طرح موڑ لئے، یہ کہانی اخبارات میں روزانہ پڑھنے کے لئے آتی رہی، جیسا کہ اخباری تراشے ذیل میں درج ہیں۔

بھارت سے نہری پانی کا جھگڑا

پاکستان بننے سے پہلے موجودہ علاقوں میں سے پنجاب اس اعتبار سے ترقی یافتہ تھا کہ یہاں نہروں کا نظام قائم کیا جا چکا تھا اور پانچ دریاؤں ستلج، بیاس، راوی، چناب اور جہلم پر مختلف بند باندھ کر نہریں نکالی گئی تھیں۔ پنجاب کی تقسیم کرنے والے باؤنڈری کمیشن کے سربراہ ریڈکلف نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ:۔

"مجھے یقین ہے کہ نہری پانی کے سلسلے میں دونوں حکومتیں جو معاہدہ بھی کریں گی اس میں اس امر کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھا جائے گا کہ ان نہروں کے ہیڈ ورکس کس ملک میں واقع ہیں۔"

اس سلسلے میں ایک ٹربونل بھی مقرر کیا گیا تاہم اپریل 1948ء میں مشرقی پنجاب کی حکومت نے ان تمام نہروں کا پانی بند کر دیا جو پاکستانی علاقے کو سیراب کرتی تھیں اور دعویٰ کیا کہ اس پانی پر تمام تر ہماری ملکیت ہے۔ اس مسئلے پر بھارت سے دوطرفہ مذاکرات بھی ہوئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ کیونکہ بھارتی حکومت اپنی ضد پر قائم رہی۔

اس سلسلے میں ورلڈ بنک کے صدر یوجین بلیک کے ساتھ معروف ماہر آب پاشی ولیم للنتھل کے منصوبے کے مطابق دونوں حکومتوں کو یہ تجویز پیش کی گئی کہ بھارت تین

1۔ ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی 13 رجنوری 1971ء

دریاؤں یعنی ستلج، بیاس اور راوی کے پانیوں سے مکمل فائدہ اٹھائے اور پاکستان کو اس کے بدلے کچھ رقم ادا کرے۔ جب کہ پاکستان چناب، سندھ اور جہلم کے پانیوں کو ذخیرہ کرے اور ان دریاؤں سے لنک نہریں نکال کر راوی اور ستلج میں ڈالی جائیں تاکہ ان میں پانی آسکے اور آگے نہروں کو دیا جا سکے۔ دونوں ملکوں کے مابین کئی برس تک اس قسم کے مختلف منصوبوں پر بحث جاری تھی حتیٰ کہ 1960ء میں جب کہ پاکستان میں ایوب خاں صدر اور چیف مارشل لاایڈمنسٹریٹر تھے، سندھ طاس کا معاہدہ طے پایا، جس پر پاکستان کی طرف سے ایوب خاں، بھارت کی طرف سے پنڈت نہرو اور ورلڈ بنک کی طرف سے اس کے نائب صدر نے دستخط کئے۔

سندھ طاس کا معاہدہ

اس معاہدے کی رو سے:۔

(1) ستلج، بیاس اور راوی کے دریاؤں کے پانی پر بھارت کے حقوق ملکیت تسلیم کر لئے گئے اور دس سال کے عرصے کے بعد یعنی مارچ 1970ء کے اختتام پر پاکستان کا ان کے پانی پر کسی طرح کا کوئی استحقاق باقی نہیں رہا۔

(2) چناب، جہلم اور سندھ کے پانیوں پر حکومت پاکستان کا تصرف تسلیم کیا گیا۔ البتہ ان دریاؤں کی بالائی گزرگاہوں میں جو بھارتی علاقوں میں واقع ہوں، یہ طے پایا کہ بھارت مخصوص مقاصد کے لئے ان سے محدود تعداد میں پانی لے سکتا ہے۔

(3) طے پایا کہ پاکستان ان علاقوں کی آب پاشی کے لئے جو 15 راگست 1947ء کو ستلج راوی اور بیاس کے پانی سے سیراب ہو رہے تھے، متبادل تعمیراتی منصوبے بنائے گا، جس میں نہریں اور ذخائر شامل ہوں گے۔ اس مقصد کے لئے بھارت، پاکستان کو 82 ملین سٹرلنگ پاؤنڈ ادا کرے گا۔

(4) دونوں ممالک اس معاہدے کے ضمن میں کسی قسم کی مزید بحث یا تصفیہ طلب مسئلے کے لئے کمیشن مقرر کریں گے۔

"ورلڈ بنک نے پاکستان کو متبادل منصوبوں کے لئے امداد کا وعدہ کیا۔"[1]

غریب کی زندگی اور امراء لوٹ گھسوٹ کے ذریعہ امیر تر ہو جائیں گے

"غریب کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ امراء ان کی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور غریب نانِ شبینہ کو ترس جائیں گے۔ اس کے نتیجے میں امیر دن بدن امیر اور غریب دن بدن غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔"

شاہ جی کے اس خدشہ کی تصدیق سٹیٹ بنک آف پاکستان کے گورنر نے 1964ء کو اپنی سالانہ رپورٹ میں ان الفاظ میں کی:۔

"عام طور پر شکایت پائی جاتی ہے کہ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔"[2]

تم دونوں نے فرنگی سے اپنا انصاف مانگا ہے۔ یاد رکھو آج اگر تلوار یا اینٹوں یا پتھروں سے لڑتے ہو تو آنے والے کل کو توپ اور بندوق سے لڑو گے۔

پہلے پہل 1923ء میں ملتان سے ہندو مسلم فساد شروع ہوا۔ اس میں فریقین نے اینٹ پتھر اور انڈے استعمال کئے تھے۔ اسی دور کی ایک پنجابی نظم کا مصرعہ اولیٰ یاد ہے۔

چل نی بھابھو اتاں
مُسلے آ گئے وچ بزار

"ماں! چھت پر چڑھ کر اینٹیں برساؤ کہ مسلمان بازار میں آ گئے ہیں"

پھر یہی فرقہ وارانہ لڑائی دستی بموں اور تلواروں تک آن پہنچی۔ تقسیم ہند کے جواز میں یہ بات بھی سننے میں آئی کہ ہندو مسلم فساد کو روکنے کا واحد ذریعہ ہندو، ہندوستان اور مسلم ہندوستان کی تقسیم ہے۔ لیکن جب برصغیر تقسیم ہو چکا تھا تو ہندو مسلمان پھر بھی لڑتے رہے۔ البتہ پہلے اینٹوں اور پتھروں سے لڑتے تھے۔ اب توپوں، بندوقوں اور ہوائی جہازوں سے لڑتے ہیں۔ شاہ جی نے درست کہا تھا۔ کہ آج تلواروں سے لڑتے ہو تو آنے والے کل کو توپوں اور بندوقوں سے لڑو گے۔ چنانچہ پاک بھارت جنگیں اس بات کا زندہ

---
1 نوائے وقت لاہور۔ 6 مارچ 1981ء ☆ 2 ہفت روزہ اخبار جہاں کراچی۔ 27 جنوری 1971ء

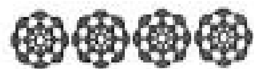
ثبوت ہیں۔ انگریز تم دونوں کے درمیان کوئی نہ کوئی ایسا فساد ضرور چھوڑ جائے گا کہ تم قیامت تک چین سے نہیں بیٹھ سکو گے۔

پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے چھپن برس گزر چکے۔ لیکن ریاست کشمیر کا قضیہ پاک بھارت کے درمیان ایک مستقل فساد کی صورت بن چکا ہے۔ اسے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی بددیانتی کہیئے، قادیانیوں کی سازش کہیئے یا ہندو کی سیاسی چال کہ یہ جھگڑا طے ہونے میں نہیں آتا۔ حالانکہ 3ر جون 1947ء کے اعلان میں گورداسپور پاکستان کے نقشے میں تھا۔ لیکن نہ جانے راتوں رات اس نقشے پر کس نے لکیر پھیر دی۔ بہر حال انگریز اور اس کی روحانی اولاد نے پاکستان اور بھارت کے درمیان فساد کی ایسی دیوار کھڑی کی ہے کہ برس ہا برس گزرنے پر بھی سکون نہیں۔ مستقبل کا مورخ شاہ جی کی تقریر پر کیا عنوان قائم کرے گا۔ یہ مستقبل کی بات ہے، مستقبل جانے۔ لیکن بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی باتیں عطاء الٰہی ہیں۔ شاہ جی کے ان الفاظ کی تائید میں مسلم لیگی رہنما مسٹر ممتاز محمد خان دولتانہ کے انٹرویو کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں، جو انہوں نے قومی ڈائجسٹ کے سالنامہ 1981 میں دیا:۔

"اگر اس ایوارڈ کی بجائے یہ صورت ہی ہو جاتی کہ ہندو اور مسلمان خود مل کر تقسیم کر لیتے تو شاید یہ بہتر ہوتا کہ ایسی صورت میں انگریز کا شر تو اس میں شامل نہ ہوتا۔"[1] (ص 45)

بقول علامہ اقبال کے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے[2]



---
1 قومی ڈائجسٹ سالنامہ 1981 ص 45 ☆ 2 "کاروانِ احرار" جلد ہفتم ص 132 تا 142 تلخ

غدار کون؟

شیخوپورہ 16 / اکتوبر 1949ء

مجلس احرار اسلام کی دو روزہ تبلیغی کانفرنس کا آخری اجلاس منعقد ہوا۔ تو سامعین کی تعداد بیس ہزار کے قریب تھی۔ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آبادیؒ کی صدارت میں جلسے کا آغاز قرآن پاک کی تلاوت سے ہوا۔ جناب عبدالرحیم جوہرؒ، جانباز مرزاؒ، سائیں محمد حیاتؒ اور سید امین گیلانی کی نظموں کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے اپنی تقریر کا آغاز کیا۔ یہ تقریر چار گھنٹہ تک جاری رہی اور بلاشبہ اسے فن خطابت کا شاہکار قرار دیا جاسکتا ہے۔ سامعین کا کہنا ہے کہ پورے چار سال بعد آپ نے ایسی تقریر فرمائی ہے۔ جس میں آپ کا روایتی انداز بیان پورے شباب پر تھا۔ اور چاند ستارے کان لگا کر سن رہے تھے کہ قرنِ اوّل کے کسی دکھے ہوئے انسان کی آواز آج کے معصیت کیش انسانوں میں کہاں گونج رہی ہے۔ شاہ جی کی تقریر دل کی گہرائی سے نکلا ہوا ایک پرسوز نغمہ تھی جس نے سامعین پر سحر کر دیا تھا۔

غدار کی تعریف

آپ کی تقریر کا موضوع تھا ''غدار کون''۔ آپ نے غدار کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہر وہ شخص جو ایک ملک میں رہ کر اپنی ذاتی اغراض کے لئے دوسرے ممالک سے ساز باز کرے اور اپنے ملک کو نقصان پہنچائے۔ وہ غدار ہے، اور کسی غدار کو یہ حق حاصل نہیں

کہ وہ لمحہ بھر کے لئے بھی پاکستان میں رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ میں پاکستان میں رہتا ہوا ہندوستانی حکومت کا وفادار ہوں تو آپ لوگوں کو حق حاصل ہے، کہ مجھے میری اولاد کو اور میرے ساتھیوں کو پھانسی کے تختوں پر لٹکا دیں، میں منافق نہیں کہ دل میں کچھ اور ہو، اور زبان سے کچھ اور کہوں، میرا ماضی گواہ ہے کہ میں نے جس راہِ عمل کو درست سمجھا، اس پر سختی سے جما رہا، مخالفت کی آندھیاں آئیں اور گزر گئیں، لیکن میں نے ایک بار جس چیز کو حق سمجھ لیا۔ پھر اس کا دامن نہیں چھوڑا۔

مسلم لیگ سے دیانت دارانہ اختلاف

میں مانتا ہوں کہ تقسیم ملک سے پہلے لیگ سے ہمارا دیانت دارانہ اختلاف تھا۔ لیگ کامیاب ہوئی اور ملک کا انقلاب، اس کی رائے کے مطابق آیا، ہم نے اعلان کر دیا کہ ملک کے سیاسی نقشہ میں لیگ جو رنگ و روغن چاہے بھر لے ہم تعرض نہیں کریں گے، البتہ ملک ڈیفنس کے معاملے میں ہماری جانیں حاضر ہیں۔ ہم نے اپنے تمام رضا کار آپ کو دے دیئے آپ جانتے ہیں رضا کار ہی میری عزیز ترین متاع ہیں۔

سیاسیات سے علیحدگی کا اعلان

اس کے باوجود حکومت نے ہمارے چوٹی کے دو رہنماؤں کو گرفتار کیا اور عرصہ تک انہیں نظر بند رکھا، میں نے اس وقت بھی دہلی دروازہ کے باہر اعلان کیا تھا۔ اگر شیخ حسام الدین اور مخدوم شاہ بنوریؒ مجرم ثابت ہوں تو حکومت کو اختیار ہے کہ وہ انہیں گولی سے اڑا دے، لیکن انہیں رہا کر کے ہمیں ہماری حکومت نے یہ سند دے دی، کہ ہمارے خلاف الزامات بے بنیاد تھے، میں آج پھر اعلان کرتا ہوں کہ ہمارا ملکی سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ میدان لیگ کے لئے ہے، ملک کی حفاظت کے لئے ہمارے گوشت و پوست حاضر ہیں ماؤں اور بہنوں کی عصمت کی نگرانی ہمارا فرض ہے یہ لیگ پر احسان نہیں ہم اپنا فرض سمجھ کر قومی رضا کاروں میں شامل ہوئے ہیں۔

قادیانی تاج برطانیہ کے وفادار

برادران عزیز! یہ تو مجلس احرار کی پوزیشن تھی، آیئے آج آپ کو ایسے گروہ کی نشاندہی کروں، جو ہمارے ملک میں رہتا ہوا بھی تاج برطانیہ کا وفادار ہے، اور برطانوی سلطنت کی حفاظت جس کا مذہبی فریضہ ہے، اور یہ گروہ ہے قادیانیوں کا، جن کے بانی مرزا غلام احمد کی تحریرات سے میں ابھی ثابت کروں گا کہ اس کا عقیدہ سلطنت برطانیہ کے بارے میں کیا ہے۔ تاج وتختِ ختم نبوت کے تحفظ کے بارے میں ہمارا ماضی گواہ ہے کہ ہم سراپا جہاد ہیں۔ ہمارا یہ ایمان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر ہے۔ اور اس کے کفر میں شک کرنے والے کا ایمان بھی ضائع ہو جاتا ہے۔ حیات مسیح اور ظلی بروزی نبیوں کی بحث بہت پرانی ہو چکی۔

قادیانیوں کے سیاسی عزائم

میں تو آج آپ کو یہ بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ دین کے ان لٹیروں کے سیاسی عزائم کیا ہیں، اور ان کی وفاداریاں کہاں کہاں بٹی ہوئی ہیں۔ مجھے کسی مرزائی سے ذاتی کد نہیں، کسی نے مجھے ذاتی نقصان نہیں پہنچایا۔ بات اصول کی ہے اور یہ بالکل واضح ہے کہ میں نے اپنی ساری زندگی انگریز کے خلاف جدوجہد میں گزاری، اور اس کی مخالفت میرا ایمان بن چکی ہے اور میرے ذہن کا کوئی گوشہ بھی ایک ثانیہ کے ہزارویں حصہ کے لئے اس پر آمادہ نہیں ہوسکتا کہ انگریز سے مصالحت کروں، یا انگریز کی دوست جماعت کو دوست بناؤں۔

انگریز کے حق میں پچاس الماریاں لکھیں

کیا مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' میں یہ نہیں لکھا۔

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید وحمایت میں گذرا ہے۔ اور ممانعتِ جہاد اور انگریزوں کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں اور اشتہارات شائع کئے اور وہ رسائل، کہ اگر وہ کتابیں اکٹھی کر لی جائیں تو ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی

ہیں۔'' (مفہوماً تبلیغ رسالت جلد ششم ص 69 مجموعہ اشتہارات ص 371)

''جو آرام ہمیں اس سلطنت میں حاصل ہے نہ مکہ معظمہ میں اور نہ مدینہ میں اور نہ ہی قسطنطنیہ میں مل سکتا ہے۔''

لیکن آج حکومت مرزائیوں کے اس ٹولے کی سرپرستی کر رہی ہے جس کا مذہبی عقیدہ ہے، کہ جہاد ممنوع ہے۔ ایک اور قادیانی ارشاد سنئے:۔

''ہم اس چیز کے گواہ ہیں کہ اسلام کی دوبارہ زندگی انگریزی سلطنت کے امن بخش سایہ سے پیدا ہوئی۔''

مسلمان بھائیو! ذرا اپنے ماضی کے اوراق کو پلٹو، گزرے ہوئے دنوں کو آواز دو۔ ان پر آج بھی ہمارے اجداد کے خون کے چھینٹے ہیں۔ معصوم عصمتوں کے جھلسے ہوئے داغ ہیں۔ اور وہ بھیانک قہقہے ہیں، جو 1857ء کی جنگ جیتنے کے بعد مسلمان کے خون سے بھرے ہوئے جاموں کو حلق میں انڈیلتے ہوئے انگریز نے لگائے تھے۔ ذرا ہندوستانی مسلمان کے تمدنی ارتقاء کی کڑیاں جوڑ کر دیکھو کہ انگریز کے منحوس سائے نے اسلام کی زندگی کو کس طرح مرجھا دیا، اور مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ اسلام کی زندگی ہی انگریزی سلطنت سے پیدا ہوئی۔ اور یہ بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔

اوّل درجے کا خیر خواہ تاج برطانیہ

مرزا قادیانی کا ارشاد ہے۔

''اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجے کا خیر خواہ سلطنت برطانیہ ہوں۔ کیوں مجھے تین باتوں نے خیر خواہ بنایا ہے:۔

اوّل:۔ والد مرحوم کے اثر نے۔

دوم:۔ گورنمنٹ برطانیہ کے احسانوں نے۔

سوم:۔ خدا تعالیٰ کے الہام نے''

(تلخیص ازالہ اوہام ص 949 حاشیہ روحانی خزائن ص نمبر 561 جلد نمبر 3)

مسلمانو! میں پوچھتا ہوں تمہاری غیرت آج کہاں ہے؟ کیا وحی اور الہام کی توہین نہیں کہ مرزا اپنے مذموم اغراض کے لئے انہیں استعمال کرے، اور پھر مرزا قادیانی ہمیں گورنمنٹ کے احسانات جتلاتے ہیں۔ انگریز کے ''احسانات'' پوچھتے ہیں تو وزیروں، مہمندیوں اور آفریدیوں کی بیوہ عورتوں سے پوچھو، جب وہ اپنے لٹے ہوئے سہاگوں کو یاد کر کے آہ بھرتی ہیں۔ قبائلیوں کے یتیم بچوں سے پوچھو جنہیں ماں باپ کی شفقت میسر نہ آسکی۔ 1936ء کے ایران سے پوچھو، اور ایران ہی کیوں دیارِ حرم کے ایک ایک چپے سے پوچھو۔ ریت کا ایک ایک ذرّہ گواہی دے گا کہ انگریز ہمارے بہت بڑے ''محسن'' ہیں۔ اگر انگریزوں کے ''احسانات'' گنوانے بیٹھوں تو شاید صبح کا موذن اذان کہہ دے اور میری داستان ادھوری کی ادھوری رہ جائے۔ مسلمانو! مرزا غلام احمد کے باپ نے بہادر شاہ ظفرؒ کو نہ بخشا اور اس کے قتل کے لئے پچاس سوار (مع گھوڑوں کے) دیئے۔

تفسیر قرآن میں بددیانتی اور الفاظ قرآن میں تحریف

مرزا نے لکھا ہے۔ جسمانی سلطنت میں بھی یہی خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے۔ کہ ایک قوم میں ایک امیر اور بادشاہ ہو اور خدا کی لعنت ہو ان لوگوں پر جو تفرقہ پسند کرتے ہیں، اور ایک امیر کے تحت حکم نہیں چلتے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

'' اَطِیْعُو اللّٰہَ وَاطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُم ''

(ضرورۃ الامام ص 23 خزائن نمبر 3 ص 493)

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ قرآن پاک میں کوئی آیت بھی ایسی نہیں جو اطیعواللہ سے شروع ہوئی ہو۔ قرآن پاک میں یوں آیا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُو الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ○

اور واضح مطلب ہے کہ اولوالامر انہی میں سے ہوگا، جو ایمان لائے ہیں لیکن مرزا کی بددیانتی ملاحظہ فرمایئے کہ اپنی تمام تصنیفات میں درسِ وفاداری دیتے ہوئے ہمیشہ اس آیت کریمہ کو اطیعواللہ ہی سے لکھا ہے۔ میرے بزرگو! مجھے بتاؤ میں کیا کروں۔ میرے

نانا حسینؓ ابن علی (رضی اللہ عنہما) نے تو یزید ابن معاویہؓ کی حکومت کو بھی نہ مانا، تو آج انگریز کی سلطنت کو کیسے مان لوں۔ خدا کی قسم اگر خدا نے رسول اکرم ﷺ کے بعد نبوت ودیعت کرنی ہوتی تو حسینؓ کے گھر ہوتی جسے نبوت کے لب چوما کرتے تھے اور حقیقت میں انہیں نبوت کے لبوں کے ذریعہ خدا پیار کیا کرتا تھا۔

ایک انوکھی توجیہ

بناوٹی نبی ایک اور جگہ لکھتا ہے۔

''اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ'' اور روحانی طور پر امام الزمان ہے اور جسمانی طور پر جو شخص ہمارے مقاصد کا مخالف نہ ہو، اور اس سے مذہبی فائدہ ہمیں حاصل ہو سکے وہ ہم میں سے ہے۔'' (ضرورۃ الامام ص 23 خزائن نمبر 13 ص 493)

کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر ہندوستان میں نہروان کی مخالفت نہ کرے تو انہی میں سے ہے اور اگر چرچل سے کوئی فائدہ پہنچے تو وہ بھی انہی میں سے ہے تو میرے بزرگو! قوم کو سمجھاؤ کہ ایسے معجون مرکب ٹولے کے ساتھ مل کر کیا حشر ہوگا، اور یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔

انگریز کے لئے تعویذ

مرزا قادیانی ''نورالحق'' میں لکھتے ہیں۔

'' میں انگریز کے لئے بطور ایک تعویذ کے ہوں جو پناہ دے، اور خدا نے مجھے بشارت دی ہے، اور خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ پہنچاوے اور تو ان میں ہووے''

ان باتوں کو سن کر فیصلہ آپ کریں کہ جس کا عقیدہ یہ ہو وہ پاکستان کا وفادار کیسے ہو سکتا ہے؟ (خطبات امیر شریعتؒ مرتبہ جانباز مرزا مرحوم ص 137 تا ص 142)



ختم نبوت کی حفاظت

جنوری ۱۹۵۰ء میں ساہیوال (منٹگمری) میں خطاب کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

کافی عرصہ کے بعد اس علاقہ میں آنے کا اتفاق ہوا ہے۔ لیکن اس صورت میں حاضر ہوا ہوں کہ توانا و تندرست نہیں۔ ۱۳؍ دسمبر ۱۹۴۹ء کو حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کا انتقال ہوا۔ اُسی دن میں بہاولپور اترا۔ اچانک یہ خبر ملی۔ اس تکلیف و پریشانی کو باوجود اس بات کے کہ میں بیان کی عادت رکھتا ہوں' بیان کرنے سے عاجز ہوں۔ دل کو دھکا سا لگا۔ زبان رک گئی' قدم لڑکھڑانے لگے' سنبھل کر سٹیشن سے باہر نکلا اور وہاں پہنچا۔ اُن کے شاگرد مولانا بدر عالم میرٹھی پاس کھڑے تھے۔ میں نے کہا اگر اجازت ہو تو ان کا منہ دیکھ لوں؟ انہوں نے ایک تیر سینے میں پیوست کر دیا' کہ آپ کے تو سبھی کچھ ہیں دیکھ لیں۔ میں بالکل زخمی ہو گیا۔ مولانا نے چہرے سے پردہ ہٹایا۔ چہرے سے یوں معلوم ہوتے جیسا کہ نیند کر رہے ہیں مرے نہیں۔ اگر کفن نہ ہوتا تو میں ابھی بھی یہی سمجھتا کہ زندہ سو رہے ہیں۔ اس وقت رقت طاری ہو گئی اور آج تک میں اُٹھ نہیں سکتا۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ بردبار تھے

مولانا بزرگ تھے، استاد تھے، اساتذہ کے اُستاد۔ میرے ان کے بہت اچھے تعلقات۔ اُن کی شفقت تھی' محبت تھی۔ ان کی خوبیاں بیان سے باہر ہیں۔ میں نے علم کے ساتھ حلم بہت کم دیکھا ہے' مولانا انتہائی بردبار تھے۔ ان کی صدارت میں' ان کی تردید میں مَیں نے تین تین گھنٹے تقریر کی اور جب ختم کرتا مجھے گلے سے لگا لیتے۔ ان کی وفات نے مجھے نڈھال کر دیا ہے۔ اب یہاں میں آیا نہیں لایا گیا ہوں جماعت کا حکم ہے میں سر تسلیم خم کرتا ہوں۔

مرزائیت اُستروں کی مالا

آپ کل سے جو بحث یہاں سُن رہے ہیں' جو باتیں ہو رہی ہیں وہ اصل نہیں۔ یہ کیا بحث چھڑ گئی ہے کہ سچا تھا' جھوٹا تھا' نبی تھا نہیں تھا' عیسیٰ تھا مہدی تھا' مجدد تھا۔ ایسا تھا ویسا تھا۔ گڑ کے یا مٹی کے ڈھیلے تھے۔ بانوتھی سردی تھی' یہ باتیں میری سمجھ میں تو نہیں آتیں۔ یہ ایک مصیبت کا ہار ہے۔ استروں کی مالا ہے جو گلے میں پڑ گئی ہے۔ یہاں سیرت کا قصہ ہے' سیرت النبی (ﷺ) کا جلسہ ہے۔ اور ایسی باتیں؟ مجھے تو مرزا غلام احمد کی طرز تحریر سے ہی متلی آنے لگتی ہے۔ یہ نبی کا کلام ہے۔ ایک طرف میں قرآن پڑھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ارتقا کی فضا میں چڑھ رہا ہوں' جوامع الکلم کا کلام ایک لفظ پڑھتا ہوں تو معانی کے صحرا اور بحرِ ناپید کنار سامنے آجاتے ہیں۔ فقہائے کرام کی سمجھ کو دیکھتا ہوں کس طرح حضور ﷺ کی بات کے ساتھ کان لگا کر سمجھاتے۔ اور ایک یہ آیا ہے گورداسپور کی پچاس الماریوں والا۔

نا دیدنی کی دید سے ہوتا ہے خونِ دل
بے دست و پا کو دیدۂ بینا نہ چاہیے

یہ الگ ہے کہ سچا تھا یا جھوٹا' یہ تو چیز بالکل بے معنی ہے۔ فرض کر لو اگر وہ سچا ہوتا اور نبوت کا دعویٰ کرتا تو کیا ہم مان لیتے؟ غلام احمد کیا اگر نبی کا نواسا حسینؓ بھی نبوت کا دعویٰ کرتا' حضرت فاطمہؓ نبوت کا دعویٰ کرتیں تو ہم نہ مانتے۔ جو کوئی بھی نبی بن کر آیا ہے' ہم پوچھتے ہیں جو تمہارے پاس ہے سامنے لاؤ۔ اور جب ہمارے پاس اس سے بہتر موجود ہے تو ہم کو اس کی کیا ضرورت ہے؟

آپ کا پیغام پوری انسانیت کیلئے

مذہب کے دو مقاصد ہیں۔ دنیا میں عزت......اور......آخرت میں عزت۔ حضور نبی اکرم ﷺ کسی قوم' کسی بستی' کسی قریہ' کسی ملک کے لئے مخصوص کر کے نہیں بھیجے گئے تھے۔ ساری عالم انسانی کے لئے آپ حق تعالیٰ کا آخری اور مکمل پیغام لے کر آئے۔ قرآن کریم سے ایک سو سے زائد آیات اس بات کے لئے میں پیش کر سکتا ہوں۔

ہر جگہ آپ کو تمام عالم انسانی' کل انسانوں کے لئے ہادی بتلایا گیا ہے۔ اور حضرت مولانا

محمد قاسم (نانوتویؒ) فرماتے ہیں کہ اگر زمین کے علاوہ اور کسی کرّے' سیارے' ستارے پر بھی زندگی ہے تو خاتم النبیین ﷺ ان کے لئے بھی ہادی ورسول ہیں۔

نبی کسی انسان کا شاگرد اور مصنف نہیں ہوتا

سیدنا آدم (علیہ السلام) سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک آپ کوئی نبی پڑھا لکھا نہیں پائیں گے۔ اور دنیا میں کوئی پڑھا لکھا نبی ہو سکتا ہی نہیں۔ کیونکہ جو کسی کا شاگرد بنے گا' اس کے استاد کا درجہ بہرحال اس سے بلند ہوگا۔ اور نہ ہی کوئی نبی کبھی مصنف ہوا ہے کیونکہ نبی خدا کا کلام سنانے آتا ہے اپنی کتابیں لکھنے نہیں آتا۔ مگر یہاں ایک کتب فروش نبی آیا' اول تو پانچویں فیل پھر کہا کہ میں براہین احمدیہ کے نام سے پچاس کتابیں لکھوں گا۔ اور لوگوں سے پچاس کتابوں کی قیمت پہلے ہی وصول کرلی۔ بعد میں پانچ ہی لکھ کر ختم کر دیں اور کہا پانچ اور پچاس میں فرق صرف صفر ہی کا تو ہے۔

دنیا میں انبیاء علیہم السلام آتے رہے سینکڑوں نہیں ہزاروں آئے۔ اپنی اپنی باری' اپنے اپنے وقت میں گزرتے گئے۔ اور اس طرح چلتے چلاتے جب باری آمنہ کے لعل ﷺ کی آئی تو فرمادیا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ.

اور یہی ختم نبوت تھی' جس کی حفاظت کیلئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے مسیلمہ کذاب کے مقابلے میں نبوت کی گود میں پلے ہوئے بارہ سو اصحاب شہید کروا ڈالے۔ اور پھر جب آمنہ کے لعل ﷺ پر نعمت تمام ہو چکی۔ آخری پیغام جو کہ دنیا کو دینا تھا' دے دیا تو فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۝ (المائدہ:)

اس پیغام کے بعد اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ کونسی فلاح ہے' وہ کونسی ضرورت ہے جس کے لئے ہم نیا نبی بنائیں؟ اور وہ کونسا مسئلہ ہے جسے اسلام حل کرنے سے معذور ہے اور غلام احمد اس کا حل لے کر آیا ہے؟

آخر میں مَیں صرف اتنا ہی کہوں گا کہ اگر غلام احمد کی نبوت کی تبلیغ جرم نہیں تو محمد عربی ﷺ کی ختم نبوت کے بیان سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا ہے اور اگر کسی نے روکنا چاہا تو مجھے انجام کے فکر کی ضرورت نہ ہوگی۔ (روزنامہ آزاد لاہور)

الیکشن میں قادیانیوں کی شکست پر یوم تشکر

لاہور مئی 1950

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ رات کے ساڑھے بارہ بجے نعرہ تکبیر تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد، پاکستان زندہ باد، امیر شریعت زندہ باد، کے فلک شگاف نعروں کے درمیان تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ آپ نے دلآویز دولگداز انداز میں خطبہ مسنونہ ارشاد فرمایا۔ جو کانوں سے اتر کر قلب ونظر کی پہنائیوں میں سمو گیا۔ تقریر کا آغاز کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

ہمارا نصب العین

اعلان کیا گیا تھا کہ یوم تشکر منایا جائے گا۔ لیکن میجر نذیر کی گرفتاری نے میرے دل و دماغ میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا ہے۔ اور میں تفکر کے بحر محیط میں غرق ہو کر رہ گیا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ یہ سارا سلسلہ کیا ہے۔ اور ہمیں سرزمین پاک میں عزت و آبرو کے ساتھ زندہ رہنا ہے۔ اس کے باوجود ہمارا صرف نصب العین یہ ہے کہ اس ملک میں ہمیں نبوت اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے۔ سچ پوچھو تو ہماری عزت، ہماری بہو بیٹیوں کی عزت، ہماری جان، ہمارا مال، حتیٰ کہ ہمارا اسلام اسی وقت تک محفوظ رہ سکتا ہے۔ جب پاکستان اندرونی اور ہر قسم کے خطرات سے بے نیاز ہو کر انتشار پیدا کرنے والوں کا قلع قمع کیا جائے۔ ہمارا دوسروں سے ہمیشہ نظریاتی تصادم رہا ہے۔ اور ہم نے اپنی بصیرت کی روشنی میں دیانت اور ایمانداری کے ساتھ پاکستان کی مخالفت کی ہم نے کبھی منافقانہ رنگ اختیار نہیں کیا۔

ہم نے جو سمجھا وہ کہا۔ میں نے ہمیشہ کہا اور آج پھر کہتا ہوں کہ میں نے پوری قوت سے پاکستان کی مخالفت کی۔ دیانتداری سے کی کیوں کہ ہم ایسا ہی سمجھتے تھے۔ قوم نے ہمارے خلاف فیصلہ دیا۔ ہمارا تصادم دشمنانِ پاکستان سے ہے اور میں انتشار پسندوں کو وارننگ دینا چاہتا ہوں کہ ان کا تصادم صرف لیاقت علی خاں[1] سے نہیں بلکہ بخاری اور اس کی پوری جماعت سے ہے۔ اور میں دشمنانِ وطن عناصر سے ٹکرا جانے میں پہل کرنے میں اپنی سعادت سمجھوں گا۔ اور اس باطل قوت کو جو آج بھی پاکستان کا نمک کھاتے ہوئے پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قابض رہ کر بھی پاکستان کو ختم کرنے کا خواب دیکھ رہی ہے، سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ بخاری اپنی نہیں بلکہ اپنے ہزاروں رضا کاروں کی جان دے کر بھی پاکستان کو مضبوط بنانا فخر سمجھتا ہے۔ کسی فرد یا جماعت کی زندگی ملک اور ملت کے مفاد پر قربان کی جاسکتی ہے۔

یوم تشکر نہیں یوم تفکر

مسلمانانِ پنجاب نے اپنی رائے واضح کر دی ہے کہ مرزائیوں کا مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پنجاب اسمبلی کے انتخابات میں دس نشستوں سے مرزائی اُمیدوار کھڑے ہوئے۔ لیکن ان کے خود ساختہ پیغمبر کی دعاؤں، قوت، اسلحہ اور روپیہ کی فراوانی کے باوجود انہیں منہ کی کھانی پڑی اور آج رائے عامہ کی اس خوشی میں آپ یوم تشکر منا رہے ہیں۔ مگر میں اسے یوم تفکر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ ہمیں آج ایسے ناپاک عنصر کے وجود پر غور وفکر کرنا ہے۔ جو پاکستان کے لئے عظیم خطرے کا موجب بن رہا ہے۔ جن افراد نے ہمارے آقا و مولیٰ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس پر ہاتھ ڈالنے سے احتراز نہیں کیا۔ قائداعظم کی میراث پاکستان سے کیا ہمدردی ہوسکتی ہے؟ فرقہ مرزائیہ کبھی سرزمین پاک کا وفادار نہیں ہو

1 نوابزادہ لیاقت علی خاں تحریک پاکستان کے قائدین اور مسلم لیگ کے بانیوں میں سے تھے اور پاکستان سے وزیر اعظم بنے لیاقت پارک راولپنڈی میں جلسہ عام سے خطاب کرنے کے لئے کھڑے ہوئے کہ گینترے نامی قادیانی نے گولی مار کر شہید کر دیا یکم اکتوبر ۱۸۹۱ء کو کرنال میں پیدا ہوئے ۱۶/اکتوبر ۱۹۵۱ء کو شہید ہوئے مزار قائد کراچی میں مدفون ہیں۔

سکتا۔ ان کی اندرونی اور خفیہ سرگرمیاں بے حد تجاوز کر رہی ہیں۔ اس خطرے کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ جس خطرے کا پوری دلیری اور جرات کے ساتھ سدباب ضروری ہے میں لیاقت علی خاں کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ اس خطرناک فرقے کی سرگرمیوں کا بے خوفی سے قلع قمع کریں ہم وزیر اعظم کے ساتھ ہیں اور میں انہیں ایک لاکھ جانباز مسلم لیگی کارکن حکومت کا کاروبار چلانے کے لئے پیش کرسکتا ہوں۔

قادیانیت کا مقصد ملت اسلامیہ سے غداری

کون جانتا تھا کہ اتنی قربانیوں سے حاصل کئے ہوئے وطن میں ایک ایسا عنصر خطرناک سرگرمیوں میں لگ جائے گا۔ جس کا مقصد ملت اسلامیہ سے غداری کر کے پاکستانی قوم کے ناموس پر ڈاکہ ڈالنا اور اس پاک سرزمین پر اپنی ناپاک حکومت قائم کر کے پاکستان کی بنیادیں کھوکھلی کرنا ہوگا۔ کون جانتا ہے کہ اس سازش میں کون کون ملوث ہیں؟ مگر اس کا جواب وقت ہی دے گا۔ اور اس کے ساتھ ہی انتباہ کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر ایسی وطن دشمن شخصیتوں پر جرأت کے ساتھ ہاتھ نہ ڈالا گیا تو میری قوم مستقبل قریب میں ایک اور خوفناک آزمائش میں مبتلا ہوجائے گی۔

میں اکابر ملت اور عمائدین حکومت کو بروقت انتباہ کرتا ہوں کہ جس ملک کے نمک حرام قائداعظم کا نمک حلال نہ کر سکے۔ جو لوگ آقا و مولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار نہ بن سکے اور قائداعظم کی زندگی میں انہیں مسلمان تسلیم نہ کرتے رہے ان کی نمک حرامی کو کس طرح معاف کیا جاسکتا ہے۔ ان کو پالنا سانپوں کو چلوؤں دودھ پلانا ہے۔ فرقہ ضالہ مرزائیہ پاکستان میں اپنی جداگانہ حکومت کے خواب ہی نہیں دیکھ رہا۔ بلکہ اس فرقے کے وارث موسیو بشیر ربوہ میں خاصی خود مختار حکومت قائم کئے بیٹھا ہے اور عملاً برملا مطالبہ کر رہا ہے کہ اسے قادیانیوں کا الگ صوبہ بنا دیا جائے۔ مگر حکومت خاموش ہے۔ میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ بشیر نے ربوہ میں اپنی ریاست نہیں بنا رکھی؟ اور کیا کوئی مسلمان ربوہ میں زمین خرید سکتا ہے۔ مکان بنا کر رہ سکتا ہے؟ ربوہ میں موسیو بشیر کے اپنے تھانے ہیں۔ اپنی پولیس ہے، اپنی

عدالتیں ہیں۔ میں پوچھتا ہوں اس متوازی حکومت کی آزادی کس قانون کے ماتحت جائز ہے۔اس متوازی حکومت کی پشت پر کون ہے۔ مرزائیوں کو یہ خوفناک آزادی اور مراعات کس بناء پر حاصل ہیں کیا یہ سارا کارخانہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے تحت نہیں چل رہا۔ مرزائیوں نے احرار کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم جاری رکھنے کے لئے لاکھوں روپے کا کاغذ اکٹھا خرید لیا ہے۔ 75 ہزار روپے کا کاغذ اب تک استعمال ہو چکا ہے۔ تا کہ یہ لوگ اپنی ریشہ دوانیوں اور کارستانیوں پر پردہ ڈال سکیں، مگر وقت آ گیا ہے کہ ضرورت ان کاغذی پردوں کو پھاڑ کے رکھ دے گی۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ میں کذاب نبوت کھڑا کرنے والی قوم کبھی تا دیر کامیاب نہیں رہ سکتی ہیں ان گستاخوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ رب ذوالجلال اپنے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کا خوفناک انتقام لینے والا ہے۔

اس خطرناک فرقہ کے خطرناک عزائم کا تختہ الٹنے کا وقت آ رہا ہے۔ میں حکومت کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ ملک کو بچانے کے لئے غداروں اور سازشیوں کے سوتوں کو بند کرنے کی بجائے ان کے دہانے اور منبع پر ایسا پتھر رکھ دے کہ آئندہ ایسے طوفان اٹھ نہ سکیں۔ جن سے ملک کی سالمیت اور آزادی کے حق میں خطرہ پیدا ہو جائے، میں پوچھتا ہوں کہ جب کوئی سرکاری مرزائی اہلکار اور چپڑاسی سے لے کر بڑے سے بڑے مرزائی افسر تک مرزا محمود سے آشیرباد لئے بغیر زبان تک نہیں ہلا سکتا تو کیا وجہ ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود کی سرگرمیوں کی پڑتال اور اس کی گرفتاری سے حکومت کو ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔ میں ہر مرزائی کو مسلمانوں اور ان کے وطن کے پے در پے تخریب دیکھ کر بھی بے گناہ سمجھتا ہوں۔ میں تو صرف بشیر الدین کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ اسے اس قدر لامحدود آزادی کیوں حاصل ہے؟ اس پر اس قدر لطف و کرم کیوں ہے؟ میں خان لیاقت علی خاں سے پوچھتا ہوں کہ بشیر پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت کیوں نہیں کرتے؟ ہم خان لیاقت علی کے ساتھ ہیں۔ بخاری وطن کی آبرو پر خان لیاقت علی خاں کے ساتھ جان دے گا، یہ وقت بہت نازک ہے۔ میں وزیر اعظم پاکستان کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ مجھے اپنا لیفٹیننٹ پائیں گے۔ اگر میں نے ممدوٹ کو تارا سنگھ کی کرپان کا شکار نہیں ہونے دیا تو خان لیاقت کو مرزا بشیر کے ہاتھوں مرتا بھی نہیں دیکھوں گا۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ:۔

(1) ربوہ کی خود مختار ریاست پر چھاپہ ماریئے اس اسی ہزار ایکڑ رقبے کے ایک ایک مربعہ فٹ میں ہزاروں فتنے مدفون ہیں۔ ہزاروں سازشیں ہیں۔ خطرناک منصوبے ہیں۔ ملتِ اسلامیہ کی تخریب کے سامان ہیں۔ آج رات کو اس تقریر کے بعد بہت سے ثبوت نیست و نابود کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن حکومت اب بھی راتوں رات چھاپے مارے تو اسے بہت کچھ مل سکتا ہے۔

(2) مرزائی افسروں کے دفتروں کی تلاشیاں لی جائیں اور دیکھا جائے کہ انہوں نے کس طرح امپورٹ اور ایکسپورٹ شروع کر رکھے ہیں۔

(3) ذرا بشیر الدین کی ڈاک پر سنسر بٹھایا جائے اور جب انہیں معلوم ہوگا کہ وہ کن سرگرمیوں اور سازشوں میں مصروف کار ہے، میں حکومت کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اسے میرے بیان کی صداقت پر شبہ ہے تو وہ بے شک مجھ پر مقدمہ چلائے۔ میں انشاء اللہ اس بیان کا ایک ایک لفظ مبنی بر حقیقت ثابت کر دکھاؤں گا میں خان لیاقت علی کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ حکومت سے مرزائی عنصر کو خارج کر دے تو میں وطن کی سالمیت کے لئے انہیں ایک لاکھ مسلم لیگی کارکن دے سکتا ہوں۔ خدارا ان دشمنان دین و ملت پر حکومت کے دروازے بند کر دو۔ خربوزوں کی کھیتی سے گیدڑ کو دور رکھنے کے لئے اونٹ رکھوالا رکھنا دانشمندی نہیں ہے۔ میں یہ سب کچھ اشتعال انگیزی کے لئے نہیں کہہ رہا۔ بلکہ احتیاط کے لئے کہہ رہا ہوں۔ وقت کا نعرہ احتیاط ہے۔ وقت کی نبض سنبھلنے کا انتباہ کر رہی ہیں، ہم اپنے ہاتھ سے کچھ نہیں کرنا چاہتے۔ اگر ہم چاہتے تو بہت کچھ کر سکتے تھے۔ مگر ہم قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا نہیں چاہتے اور حکومت وقت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہوش کرے۔

حکومت سے ہمیں لاکھ اختلاف سہی مگر وطن کی سالمیت اور آزادی کے تحفظ کے لئے ہم قلب و نظر کی اجتماعی قوت کے ساتھ ان کے ساتھ ہیں۔ باہمی اختلاف آہستہ آہستہ ختم ہو جائیں گے۔ کچھ ہم جھکیں گے کچھ حکومت مگر ہم موجودہ نازک وقت میں حکومت کو تنہا نہیں

چھوڑ سکتے ہم حکومت کے حامی اور ساتھ ہیں اس کے سپاہی ہیں اور میں اس سرزمین پاک کے تحفظ و بقاء کے لئے لیاقت کا سب سے بڑا مدد و معاون ہوں۔ میری زندگی تک لیاقت کے حضور اس مقصد کے لئے حاضر ہیں۔ میں انہی سے پوچھتا ہوں کہ آج تک سر ظفر اللہ خاں فلسطین کیوں نہیں گئے۔ کیا اس لئے کہ مرزا بشیر الدین نے ابھی تک اشیر باد نہیں دی۔ خدارا ان باریکیوں کو جواب واضح حقیقتیں بنتی جا رہی ہیں نظر انداز نہ کیجیے۔ جب تک نظم و نسق میں ایک بھی مرزائی کا وجود باقی ہے ملک کے اندر خطرے اور سازشیں ختم نہیں ہوسکتیں۔ ہم پر اعتماد کیجئے اور ہمارا اعتماد حاصل کیجئے۔

ملک کی حرمت و عظمت کے لئے احرار رضا کار مٹنے کے لئے تیار

پاکستان کا ایک ایک احرار رضا کار ملک کی حرمت و عظمت پر کٹ مرنے کے لئے حاضر ہے۔ ہم ہر محاذ پر مجاہدانہ جنگ لڑیں گے۔ ہماری عمریں جہاد میں گذری ہیں۔ حکومت ہمیں وفادار مجاہد پائے گی۔ میں آج ایک لاکھ کے اجتماع میں جو پورے پنجاب کا نمائندہ ہے حکومت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ میری آواز کا احترام کر کے پنجاب کو ان طاغوتی چوہوں ان سازشیوں اور دشمنان دین و وطن سے نجات دلائے ہمارے اور بھی مطالبات ہیں مگر وہ ہم کسی دوسرے وقت میں پیش کریں گے اس وقت ہم ملک کے تحفظ کے پیش نظر کسی قسم کا خلفشار اور بدمزدگی نہیں چاہتے۔ ہم حکومت کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور بہادروں کی طرح اپنی جانیں تک پیش کرتے ہیں اور حکومت سے کہتے ہیں کہ آؤ تم بھی بہادروں کی طرح آگے بڑھو ہم اور تم مل کر ملک کو سازشی اور فاسد عنصر سے پاک کر کے قائد اعظم کی امانت دنیا کی سب سے بڑی مسلمانوں کی مملکت کو مستحکم اور مضبوط بنا دیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خطبات امیر شریعتؒ ص 48 تا ص 53

مسلمان اور مرزائی

نومبر ۱۹۵۰ء میں ملتان میں تقریر کرتے ہوئے خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے فرمایا:

برادرانِ محترم و معزز خواتین!

میں اس وقت تقریر کرنے کی غرض سے سٹیج پر نہیں آیا بلکہ پاکستان کی مختلف جماعتیں جس طرح اپنے مطالبات پیش کرتی ہیں اسی طرح مجھے بھی آج اپنا ایک آئینی مطالبہ پیش کرنا ہے۔

ایک واقعہ

۱۹۳۴ء کا واقعہ ہے کہ مجلس احرار اسلام نے ارضِ ملعونہ قادیان میں ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلہ میں اخبارات میں اعلان اور مختلف اشتہارات شائع کر کے عوام الناس کو مطلع کر دیا گیا۔ کانفرنس کی تیاریاں عروج پر تھیں اس میں شرکت کے لئے ارضِ ہند کے گوشے گوشے سے علماء جوق در جوق آرہے تھے۔ مرزائیوں نے اپنے آقایانِ ولیِ نعمت کی چوکھٹ پہ جبہ سائی کی اور گورنر نے حکماً قادیان میں کانفرنس پر قدغن عائد کر دی۔ نتیجۃً کانفرنس کو روکنے کے لئے فوج طلب کی گئی۔ پولیس افسران پہنچے اور سول ٹاؤن قادیان میں سخت پہرہ بٹھا دیا گیا۔ اب حدودِ قادیان کی پیمائش شروع ہوئی، مجھے خوب یاد ہے کہ باقاعدہ فیتہ سے اس زمین کی پیمائش کی گئی کہ تم قادیان کی سرزمین سے اتنے فٹ اتنے انچ باہر رہو۔ میں کھڑا تھا اور زمین ناپی جا رہی تھی۔

کانفرنس روک دی گئی تھی' انتظامات جوں کے توں رہ گئے۔ یہ معاملہ ہمارے ساتھ اس وقت پیش نہیں آیا جب۔ قادیان میں مرزائیوں کے ماسوا کوئی مسلمان اقامت پذیر نہ ہو سکتا تھا۔ بلکہ یہ ان دنوں کی بات ہے جب قادیان میں ہزاروں مسلمان اور ہندو اقامت گزیں ہو چکے تھے۔ دوسری مذہبی قومیں بھی تھیں اور مرزا غلام احمد کے خوش پوش سفلے بھی آباد تھے۔

قادیان میں مسلمانوں کی مملوکہ زرعی زمین اور سکونت کے مکانات بھی تھے۔ جہاں تک مسلم آبادی کے صحیح اعداد و شمار کا تعلق ہے وہ تعداد تو مجھے صحیح یاد نہیں البتہ اتنا ضرور تھا کہ تین ہزار کے قریب مسلمان حدودِ قادیان میں آباد تھے۔ یہ تین ہزار مسلمان جو قادیان کی حدود میں آباد تھے وہ اگر اپنی مذہبی تعلیم و تبلیغ کے سلسلہ میں اپنا کوئی جلسہ کرنا چاہیں تو انہیں اجازت نہ تھی کہ وہ جلسہ کر سکیں۔ اِس کے برعکس مرزائیوں کی کل آبادی چھ ہزار کے لگ بھگ تھی یعنی وہ اکثریت تھے اور مسلمان اقلیت۔ غرض کہ انگریز نے اپنی روحانی اولاد کے مسکنوں کے قرب و جوار میں ہمیں جلسہ کرنے کی کبھی اجازت نہ دی۔ یہ صرف قادیان پر ہی موقوف نہ تھا بلکہ جہاں بھی مرزائیوں کی معمولی آبادی ہوتی کیا مجال جو کسی مسلمان عالم کو وہاں جا کر فرنگی راج میں اظہارِ خیال کی اجازت ہو۔ انہوں نے گورداسپور ضلع کے کسی دیہات میں بھی مسلمانوں کا جلسہ نہ ہونے دیا۔

حضرات! یہ ایک آئینی بات ہے' جب کوئی مسلمان اُن مقامات پر جہاں مرزائیوں کی آبادی ہے اپنا مذہبی و تبلیغی فریضہ ادا کرنے میں مختار و مجاز نہیں تو پھر مرزائیوں کو کیوں کر یہ حق حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ بدترین اقلیت ہوتے ہوئے ملتِ اسلامیہ کی قربانیوں سے حاصل کئے ہوئے مسلم ملک میں شہروں' قصبوں' دیہاتوں میں جا کر کفر و ارتداد کی تبلیغ کریں؟ جس طرح مرزائیوں کے مربی فرنگی نے مستبدانہ اقتدار میں ہماری تبلیغ و تقریر پر قدغن عائد کر کے ہمیں پابند کر دیا تھا' اسی طرح ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم اپنی اِس پاک سرزمین پر ان کے دجل و فریب سے مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچائیں۔ انہیں برملا ٹوکیں اور روکیں۔ ہر جگہ ان کے جلسے بند کر دیں۔ قادیان کا کوئی مسلمان بتا سکتا ہے کہ وہاں اس نے کسی مسلمان کی دوکان سے دودھ دہی لیا ہو؟ مسلمان تو وہاں دودھ دہی کی دکان تک بھی نہ کھول سکتا تھا۔ وہاں کا مسلمان تو اس بات پر مجبور تھا کہ اگر وہ خورد و نوش کی کوئی چیز بھی لے کر کھانا چاہتا ہے تو وہ مرزائی کے ہاتھ کی اور مرزائی کی دکان سے۔ لیکن مرزائی کوئی ایسا نہ تھا جو مسلمان

کی دکان سے کوئی سودا خرید کرتا ہو۔ تجارتی معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ مرزائیوں کا مقاطعہ تھا۔

ایک غلط فہمی

میں کہتا ہوں جب اِس ملک میں ایک ایسی امتِ خبیثہ بن چکی ہے جس نے سادہ لوح اور دین سے ناآشنا مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ تو ہمیں بھی ایک شریف شہری ہونے کی قانونی حیثیت سے اپنے کچھ حقوق کا مطالبہ کرنا ہے۔ بعض لوگ ایک سخت غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ احرار چونکہ "الیکشن بازی" سے لاتعلق ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ملکی معاملات میں دخل انداز نہ ہوں گے۔ ایسے لوگ کان کھول کر سن لیں کہ ہم نے اپنے ملک اور اپنے حقوق سے کنارا کشی نہیں کی ہے اور نہ ہی ملک میں رہتے ہوئے کوئی شریف انسان ایسا کر سکتا ہے۔ ہمیں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے یہاں رہنا ہے' بات کرنا ہے' صحیح راستہ دکھانا ہے اور غلط روی پر ٹوکنا ہے۔ تجارت و معاملات میں حصہ لینا ہے۔ اِس ملک کی تعمیر میں ہمارا ہی خون پسینہ ہے اور اس ملک کے تمام ملکی معاملات میں ہمارا دخل ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ سول نافرمانی اور ڈائریکٹ ایکشن ہی ایک ایسا طریقہ ہے جو حقوق کی بازیابی و بحالی کے لئے استعمال کیا جائے۔ بلکہ نہایت پُرامن رہتے ہوئے معقول آئینی ذرائع سے بھی حقوق حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ "وجادلهم بالتي هي احسن"

جملہ معترضہ

جس مرتد و فرنگی خون کی پروردہ قوم کا عقیدہ ارتداد ہو اور عمل یہ کہ کوئی شریف مسلمان ان کی آبادی میں نہ رہ سکے تو پھر اس قوم کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی اکثریت میں رہائش اختیار کریں؟ ملتان ہی کو لیجئے یہاں لاکھوں مسلمان بستے ہیں اور یہ شہر مسلم آبادی و قدیم تہذیب کا جیتا جاگتا نمونہ ہے۔ یہاں مرزائیوں کے وجود کی حیثیت اُرد پر سفیدی کی مانند ہے۔ میں پوچھتا ہوں وہ کون سا اندھا اور بہرا قانون ہے جو انہیں اِس شہر میں دجل و تلبیس اور کفر و ارتداد کی تبلیغ کے لئے جلسہ کرنے کا حق دیتا ہے۔

پاکستان میں دوسرا اسرائیل ربوہ اور مسلمان

دوسرے شہروں کا ذکر ہی کیا ہے اور قادیان کی تو بات بھی پرانی ہو چکی ہے۔ انگریز باوا

سے پشتینی تعلقات ووفا کے صلہ میں فرانسس موڈی گورنر پنجاب نے جاتے جاتے قدموں کی دھول اس ''خودکاشتہ'' پودے کو کوڑیوں کے عوض ربوہ ۱۴ کروڑ روپے کا انمول خطہ دیا ہے۔ کیا اِس علاقہ میں جنگی نطقۂ نظر سے اِس سے زیادہ محفوظ سرزمین میں عطاء اللہ شاہ بخاری کو اجازت ہے کہ وہاں مسئلہ ختمِ نبوت بیان کرسکے؟

بخاری پر ہی کیا موقوف ہے مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی وہاں جا کر جلسۂ عام کر سکتا ہے؟ وہاں کوئی بیان دے سکتا ہے؟ اور کیا مسلمانوں کو یہ اجازت ہے کہ وہ ربوہ (چناب نگر) میں اپنا سرمایہ لگا کر کاروبار کرسکیں؟ جب یہ نہیں تو پھر کوئی بتا سکتا ہے کہ ہمارے ملک میں ایسی ریاست ہے جہاں مسلمانوں پر اِس قسم کی قدغن و پابندیاں ہوں۔

میں اپنی یہ بات پاکستان کے ایک ایک شہری تک پہنچائے دیتا ہوں اور اربابِ اقتدار کو مطلع کرتا ہوں کہ اس ملک کے ایک ایک شہر اور ایک ایک دیہات میں مرزائیوں نے اپنے گرگے چھوڑ رکھے ہیں جو اَن پڑھ اور دین سے ناآشنا لوگوں کو مختلف چنگیزی حیلوں سے مرتد بنانے کی ناپاک کوشش میں لگے ہوئے ہیں اور بقولِ کسے کہ مرزائی اپنے ''تبلیغی ہتھکنڈوں'' سے مسلمان خوب صورت ''نوجوانوں'' کو اغوا کرلیتے ہیں۔ ہاں! ہاں! آپ ہنستے ہیں مگر یہ واقعہ ہے کہ کادیان میں عورتوں اور بچوں کے اغوا کے علاوہ مردوں کا اغوا بھی ہوتا تھا۔ اگر مرزائی کسی تانگہ پر سوار ہوتے تو کوچوان سے پوچھتے تو کون ہے؟ اگر وہ جواباً اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرتا تو کوچوان مع گھوڑے اور تانگے کے عفریت مرزائیت کے مرگھٹ پر قربان کردیا جاتا اور اس قسم کی بھیانک وارداتیں تو سرزمینِ ''کادیان دارالامان'' کی روایاتی شان ہیں کہ ع

سو سال سے ہے پیشۂ آباء غداری

مرزائی، مسلمانوں کے جان، مال، عزت، آبرو اور نبوت و ایمان کے ڈاکو ہیں۔ ان کی نوجوان بن بیاہی ماؤں کو کیا حق ہے کہ وہ بن سنور کے مسلمانوں کے گھروں میں آئیں اور مسلم نوجوانوں کے ساتھ بے باک اداؤں سے گفتگو کریں۔ انہیں مرزائیت کے دامِ تزویر میں پھانسنے کی ناپاک کوشش کریں۔ حیرت تو اس بات کی ہے کہ ان لوگوں کو شرم و حیا کا بھی کچھ پاس نہیں رہا ہے۔

میں اپنے ملک کے ایک ایک فرد سے مطالبہ کرتا ہوں کہ اگر ربوہ میں بخاری تقریر نہیں کر سکتا تو پھر کذاب ابنِ کذاب مرزا بشیر کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ پاکستان کے کسی بھی شہر میں تبلیغ کے گرگے بھیجے۔ میں کھلے طور پر یہ کہتا ہوں کہ ہر مسلمان اپنے اپنے علاقہ میں بنیانِ مرصوص بن جائے اور کسی بھی ظلی و بروزی مرزائی کو کسی بھی موضوع پر تقریر نہ کرنے دے۔

مرزائیوں سے خطاب

تم فرنگی کے جبر و استبداد اور اس کے مکر و فریب کی بدترین نحوست مآب یادگار ہو۔ مسلمانوں میں کفر و ارتداد پھیلانے سے باز رہو، مکارانہ چالوں سے بھولے بھالے مسلمانوں کے دین و ایمان پر ڈاکہ نہ ڈالو انہیں ان کے دین حق سے گمراہ نہ کرو۔ اور اگر تم باز نہیں آتے تو کھل کے سامنے آجاؤ اور ایک دن دوٹوک فیصلہ کرلیں۔ میں نے پچھلے دنوں بہاولپور میں بھی کہا ہے اور اب یہاں بھی تم سے کہتا ہوں کہ ملک میں ایک جگہ عام اجتماع کا انعقاد کیا جائے۔ تمہاری طرف سے مرزا محمود آئے اور مسلمانوں کی طرف سے میں آتا ہوں۔ مرزا بشیر جس موضوع پر مجھ سے گفتگو کرنا چاہے کرلے۔ جلسہ کی صدارت ملک کی کوئی مقتدر ہستی کرے جو بعد میں فیصلہ کردے اور یوں یہ عذاب بھی ختم ہو جائے۔

حکومت کو انتباہ

آپ نے ارکانِ حکومت کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

پاکستان کے اربابِ اقتدار مرزائیت کا عمیق نگاہ سے مطالعہ کریں۔ مرزائیوں کی زیرِ زمین سازشوں کو چشمہ لگا کر ذرا قریب سے پڑھیں اور پھر بتائیں کہ مسلمانوں کی حکومت میں ارتداد کی متوازی حکومت کیوں؟ یہ امارت و وزارت کی تقسیم، یہ حاکمانہ نظام اور فوجی نظم و نسق اور تعلیم و تربیت کا یہ جداگانہ نصاب و نظام کیا کسی خونی انقلاب کا غماز تو نہیں؟ اگر میرے اس بروقت انتباہ پر نشۂ اقتدار سے چور اربابِ بست و کشاد نے ہوش و خرد کے ناخن نہ لئے ان مخدوش حالات کا بنظرِ غائر مطالعہ و محاسبہ نہ کیا تو یاد رکھو وہ دن دور نہیں جب ارکانِ حکومت ارتداد کی کوکھ سے جنم لینے والے خونی انقلاب اور ظلم و سفاکی کے طوفان میں گم ہو جائیں گے اور جب انہیں حرفِ غلط کی طرح محو کردیا

جائے گا۔

فسوف تری اذا انکشف الغبار
افرس تحت رجلک ام حمار

غبار چھٹ جانے دو، بہت جلد دیکھ لو گے گھڑ سوار ہو یا پشتِ خر کی زینت ہو!

آئینی مطالبہ

میں نے ان الفاظ میں اپنے مقصد کی وضاحت کر دی ہے۔ مرزائیت کے برگ و بار، عمل و کردار اور مسلم آبادی کے ساتھ تقسیمِ ہند سے پہلے اور اب ملک بن جانے کے بعد بھی ان کا سلوک کیا ہے اس مشاہداتی و مطالعاتی تفصیل کی روشنی میں مَیں حکومتِ وقت کے اربابِ اقتدار سے اور مرزا بشیر الدین محمود سے بھی کہتا ہوں کہ مجھے بھی مرزائیت کے قلب ربوہ میں مسئلۂ ختمِ نبوت بیان کرنے دیں۔ جلسوں کا انعقاد کرنے دیں۔ ہماری وہاں حفاظت بھی آپ کریں اور آپ کی حفاظت بھی مَیں کروں، امن کا ذمہ دار میں بنوں۔ چلو یہ بھی رہنے دو تمہارے مرکز ربوہ میں امن کا ذمہ میں خود لیتا ہوں ورنہ بصورتِ دیگر میں اپنے نانا کی امت کے ایک ایک فرد کو کہتا ہوں کہ کسی مرزائی کو اپنے شہر، قصبہ، دیہات میں ارتداد کی تبلیغ کے لئے مت آنے دو (لے کے ساتھ)۔

دلِ صد چاک سے الجھی تو نہ اچھا ہو گا
زلف سے کہہ دو کہ یہ پیچ کرے شانہ سے

یہ ہے میرا ایک قانونی مطالبہ وحق جسے میں کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتا ہوں اور اگر میرے اس مطالبے کی راہ میں کوئی مستحکم دیوار بھی حائل کر دی جائے تو انشاء اللہ وہ دیوار ملبہ کے ایک ڈھیر میں بدل دی جائے گی۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ



ختم نبوۃ، امۃ محمدیہ، مرزائیت اور پاکستان

ذیل میں حضرت امیر شریعتؒ کا ایک خطاب پیش خدمت ہے جو آپ نے جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۰/اپریل ۱۹۵۱ء کے آخری اجلاس میں فرمایا۔ جسے محترمہ سیدہ ام کفیل بخاری صاحبہ مدظلہا نے قلمبند کیا۔ اور جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ نے مکتبہ معاویہ ملتان سے دسمبر ۱۹۷۹ء کو دوسری مرتبہ ختم نبوت ___ امت محمدیہ ___ مرزائیت اور پاکستان کے عنوان سے شائع کیا۔

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نومن به و نتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له و نشهد ان سيدنا و سندنا و مولانا امام الانبياء و خاتم النبيين محمدا عبده و رسوله. لانبى بعده و لارسول بعده و لا امة بعد امته ......امابعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ٥ صدق الله العظيم و صدق رسوله النبى الكريم و نحن على ذالك من الشهدين و الشاكرين و الحمدلله رب العلمين .

در عقدہ جعد نیم تابس
مشاطہ شکستہ شانہ ھارا

تمہید

حضرت صدر محترم! تین دن سے جلسہ ہو رہا ہے اور آج آخری اجلاس ہے میرے بڑے بڑے اکابر اللہ انہیں سلامت رکھے ان اجلاسوں میں تشریف لائے ان کی زبان مبارک سے دین کے مسئلے آپ نے سنے بہر حال ان سب نے مجھ سے بہترین اپنے فرائض کو نبھایا۔ اپنے متعلق مجھے یقین ہے کہ یہ جتنے میرے ہم عصر اور یہاں بیٹھے ہیں میں ان میں ایک طالب علم ہوں۔ مگر بدنامی عجیب چیز ہے۔ غالباً ۱۹۱۸ء سے اس کام میں لگا ہوا ہوں۔ خواہ مخواہ کی بدنامی ہو گئی ہے۔ جہاں مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا خیر محمد جالندھری موجود ہوں اور کہیں کچھ کہوں حالانکہ عرض کی کہ آپ مجھے اجازت دے دیں۔ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں آپ فرمائیں میں سنوں اب دعا کرو کہ لاج رہے۔

رخِ فکر و عمل

ایک بات اور کہوں مجھے خود لفظ نہیں ملتا کہ اپنے متعلق کیا کہوں؟ سب کچھ بھول گیا ہے۔ اگر میں کہوں مجھے جنوں ہے تو برا نہیں لگتا اور اگر کہوں میرا قلب و دماغ ایک ہی طرف جا رہا ہے یہ بھی صحیح یا تو کوئی سمجھاوے۔

خام بودم پختہ شدم سوختم

ایک اجلاس میں آیا تھا مگر میرا جی نہیں لگتا۔

مصلحت دید من آنست کہ یاراں ہمہ کار
بگزارند و خم طرۂ یارے گیرند

چیختا پکارتا ہوں کہ میرے احباب اس کام میں لگ جائیں میں یہ نہیں کہتا کہ مدرسے اور تبلیغ بند کرو نہیں ایک مسئلے کو سب پر ترجیح دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منزل سے اپنا ڈیرا جب دوسری جگہ لگایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نائب مقرر ہوئے۔ کچھ "مسلمانوں" نے زکوٰۃ سے

نکار کیا تو قرن اول تھا تابعین وصحابہ کا دور تھا۔ چودھویں صدی نہ تھی (اس زمانہ کا کوئی قطب' ابدال ل تو رہ نہیں سکتا۔ اس ملک میں ہاں وہ رہ سکتا ہے جو ملکہ وکٹوریہ کے اشارے سے نبی بنا ہو۔)

تحفظ دین کا مفہوم

بہر حال کسی زمانے کا ابدال وہاں تک رسائی نہیں حاصل کر سکتا' کون سی خدمت ہے سلام کی جو انہوں نے نہیں کی۔ مگر صدیق اکبرؓ نے قتال کا عزم کر لیا نباض وحی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی پکار اٹھے "ان پر تلوار اٹھاؤ گے"؟ فرمایا "ہاں اونٹ کے گھٹنے کی رسی بھی باقی رہے گی تو تلوار اٹھاؤں گا" نماز، حج سب کچھ تھا مگر ایک رکن جا رہا تھا اور دلیل یہ سمجھی گئی کہ حضورﷺ ہی زکوٰۃ لے سکتے تھے وہ نہیں تو یہ نہیں۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (توبہ: ۱۰۳)

آپ ان کے لائے ہوئے مالوں میں سے صدقہ لیجئے جس کے ذریعہ آپ انہیں ظاہر و باطن میں پاک صاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے بلا شک آپ کی دعا ان کے لئے تسلی کا سامان ہے۔

مگر صدیق اکبرؓ نے فرمایا "میں جو ہوں" یہ آیۂ تطہیر تو آپ پڑھتے ہی نہیں، آپ تو پڑھتے ہیں۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

(الاحزاب: ۳۳)

"بے شک اللہ کا فیصلہ ہے اے نبی کی گھر والیو! تم سے ہر قسم کی پلیدی کو دور رکھے اور تمہیں پاک کر دے جیسے کہ پاک کرنے کا حق ہے"۔

کہہ ہی دوں کہ شیعہ لوگ اہل بیت کا لفظ آل پر چسپاں کرتے ہیں حالانکہ "امہات المومنین" کے متعلق ہے درود میں ورنہ اللّٰھم صل علی اھل بیت محمد پڑھتے وہ سرداروں کی بیٹیاں تھیں یہاں ارادی فاقہ مستی تھی ان کی فرمائش حضور کو ناگوار گزرتی تھی۔ پھر خدا نے تطہیر کی کہ کھجور کا ایک دانہ بھی نہ رکھا جائے اور اگر آل پر لگاتے ہو تو "رِجْسٌ" (پلیدی) اور "مَعْصُوْمِیَّۃ"

متضاد ہیں۔ بہر حال لوگوں کے مراتب خیال میں نہیں رکھے گئے۔ غزوات اور جہاد کی شرکت نہیں دیکھی گئی پھر وہی قرن اول کے مجدد اول صدیق اکبر اور مسیلمہ کھڑا ہوگیا پھر نبوت بچانے کو حفاظ قربان کر دیئے گئے۔ میں بزرگوں میں بیٹھتا ہوں اور سوچتا ہوں وہ بھی چپ بیٹھے ہیں بزرگوں کی قبریں نہیں اکھیڑتا مگر چوک ہوگئی ہے۔ فتویٰ اسی مفتی کا صحیح ہے۔ ہزاروں سلام ہوں ان پر کمال تعلیم دیکھو کہ خود اقتدار کی ایسی شخصیت پیدا کی۔ مولوی حبیب الرحمٰن (لدھیانویؒ) کے خاندان ہی سے پوچھا جائے گا۔ "باب لد" [1] ہی میں ختم ہو جاتا۔

دیوار نبوۃ کا پشتہ

امرتسر میں "بندے ماترم ہال" میں چائے پی رہا تھا تو ایک مسلمان نے جوتا کھینچ مارا افسوس خنجر نہ مارا۔ بہر حال نبوت کی دیوار کے پیچھے پشتہ باندھ دیا حفاظ کے سروں کا اگر اس مجلس میں میں اپنے کو کہوں "قائد اعظم" تو مجھے روک ٹوک تو نہ ہوگی گھر پہنچوں گا؟

"ملائکہ مقربین" (ایجنسیوں کی طرف اشارہ ہے) بیٹھے ہوں گے وہ (محمد علی جناح) بیچارے ایک وکیل تھے اور بھی ہیں۔ ایک وقت میں قوم کی انہوں نے وکالت کی۔ قوم نے خطاب دے دیا، پھر وہ آئین بن گیا۔ بھائی مجھ پر ہنستے ہو؟ مرزا بشیر الدین امیر المومنین بنتے ہیں۔ "قائد اعظم"، نہیں؟ اس کی ماں مرتی ہے، جس کو "سیدۃ النساء" کہا گیا ہے حالانکہ وہ (سیدۃ النساء) ایک ہی تھی۔ "فاطمہ نبوت کی بیٹی" بات سے بات چلتی ہے باوجود رحمۃ اللعالمین ہونے کے "وحشیؓ" کو دور رکھنے کا حضرت فاروق کو حکم دیا۔ دیکھئے مانعین زکوٰۃ کا مسئلہ سامنے آیا تو ترجیح دی گئی، مسیلمہ کا سامنے آیا تو یہی میں چاہتا ہوں میرا دماغ یہاں آکر رک گیا ہے کہ پورا قرآن، اسلام، احادیث، آئمہ کی محنت یہ سجادے، یہ تصوف، یہ بس صرف حضور ہی حضور (کی وجہ سے) ہیں بیچ میں اگر ختم نبوت پر بال (حرف) آئے گا تو پوری عمارت نیچے آگرے گی؟ خدا خدا نہیں رہے گا۔ لوگ اور ہی بنائیں

[1] حدیث میں وارد ہے کہ دجال باب لد کے مقام پر قتل ہوگا۔ مرزا قادیانی نے اپنی جھوٹی نبوت کی تائید میں لدھیانہ شہر کو تحریف و تلبیس کر کے باب لد اور علماء لدھیانہ کو دجال اور ان کے مقابلہ میں اپنی فرضی فتح کو ان کا قتل قرار دیا، اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے خاندان اور علماء سے غلطی ہوگئی۔ وہ اس کو وہیں ختم کر دیتے تو یہ دجال اپنے ہی مقررہ باب لد پر فی النار ہو جاتا۔ (سید ابو معاویہؒ)

گے؟

توحید را کہ نقطۂ پرکار دین ماست
دانی؟ کہ نکتۂ ز بیانِ محمد است

آج کل کچھ لوگ قرآن پر اس طرح قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے ان کی اماں کے جہیز میں ملا ہے وہ بھی انہی کے دین سے ہے جہاں وہ توحید نہیں پہنچی جو امام الانبیاء ﷺ نے بیان فرمائی۔ وہاں شرک ہے، اب تک ہے۔ آج تک پتھر کی شرمگاہیں پوجتے ہیں۔

جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

بلاواسطہ کچھ نہیں ملے گا۔ کعبہ میں جو صحف ابراہیم و موسیٰ (علیہما السلام) کی درسگاہ تھا اس میں تین سو ساٹھ پتھر لا رکھے پھر آمنہ بی بی کے ہاں لال آیا اور عبداللہ کا چاند طلوع ہوا تو اللہ تعالیٰ کا گھر صاف ہوا۔ نور ہی ان کی ذات ہے مجھے کچھ اور سوجھ نہیں سکتا۔

در پہ بیٹھے ہیں تیرے بے زنجیر
ہائے کس طرح کی پابندی ہے!

یہ عقیدہ کی بات ہے ان غریب الدیار علماء کو سننے کے لئے بندھے بیٹھے ہو کیا یہاں زمین الاٹ ہو رہی ہے؟ میں کیا کروں یہ الاٹ، خدا جانے یہ قطب کی الاٹ ہے، اسی ہزار پانچ سو ایکڑ سندھ میں، سون سیکسر، مظفر گڑھ، لائل پور (فیصل آباد) میں بھی (مرزا) "بشیر" (بشیر الدین محمود) کے نام الاٹ ہو رہی ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ پاکستان بشیر کے نام انگریز الاٹ کرا کے رہے گا؟ تم مت سمجھو میری بات جیسے پہلے نہیں سمجھے مگر میں ہاتھ پر لکھا دیکھ کر رہا ہوں فوج، ہوائی اڈے، نہریں الاٹ ہو رہے ہیں مجھے اب یہ کہنے کا حق ہے کہ یہ سب اندر سے بیعت ہو چکے ہیں۔ پٹارا کا پٹارا سامنے رکھ دیا مگر ٹس سے مس نہیں ہوئے مجھے بدگمانی کا حق ہے۔ اگر دس لاکھ قتل ایک کروڑ کی ہجرت ایک لاکھ عصمت ایک پاکستان کی قیمت ادا کر کے اسے مرزا بشیر کے حوالہ کرنا ہے۔

تو صدر محترم، حضرات علماء کرام! میں اس ملک کی حفاظت کے لئے تیار نہیں۔ میں کہتا ہوں "کالو کٹانہ" پنجاب کا گورنر بن جائے تو میں اس کا خادم، وہ مسلمان تو ہوگا۔ نیکی کا سیلاب بڑا

زبردست ہے آ جائے تو سب کوڑا کرکٹ بہا دیتا ہے۔ میں کہتا ہوں فاسق وفاجر ہو ایک داغ سفید دامن پر نہ ہو مگر حضور ﷺ کا نام لیوا ہو، یہاں اس کا زور ہے وزارت پر وہ زور سے لیتا ہے۔ اکبر نے دربار دہلی پر کہا تھا۔

چرخ ہفت طباقی ان کا
بخت اوج ملاقی ان کا
محفل ان کی ساقی ان کا
آنکھیں میری باقی ان کا

میں بھی یہی کہتا ہوں کہ پاکستان الاٹ ہو رہا ہے اور اگر یہ لیگی لیڈر اور حکمران مرزائی نہیں تو پھر پیچھے (انگریز کی طرف سے) شکنجہ کسا گیا ہے وہ اپنے وفادار کو صلہ دے رہا ہے۔ ایں چنیں اقوال را۔ (ایک آواز بدھو ہیں عوام) جی میں بھی آپ میں سے ہوں کوئی دین نہیں بچے گا اگر ختم نبوت پر آنچ آ گئی، میرے دماغ پر تو مسلط ہے تم مجھے قائل کر دو۔

احرار مرزائیوں کے پیچھے کیوں لگے ہیں

صدر محترم! کہتے ہیں لوگ ''احراریوں کے پیچھے لگ گئے ہیں وہ مرزائی بڑے اچھے ہیں آدم سے سید ولد آدم (صلی اللہ علیہ وسلم) تک ایک نبی نے بھی توحید کے بیان میں فرق نہیں کیا اللہ کے سوا جہاں خدا بنایا گیا اختلاف ہو گیا' پانی اور آگ کو بنایا گیا وہ جل گیا وہ بجھ گئی؟ میں کیا کروں؟ مجھے اس پاک مجلس میں گندی بات کہنی پڑتی ہے معاف فرمایئے اس سرکاری نبی نے خدا کی جو صفت بیان کی ہے وہ ایک دس نمبر کے بدمعاش کا ڈھوکا ہے' تم استعارات لئے پھرتے ہو؟ فاطمہ کی ران پر اس کا سر استعارہ میں آ گیا؟ اگر کسی بڑے کی بیٹی کی ران پر سر رکھوں تو دیکھوں؟ یہ بدھو قوم کہتی ہے ابھی بھی ''یہ یونہی پیچھے لگ گئے ہیں'' ہمیں باؤلے کتے نے کاٹا ہے؟ میں کچھ کر ہی نہیں سکتا؟ میری اپنی جائیداد ہے پٹنہ میں؟ ہم پاگل اور بھک منگے نہیں ہیں؟ ہمارا ایک مدرسہ فکر ہے؟ ہم ۱۹۳۱ء سے ایک ہی رنگ میں سوچتے ہیں؟ میں نے صرف آپ کو متوجہ کرنے کے لئے یہ باتیں کیں۔ یہ تقریر نہیں مجھے حیرت ہے آج پاکپتن' گولڑہ' تونسہ سب خاموش ہیں' حالانکہ اُن (ﷺ) کی جوتیوں کا صدقہ سب پیران عظام سمیت صدر محترم کے کھاتے ہیں۔ ان کے پلے کیا ہے؟ ان کی خاموشی ہماری موت

ہے۔ وہ (مرزائی) کہتے ہیں کہ یہی پاگل (احراری) ہیں جو شور مچاتے ہیں دیکھئے اور کوئی نہیں بولتا؟ آخر انہی سید صاحب کو کون سا سرخاب کا پر لگا ہے؟ اور سید نہیں جو کتے سور لڑا رہے ہیں؟

دشمن نے دامنِ محمد ﷺ پر ہاتھ ڈال رکھا ہے

آنکھیں خمار مئے سے چڑھی ہوئی۔ تمہیں اس لئے بلایا گیا ہے کہ (دشمن) دامن محمدؐ میں ہاتھ ڈالے بیٹھے ہیں مجھے دیوانہ کہہ لو ہزار فرزانگیاں قربان کر دوں اس دیوانگی پر۔

خوشا وہ دیوانگی کا عالم کہ ہوش دنیا کا ہو نہ دیں کا!
بس ایک سر ہو اور ایک سودا کسی کے گیسوئے عنبریں کا

ختم نبوۃ و اجرائے نبوۃ کا فیصلہ نبی علیہ السلام سے کرالیں؟

۱۹۲۴ء سے میں ایک آیت پڑھتا ہوں۔

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا (نساء: ۶۵)

مجھے آپ کے پروردگار کی (یعنی اپنی) قسم ہے یہ لوگ مومن نہیں ہو سکیں گے یہاں تک کہ وہ آپ کو ہی منصف وفیصل نہ مان لیں ہر اس جھگڑے میں جو ان کے آپس میں پیدا ہو۔ پھر اپنے دل میں آپ کے فیصلہ سے کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔

قسم ہے تیرے رب کی (دراصل یہ شہادتیں ہیں قسمیں نہیں ہیں) کہ تمہارا خدا گواہ ہے اپنی قسم کھائی ہے جب تک تم کو منصف نہ بنائیں ان کا ایمان قبول نہیں ہے، کوئی جھگڑا ہو جب تک نہ مانیں گے۔ لایومنون۔ (مومن نہیں ہوں گے)

اور پھر یہی نہیں کہ صرف منصف بنائیں میرا اور عبدالقادر کا کوئی جھگڑا ہو اور سید (مولانا سلیمان ندوی) صاحب حکم ہوں میرے حق میں فیصلہ ہو تو اچھا کہوں؟ نہیں! اعتماد کا کمال یہ ہے کہ خلاف فیصلہ ہو تو کہوں خدا آپ کو سلامت رکھے یعنی اگر خلاف فیصلہ دیں تو دل میں نقصان کا کھٹکا نہ رہے اسے مانیں جیسے ماننے کا حق ہے۔ آیئے مختصر کروں قوم کے ایک حصے میں اور ہم میں جھگڑا ہے اور بہت بڑا اتنا بڑا کہ صدیق کی تلوار نکل آئی؟ میں کہتا ہوں پوری قوم نمائندے چن لے

اور مدینہ حاضری دے درود و سلام پڑھو اور کہو کہ حضور فیصلہ کیجئے اگر فیصلہ نہ ہو تو جو تمہارا جی چاہے سلوک کرو، انشاء اللہ فیصلہ ہوگا۔

ایک شیعہ نے ابو بکرؓ و عمرؓ کی سچائی کا فیصلہ قبول کر لیا

ابھی پچھلے برس ایک زمیندار مدینہ گئے شیعہ تھے۔ مگر روضہ پر جاتے ہوئے کتراتا تھا۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ وہیں تھے انہیں ناگوار ہوا اور کہا کہ ''تم نیت صاف کرو درود پڑھو اور فیصلہ مانگو'' قسم ہے خدا کی وہ دو زانو جاگتا تھا کہ حضور برآمد ہوئے ایک طرف صدیقؓ دوسری طرف فاروقؓ، فرمایا ''میرے جانثاروں کو برا بھلا کہتے ہو''؟ وہ چیخ اٹھا اور کہا ''میرا فیصلہ ہوگیا'' بشیر سے کہو یہ بھی چلے۔ نبی ﷺ صادق و مصدوق اور مصدق انبیاء ہیں وہ ہم میں موجود ہیں یعنی ان کی لائی ہوئی کتاب۔

ختم نبوۃ کی ازلی تقریب حلف برداری

فرمایا:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ (آل عمران: ۸۱،۸۲)

اور جب لیا اللہ نے پکا وعدہ نبیوں سے کہ کچھ میں دوں تم کو کوئی کتاب اور علم پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول جو سچا بتانے والا ہو اس کتاب اور علم کو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس رسول کو مان لینا اور اس کی مدد فرمانا فرمایا اللہ نے کہ کیا تم نے میرا کہا مان لیا؟ اور اس شرط پر میرا عہد قبول کر لیا؟ وہ سب انبیاء بولے ہم نے تسلیم کر لیا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تو اب تم سب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں شامل ہوں پھر جو شخص اور گروہ وعدہ سے پھر جائے تو وہی لوگ ہیں پیروی سے نکل جانے والے نافرمان۔

سب نبی تصدیق کرتے ہیں حضور کی، سب امتی ہیں، بعد کے مسخروں کو پوچھتا کون ہے؟ مصدق انبیاء کے پاس چلو اس لئے کہ خاتم النبیین کا مطلب کیا ہے؟ جھگڑا تو یہی ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ.

(الاحزاب: ۴۰)

''نہیں محمدؐ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ مگر اللہ کے رسول اور نبیوں پر مہر''

حضور ﷺ سے سید سلیمان ندوی تک یہی عقیدہ ہے ہمارا اور انشاء اللہ قیامت تک رہے گا۔ اب احتشام الحق اور ندوی میں سے کوئی ترجمہ کرے؟ بلکہ خود حضور کوئی ترجمہ کریں یہی ہوگا جہاں حدیث میں حضور نے اس کا ترجمہ کیا ہے یہی ہے۔

لفظ لا کے بسیط معنی کی ہمہ گیری

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِىْ ...... (ابوداؤد ص ۲۲۴ جلد دوم)

میں نبیوں کی مہر ہوں میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ارض و سماوات میں کسی قسم کا کوئی ظلی بروزی نبی نہیں آ سکتا نہیں۔ ''لا'' کے یہی معنی منوا کے چھوڑوں گا۔ لا نفی جنس کا ہے۔ دیکھو گیہوں ایک جنس ہے۔ آدمی ایک جنس، نبی ایک جنس، گناہ ایک جنس، جہاں یہ ''لا'' آ جائے فعل یا اسم پر، نفی کرتا ہے کلی طور پر جب پڑھتے ہو ''ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ'' تو کیا ترجمہ ہوا ''لَا رَيْبَ فِيْهِ'' کا کہ ظلی شبہ ہے؟ کسی زمانہ میں کسی جہت سے زبر زیر، حرکات، سکنات، میں اور پڑھنے کی اداؤں میں؟ (ہم نے تو ان کی اداؤں کو بھی محفوظ کیا ہے؟) پڑھنے پڑھانے میں کوئی شک نہیں ''ریب'' (شک) ایک جنس ہے نا؟

قرآن میں ظلی شک نہیں نبیوں میں ظلی نبی نہیں؟

لا الہ وہی خالق، مسجود، مقصود ہے۔ ''الہ'' نے خدا کا بچاؤ کیا یہ نہ ہوتا تو خود بھی نہ ہوتے...... سترہ سمندروں میں ابال آ جائے تو وہ اتنا طوفان نہیں اٹھاتے جتنا یہ ''لا'' الہ معبود کی طرف آیا تو معبودانِ باطل کی نفی کی۔ کیا یہ نبیوں کو چھوڑ دے گا؟ انہیں یہی حکم سناؤ ان کا ترجمہ معتبر ہے یا ہمارا؟ میں یہ نہیں کہتا کہ مرزائی مان لیں گے۔ تمہیں ہتھیار دیتا ہوں۔ لا کی مار مارو انہیں، وہ خود کہتے

ہیں کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔

تو کیا مطلب ہے ظلی ہے اور تشریعی نہیں غیر تشریعی ہے؟ ریب میں اگر کوئی شک نہیں بچا اور اللہ میں اگر کوئی اور خدا نہیں بچا تو ''لا نبی بعدی'' میں کوئی جھوٹا نبی کیسے بچتا ہے؟ اور یہ ظلی بھی سمجھا دوں شامیانے کے نیچے بیٹھے آسمان پر کچھ نظر آتا ہے؟ (جواب نہیں) تو سارے ظلی ہو۔ کسی زمانے میں؟ کسی قسم کا؟ بروزی اور ظلی نبی نہیں ہو سکتا ارے مجاز حقیقت کے بعد ہوتا ہے۔ یہاں حقیقت ہی کا انکار ہے؟ تجدید ایمان کرو۔ میری جان پر بنی ہوئی ہے۔ خواجہ غلام فرید کے ایک مرید نے کہا کہ ''حضور اور شاعر بھی کہتے ہیں شعر مگر وہ سوز و گداز اور درد نہیں''؟ آپ نے فرمایا ''ایک شکار کو دیکھ کر بھونکتا ہے۔ اور ایک بھونک پر بھونکتا ہے''؟ شرح میری سنو' ایک شکار دیکھتا ہے دوسرا گیہوں کے کھیت کے کنارے بیٹھا بھونکتا ہے (بھارت کے ہندو اخبار) ''بندے ماترم نے لکھا ہے کہ چونکہ ''جماعت احمدیہ'' کا مرکز قادیان ہے لہٰذا جتنے وفادار یہ ہو سکتے ہیں اتنے دوسرے مسلمان نہیں ہو سکتے؟ مجھے چین نہیں ہے رات دن اس لئے کہتا ہوں کہ یہاں دستار فضیلت باندھی گئی ہے چھ حضرات کو' کیا مولوی فاضل کر کے ہائی سکول میں عربک ٹیچر بنو گے؟ جس کا علم پڑھا ہے اسی کے دین کی تبلیغ کرو۔

شیعہ حضرات سے کہتا ہوں تیرہ سو سال سے نواسے کو رو رہے ہو اب نانا پر ہاتھ پڑا ہے؟ ایسا نہ ہوا قیامت تک روتے رہو؟ آؤ تعاون کرو اس فتنے کے مٹانے میں تعاون کرو' یہ مرزائی کہتے ہیں کہ ''احراری'' ہمارے بعد تمہیں لے لیں گے۔ آئندہ نسلیں تمہاری قبروں پر لعنت بھیجیں گی کہ ''اتنے کروڑ مسلمان موجود تھے اور یہ فتنہ مٹ نہ سکا''؟ (اس کے بعد پورے جلسہ سے ہاتھ اٹھوا کر اسب سے اقرار کرایا گیا کہ تیرہ سو برس سے متفقہ مذہب ہے۔ مرزائیوں کے خلاف باہمی تعاون کریں گے)۔

مرزا البشیر کا بیان

میں پریس' سی آئی ڈی' گورنمنٹ سب سے کہتا ہوں تمہیں سانپ سونگھ گیا ہے؟ کیا ابوجہل مارا نہیں گیا؟ یہ مسلمانوں کو چیلنج ہے کہ ''تمہارا حشر ابوجہل کا ہوگا''؟ ان پر فتویٰ کون سا عائد کیا جائے گا؟ ''الشہاب'' شیخ الاسلام کا؟ (یعنی قتل کا) یہ حکومت پڑھ رہی ہے۔ سب کچھ؟ یہ کس جرم کی

سزا ہے مسلمانوں کو؟ لانبی بعدی ہمارا تیرہ سو برس کا عقیدہ ہے اس کو مجبوراً چھڑا دیا جائے گا۔ جیسے بھینسے کو نعل جوڑتے ہیں؟

ہم چیلنج کا جواب دینا جانتے ہیں

''حالات ایسے پیدا کریں گے'' میں کہتا ہوں ہم خود حالات کے خالق ہیں بلکہ حوالات بھی پیدا کرتے ہیں ہم مجبوری سے مذہب نہیں چھوڑ سکتے ملک عمر حیات ٹوانا سے بڑا ٹوڈی سلطنت مغلیہ کے بعد کوئی آدمی ہندوستان میں ہوا ہے؟ اس کا بیٹا ''خضر حیات جو دھڑلے کا وزیر اعظم تھا اور چکلے اور سینما میں حصہ بھی نہیں رکھتا تھا تم (مسلمان) خلاف ہوئے وہ رہا؟ نہیں؟ تو اگر محمد کے بعد نبی منوانے کے لئے حالات پیدا کئے جا سکتے ہیں؟ بس تین نعرے ہیں۔ یہ ہمیں چیلنج دیتا ہے تو کیوں نہ میں بھی آخری عمر میں بازی لگا دوں؟

ہم ''مجبور'' نہیں ہوں گے بلکہ مرزا البشیر کو ''مفرور'' بنا دیں گے؟

(باقی جو کچھ تم نے خضر کی ماں کا بت بنا کر کیا خدا اسے تبھی معاف کرے گا اگر اس کی ماں معاف کر دے) بس تین نعرے ہیں ''پاکستان پائندہ باد'' ''اسلام زندہ باد'' مرزائیت مردہ باد'' مرزا بشیر الدین مردہ باد' ظفری وزارت مردہ باد' بس جھگڑا ختم۔ وہ ہمیں ''مجبور'' کر دیں گے۔ بشیر جانے اور جواہر لال اکٹھے سوئیں یا بیٹھیں؟

ختم نبوۃ درخت ایمان کی جڑ ہے

پھر کہہ دوں ایمان کے ذرہ کا کروڑواں حصہ بھی نہیں بچے گا۔ اگر لا نبی بعدی کا مفہوم سلامت نہیں جڑ کو گھن لگے تو شاخ پتیاں سلامت نہیں رہتیں۔ عقیدہ کو درخت سمجھو جب تک جڑ مضبوط نہ ہو درخت بار آور نہیں ہو سکتا۔ ہم خاتم النبیین کے معاملہ میں حضور علیہ السلام کو حَکَم بناتے ہیں اگر وہ اس کے خلاف کہہ دیں تو میں مجرم۔ کہیں کسی حدیث میں، یہ سارا قرآن محمد ہی کی زبان تو ہے۔ ہائے کمال دیانت دیکھو (حضور ﷺ) اپنی زبان سناتے ہیں اور کہتے ہیں یہ میرا کلام نہیں ہے۔ میرے بچو! تم بھی یاد رکھو "محمد رسول اللہ، لا نبی بعدی" کو خوب سمجھ لو تا کہ آئندہ نسلیں بھی میری گواہ رہیں......!

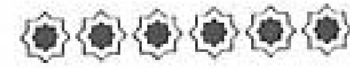
محبوب کی ختم نبوۃ کی حفاظت ''عقل'' کا نہیں عشق کا مسئلہ ہے؟

وہ ماں ہی مرگئی جو نبی جنے مشاطہ ازل نے تیری زلفوں میں کنگھی ہی توڑ دی۔ اب یہ کنڈل تو باقی رہیں گے لیکن کسی کنگھی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ آیئے ہمارے ساتھ تعاون کیجئے۔ پھر یہ عوام کی آواز ہوگی حکومت کو سننا پڑے گا ہم بھی حالات بدل کر دکھا دیں گے۔ دیوانے بن جاؤ۔ عقل کو جواب دے دو۔ یہ عقل کا نہیں عشق کا مسئلہ ہے۔ صحابہ کرامؓ صحیح معنوں میں دیوانگانِ محمد ﷺ تھے بس۔

خراباتیاں مے پرستی کنید
محمد بگوئید و مستی کنید

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

ختم نبوت، امت محمدیہ، مرزائیت اور پاکستان
ص ۱۴ تا ۲۸



مقامِ انبیاء

انبیاء نہ آتے تو کائنات......
ایک ایسی کتاب ہوتی جس کے ابتدائی اور آخری صفحات کھو گئے ہوں ____
یہ چیز انبیاء ہی کی معرفت بنی نوع انسان کو ملی ہے کہ انسان اور اس کے رب کے مابین کیا رشتہ ہے ____؟

اقتباس از خطاب امیر شریعتؒ

اسلام کی پوری عمارت ختم نبوت پر قائم ہے

۱۶، ۱۷ر مئی ۱۹۵۱ء کو دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے سالانہ جلسہ میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے مخصوص انداز میں مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اور اساسی حیثیت پر روشنی ڈالی۔ اس تقریر کی رپورٹنگ اس وقت پشاور کے ایک ہفت روزہ ''البلاغ'' نے کی اور اسے ۸ر جون ۱۹۵۱ء کے خصوصی شمارہ میں شائع کیا تھا۔ پیشِ خدمت ہے۔

حمد و ثناء کے بعد شاہ جیؒ نے تقریر شروع کرتے ہوئے فرمایا:

بزرگوں نے میرا امتحان لینا چاہا ہے کہ میں بے لاؤڈ سپیکر بھی بول سکتا ہوں۔ اگرچہ بخاری وہ بخاری نہیں رہا جو اس مجمع سے زیادہ مجمعوں کو بھی بغیر لاؤڈ سپیکر کے خطاب کرتا رہا ہے تاہم میں کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت دے۔ اور آپ بھی دل میں اس کی دعا کرتے رہیں۔

اس کے بعد آپ نے باقاعدہ تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا: اپنی سمجھ میں اتنی بات آ چکی ہے کہ مذہب میں...... اپنے مذہب میں! مجھے دوسرے مذہب سے تعلق نہیں، نہ میں اس کی کتابیں پڑھتا ہوں نہ ہی اس کا مطالعہ کرتا ہوں۔

مذہب کی بنیاد تین چیزوں پر ہے

بلکہ اتنا ہی جانتا ہوں کہ مذہب اپنا ہے، اسے ہی سمجھو سمجھاؤ ____ ہاں تو اپنی سمجھ میں اتنی

بات آچکی ہے کہ اپنے مذہب میں تین ہی چیزیں ہیں۔ ایک اعتقادات، پھر عبادات اور معاملات، بس یہ تین چیزیں ہیں۔ میں اس وقت نہ عبادات کے متعلق کچھ کہوں گا، نہ معاملے کے متعلق۔ کیونکہ یہ بات اپنی سمجھ میں آ گئی ہے کہ بغیر عقیدے کے کوئی عمل ہوتا نہیں۔ اور عقیدہ ___ اس کے معنی ہیں اُردو میں ''دل کی بات''۔ اور دل کی بات جب دل میں پکی ہو جائے، تب ہی حقیقۃً کوئی عمل عمل بن سکتا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے کہا کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ کی بات یاد آ گئی کہ کوڑھی کو جتنی اچھی چیز آپ کھلائیں گے اس کا مرض بڑھے گا۔ اور اطباء اس پر متفق ہیں کہ اس کا بدن گلتا ہی جائے گا، سڑتا ہی جائے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے کہ جس کا عقیدہ بگڑ گیا، اس کی روح کا کوڑھ ہو گیا۔ جتنی عبادت کرے گا، اتنا ہی عذاب پائے گا۔ یہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں، اس شامیانے کی جو اس وقت آپ کے سروں پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اندھیری چلے تو یہ اسی طرح سایہ فگن رہے گا؟ کہ زمین پر آ رہے گا۔ سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ نے کہا وہ سامنے بلند و بالا عمارت ہے، اس کی بنیاد کھوکھلی ہو تو ہر وقت گرنے کا کھٹکا، لیکن اگر عمارت معمولی ہے مگر بنیاد مضبوط ہے تو چین سے بسر ہو جائے گی۔ بس عقیدہ درست ہو، کثرت عبادت نہ ہو۔ صرف نمازیں ہی پڑھ لے انشاء اللہ انجام بخیر ہو گیا۔ اور نوافل بھی ہوں، تہجد بھی ہو، اشراق بھی ہو، اوابین بھی ہو، ریاضت سب ہو..... عقیدہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ___ آریہ بھی عبادت کرتے ہیں، ہندو بھی ریاضت کرتا ہے لیکن انہیں جہنمی اور کافر ہی کہا جاتا ہے۔ ہاں ہاں یہودی بھی تسبیح بہت پڑھتے ہیں لیکن عقیدہ ہے ''عزیر ابن اللہ'' کا جو لے ڈوبا، بالکل لے ڈوبا۔

عقیدۂ ختم نبوت توحید کی جڑ ہے

اب شاہ صاحب کا انداز بیان گرجدار تھا۔ آپ نے کہا لعنت ہو فرنگی پر! اس نے دو سو سال کی منحوس حکومت میں چوٹ لگائی ہمارے بنیادی عقیدے پر، جو جان ہے سب مسلمانوں کی ___ توحید کی جڑ ہے، اور وہ عقیدہ ہے ختمِ نبوت کا۔ اسلام کا صحیح تصور نبی کے علاوہ کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ خدا کو تو سب مانتے ہیں اور مانتے تھے۔ خدا کو تو سب ہی پکارتے ہیں، خدا کا انکار تو کوئی پرلے درجے کا بے وقوف ہی کرے گا۔ جو اپنے وجود کا قائل ہو اور خدا کے وجود کا انکار کرے۔ خدا کو ہر

ایک مانتا ہے، چاہے وہ اپنا ہی بنا ہوا ہو۔ جسے صبح کو گھڑا، اور شام کو اس کا خدا ہو گیا ___ منکرِ خدا تو یہ بھی نہ تھے۔ سب خدا کے وجود کے قائل تھے۔ میں کہہ رہا تھا کہ منکرِ خدا تو ہوئے نہیں البتہ خدا کا صحیح تصور ملتا نہیں ___ اگر ملتا ہے تو نبی سے۔ جسے خود خدا بنایا..... وہ خدا تو مر گیا، ٹوٹ گیا، پھوٹ گیا۔ ایک ضرب زیادہ پڑنے سے نکٹا ہو گیا، لنجا ہو گیا، لیکن نبی جو خدا دیتا ہے، جس خدا کا تصور نبی سے ملتا ہے..... وہ مرتا نہیں، ٹوٹتا نہیں، بے عیب ہوتا ہے۔

شاہ صاحبؒ نے اپنے بیان کا مرکز متعین کرتے ہوئے کہا۔ شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ العزیز نے چالیس سال میں قرآن کریم کا ترجمہ کیا ہے۔ اس میں اللہ الصمد کا ترجمہ شاہ صاحب نے ''اللہ نرادھار ہے'' کیا ہے۔ نرادھار، نرادھار!! (یعنی) جس بن کسی کا کام نہ چلے اور جس کا کام کسی بن نہ اڑے۔ خدا کا یہ تصور نبوت ہی پیش کر سکتی ہے اور کوئی نہیں اور اس کی جڑ فرنگی نے کاٹی ___!

شاہ صاحبؒ نے گرجدار آواز میں کہا۔ کیسے پنجاب سے نبی اٹھا؟ اٹھا نہیں، اٹھایا گیا!! (ذرا نرم آواز میں شاہ صاحب نے کہا) میں نے تو یہ اندازہ لگایا ہے کہ جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، وہ پاگل ہے یا ''پاجی'' اور ایسے پاجیوں کا سلسلہ مسیلمہ کذاب سے ''پنجابی نبی'' تک آیا ہے۔ نبوت ایک مرکز ہے، جسے قومیں فنا کرنے اٹھیں..... لیکن اس کا علاج بھی ساتھ ساتھ ہوتا رہا۔

آگے چل کر حضرت شاہ جیؒ نے فرمایا: تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ مدعی نبوت کے نقائص کی بنا پر اس کے دعوے کی تردید کی جائے کہ..... وہ شراب پیتا تھا لہٰذا نبی نہیں۔ اس کی مخبوط الحواسی کی بہت سی دلیلیں ہیں لہٰذا نبی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ایک رخ اور بھی ہے..... وہ یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا گیا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا......

فرما دیجئے اے پیغمبر! اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، نبی ہوں، پیغامبر ہوں، ظلی بروزی جھگڑا ہی نہیں، تم سب کی طرف، ساری خدائی کی طرف۔

خدا کی ساری بادشاہی کے لئے ایک رسول، آخری رسول۔ خطاب کیا گیا ہے ''اے لوگو!'' ''یا ایھا الناس'' تو جس نے اس نبوت سے کٹی کاٹی وہ لوگوں میں کہاں رہا؟ اس کا شمار

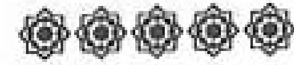
انسانوں میں کب ہوگا؟ یہ ہے تصویر کا دوسرا رخ جس سے جھوٹی نبوت کا جھوٹ کھلتا ہے۔ اور جھوٹے نبیوں کے چہرے کی بدرونقی اس آئینہ میں نظر آتی ہے____

اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے اپنی تقریر کا الحاصل بیان کرتے ہوئے فرمایا: آج ضرورت ہے اس عقیدہ کو محکم رکھنے کی جو ایمان کی بنیاد ہے اور جہاں سے اسلام کا صحیح تصور ہمیں مل سکتا ہے۔ یعنی نبوت اور ختم نبوت۔ کیونکہ عقیدہ کے بغیر کوئی عمل درست نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد شاہ صاحبؒ نے فرمایا ''اوصیکم بتقوی اللہ'' میں تمہیں خدا سے ڈرتے رہنے کو کہتا ہوں۔ یادرکھو سرحد میں انتخابات ہونے والے ہیں۔ میں کہوں گا کہ لیگ کی پوری طرح حمایت کرو۔ اس کے ہر امیدوار کو کامیاب بناؤ۔ مگر جھوٹے نبیوں کے پیروکاروں کو پوری طرح شکست دو۔ لیگ کے ہر امیدوار کو خواہ وہ کوئی ہو اور کیسا ہی ہو، تم ووٹ دے دو۔ مگر پنجابی نبی کے چیلوں کو سر اٹھانے کا موقعہ نہ دو۔ ان کی ضمانتیں ضبط کراؤ اور انہیں شکستِ فاش دو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

از ماہنامہ ''الحق''

محرم ۱۳۹۰ھ



نبوت اور الوہیت

کراچی ستمبر ۱۹۵۱ء۔ ختم نبوت کانفرنس کے پہلے اجلاس میں حضرت امیرِ شریعت نے خطبہ مسنونہ کے بعد اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

میرے بزرگو، بھائیو، بہنو!

اکیس برس کے بعد آج اِس جگہ آیا ہوں۔ اُس وقت کراچی ایک شہر تھا اور اب ایک ملک۔ اور ملک بھی کیا، وہ دراصل موٹروں، بسوں، ٹرالوں اور رکشاؤں کا ایک کارخانہ ہے، آج سے اکیس برس پیشتر میں جمعیت العلماء ہند کے اجلاس میں ایک مبصّر کی حیثیت سے آیا تھا۔ اِن اکیس برس میں دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ میں خود کہاں پہنچ گیا اور آپ کے متعلق تو کچھ کہہ نہیں سکتا کہ آپ ابھی کہاں تک پہنچیں گے۔ اک دنیا بدلی ہوئی ہے۔ فضا بدلی ہوئی ہے یہاں کی کائنات بدلی ہوئی ہے۔ اور جو کچھ باقی ہے اُسے بدلنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اِس وقت انسانوں کا سمندر میرے سامنے پھیل رہا ہے ان میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو میرے آشنا ہیں، کچھ دہلی کے ہیں، کچھ یو۔ پی، سی۔ پی اور بہار کے ہیں، کچھ کلکتہ، بمبئی اور مدراس کے ہیں اور رنگوں سے پشاور، شملہ سے مدراس تک یہ علاقہ تو تمام میرا سروے کیا ہوا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو نہ مجھ سے واقف ہیں اور نہ ہی میرے اندازِ سخن سے آشنا، نہ میری زبان کو جانتے ہیں اور نہ ہی میرے دل کو پہچانتے ہیں۔ مجھے نہ تو کچھ عرض کرنا ہے اور نہ کوئی معروضات پیش کرنی ہیں اور میں تو کہوں گا

کہ مجھے نہ ہی کچھ آتا ہے۔ میں نے دو ایک آیات آپ کے سامنے پڑھی ہیں۔ ایک طالبِ علم کی حیثیت سے ان کا ترجمہ و مطلب جو میں نے پڑھا سمجھا ہے وہ بیان کروں گا۔ آج یہ مجمع صرف مسلمانوں کا ہے لیکن میں نے جب پہلے یہاں خطاب کیا تھا تو مجمع میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم تھے۔ اس وقت بھی میں نے کچھ آیات ہی پڑھی تھیں اور ان کا ترجمہ ہی بیان کیا تھا اور میرے ہاتھ پر کئی کنبوں نے اِسلام قبول کیا تھا۔ اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ جو تم پڑھ کر سُناتے ہو ہمیں اس میں کچھ سمجھ آتا ہے۔ یہ الگ بات کہ آپ مجھے آج تک شاید کافر ہی سمجھتے ہیں۔

واعظِ تنگ نظر نے مجھے کافر جانا
اور کافر یہ سمجھتا ہے مسلمان ہوں میں

مسئلہ مرزائیت کی دو حیثیتیں

حضرات! یہ مسئلہ جو درپیش ہے اس کی دو حیثیتیں اور دو صورتیں ہیں۔ اِس تصویر کے دو رُخ ہیں۔ ایک رُخ تو وہ ہے جو کہ قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ نے آپ کے سامنے پیش کیا وہ آئینۂ مرزائیت کا ایک رُخ ہے اور اس مسئلے کی ایک حیثیت۔ اور وہ یہ کہ مرزا غلام احمد ایسا انسان جس میں یہ کمزوریاں، یہ کوتاہیاں اور ایسے عیوب ہوں اُسے نبی کیوں کر مانا جائے اور ابھی انہوں نے تمہید بیان کی ہے۔ تمہید کے معنی بچھانے اور ہموار کرنے کے ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ جس کی تمہید یہ ہو اس کے آگے چل کر کیا گل کھلیں گے۔

اِس مسئلے کو میں کچھ اُن دنوں سے دیکھ رہا ہوں جب کہ مولانا ظفر علی خاں ۱۹۱۶ء میں لاہور سے ''ستارۂ صبح'' نکالا کرتے تھے۔ میں اس وقت ''مدرسہ نصرت الحق امرتسر'' میں مفتی غلام مصطفیٰؒ صاحب سے مشکوٰۃ شریف پڑھتا تھا۔ یک لخت مدرسہ سے نکالا تین سال اور تین مہینے کی سزا ہوئی اور پھر واپس آ کر میں نے بخاری شریف پڑھی اور اب تک پڑھ رہا ہوں اور میں آپ سے بھی کہوں گا کہ جہاں اتنی کتابیں پڑھتے ہیں کبھی فرصت کے وقت اِسے بھی پڑھ لیا کریں۔

مذہب کے اعتبار سے نہ سہی، ادب کے اعتبار سے ہی دیکھ لیا کریں۔ اِس لئے کہ اگر قرآن کتاب اللہ نہ بھی کہلاتا تو بھی میں اس کے ادب پر ہی قربان ہو جاتا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب کہ انگریز یہاں ظاہری طور پر حکمران اور باطن میں تو شاید اب بھی ہو ....

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

جب انگریز کا یہاں ظاہر و باطن ہر رنگ میں راج تھا تو اس وقت اس جماعت مرزائیہ کو برطانیہ کی کلی حمایت اور پشت پناہی حاصل تھی اس وقت ایک مشکل تو خود یہ جماعت تھی اور اس سے بڑی مشکل وہ تھی جو کہ اس کی پشت پر تھا۔ (یعنی حکومتِ انگریزی جس کا یہ خود کاشتہ پودا ہے)

عقیدہ دین کی اساس اور جڑ

اس وقت میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں اس کا تعلق عقیدہ سے ہے اور عقیدہ ہی تمام دین کی اساس اور جڑ ہے۔ اگر عقیدہ میں ذرا سی بھی کمی پیدا ہوگئی تو تمام اعمال اکارت و بیکار سمجھئے۔ اعمالِ صالحہ اور نیکی بھی اُسی وقت سود مند ہے جب کہ عقیدہ صحیح ہو، ورنہ غلط عقیدہ کے بعد ہر عمل جہنم کی گہرائیوں میں انسان کے درجے بڑھاتا ہے۔ حضرت سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ''حکماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ اگر کسی شخص کو جذام کا مرض لاحق ہو جائے تو اس کو جتنی اچھی سے اچھی خوراک بھی کھلائی جائے اتنا ہی اس کے مرض میں اضافہ ہوتا جائے گا۔ یہی حال عقیدہ کا ہے کہ اگر کسی کے عقیدہ میں کمزوری پیدا ہوئی تو وہ خواہ کتنے ہی عمل کیوں نہ کرے وہ سب اس کے لئے سود مند ہونے کی بجائے وبالِ جان بنتے جائیں گے۔ اس لئے کہ جب بنیاد ہی ٹیڑھی ہوگی تو اس پر عمارت جس قدر بلند کی جائے گی وہ اتنی ہی خطرناک ہوتی جائے گی۔ چونکہ یہ مسئلہ عقیدے سے متعلق ہے اس لئے میرا روئے سخن صرف اُن لوگوں سے ہے جو کہ خدا کے وجود کے قائل ہیں۔ یہ الگ بات کہ وہ گنہگار ہوں، بدکردار ہوں، نابکار ہوں لیکن وہ اقرار کرتے ہیں کہ ''وہ مسلمان ہیں'' میرا خطاب ان لوگوں سے نہیں جو خدا کے سرے سے قائل ہی نہیں، جو کہتے ہیں کہ ہمارا وجود تو ہے مگر خدا کا وجود نہیں۔ اُن سے ہماری بات دوسری ہوگی۔

نبوت اور الوہیت

میں عرض کر رہا تھا کہ میرے مخاطب صرف وہی لوگ ہیں جو خدا کے وجود کے قائل ہیں اس لئے کہ اسلام اور مذہب کی بنیاد ہی خدا کے وجود کے تصور پر ہے کیوں کہ اللہ کے ماننے کے بعد

مسئولیت کی کیفیت (Sense of responsibility) پیدا ہو جاتی ہے اور منکر خود کو غیر مسئول سمجھتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے نزدیک حلال و حرام' گناہ و ثواب' طہارت و غلاظت کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بیوی اس کے لئے ماں' اور بہن اس کے لئے بیوی' نہ بیٹے کے لئے باپ کی اطاعت لازمی ہے اور نہ باپ کے لئے بیٹے پر شفقت ضروری ہے ان کے خیال میں اس تمام کائنات کو یوں ہی چلنا چاہئے۔

نبوت سے الوہیت تک رسائی ہو سکتی ہے

ہاں تو مذہب کی بنیاد خدا کے تصور پر ہے اور خدا کا صحیح تصور بجز انبیاء علیہم السلام کے دوسرا کوئی پیش کر سکتا ہی نہیں۔ نبوت سے ہی الوہیت تک رسائی حاصل ہو سکتی ہے اور میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر نبوت ہے تو اللہ ہے۔ نبوت نہیں تو اللہ کا صحیح تصور بھی نہیں اور سب انبیاء علیہم السلام نے توحید کا ایک ہی تصور پیش کیا ہے۔ ہزاروں پیغمبر آئے۔ رسولوں پر رسول آئے' نبیوں پر نبی آئے' مگر کسی ایک نے بھی اللہ کا تصور دوسرے سے کوئی "الگ" پیش نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی وہی پیش کیا۔ کلیم نے بھی وہی پیش کیا۔ خلیل نے بھی وہی پیش کیا۔ عیسیٰ روح اللہ نے بھی وہی پیش کیا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اُسی اللہ کی احدیت و صمدیت کو بیان فرمایا۔ لیکن جب انبیاء علیہم السلام سے ہٹ کر انسان نے خود تصورِ الوہیت قائم کرنا چاہا تو کسی نے دریا کی روانی کو دیکھ کر اسی کے آگے سر جھکا دیا۔ کوئی آفتاب و ماہتاب کے سامنے سرنگوں ہو گیا' کسی نے شجر و حجر کو خدا بنا لیا' کسی نے زندوں کو پوجا کسی نے مُردوں کو مشکل کشا بنایا اور کوئی زیادہ جوش میں آیا تو خود ہی خدا بن بیٹھا۔

خدا کا صحیح تصور انبیاء علیہم السلام نے پیش کیا

لوگوں نے پانی کو خدا بنایا وہ اُڑ گیا' آگ کو خدا بنایا وہ بجھ گئی' خود کو خدا بنایا تو مر گئے اور سمجھ میں یہ آیا کہ خدا کا صحیح تصور اگر کوئی پیش کر سکتے ہیں تو وہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی ہیں اور وہ اس لئے کہ سب نے خدا کا تصور پیش کیا لیکن کسی ایک نبی میں بھی کوئی اختلاف نہ ہوا نہ وجودِ باری میں اور نہ ہی خدا کی ذات و صفات میں۔ خود قریب ہی دیکھئے جب آمنہ کے ہاں جناب محمد صلی اللہ علیہ

وسلم پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ بھی تھے اور اللہ کا گھر بھی تھا لیکن خدا کے گھر میں پتھر کے تین سو ساٹھ ٹکڑے متمکن تھے۔ وہ پتھر کے ٹکڑے لُڑھکا دو تو ٹھہر نہ سکیں' اوندھا کر دو تو سیدھا نہ ہو سکیں' چت لٹا دو تو کروٹ نہ بدل سکیں۔ کتا منہ میں مُوت دے تو تھو تھو نہ کر سکیں۔ اللہ اللہ!! دیکھئے صبح کہیں سے پتھر لڑھکا کر لاتے ہیں خود ہی اُسے ہتھوڑی چھینی سے بناتے ہیں۔ رات دیوار کے سہارے کھڑا کرتے ہیں اور اگلی صبح اٹھ کر اس سے اولاد اور فتح مانگتے ہیں۔ حضرتِ انسان کا بھی عجیب معاملہ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے الفاظ میں:

> "ماننے پر آئے تو گائے اور اس کے بول و براز تک کو پوتر مانے اور نہ مانے تو اس کو جس کے اِرادے نے اِن کی ماتا کو تخلیق کیا۔"

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ (یٰسین)

وقارِ الوہیت جمالِ ختمِ نبوت سے ہی قائم ہے

حاصلِ کلام یہ کہ نبوت و توحید لازم و ملزوم ہیں۔ توحید کے صحیح خطوط نبوت سے ہی مرتب ہو سکتے ہیں کہ نبی کی بات براہِ راست خدا کی بات ہوتی ہے۔ اور نبی کی ہر بات کا ذمہ دار خود خدا ہوتا ہے۔ اور یہی امر کمالاتِ نبوت میں سے ایک ہے اور اِن تمام کمالات کا اوجِ کمال یہ ہے کہ نبوت سیدنا آدم علیہ السلام سے اپنی ابتداء کر کے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر اپنی انتہاء کر چکی اب اگر نبوت کا یہ جمالِ ختمِ نبوت خطرے میں پڑ گیا تو خود خُدا کا صحیح تصور بھی خطرے میں پڑ جائے گا۔ اِس لئے کہ وقارِ الوہیت جمالِ ختمِ نبوت سے ہی قائم ہے۔

توحید را کہ نقطۂ پُرکارِ دینِ ماست
دانی! کہ نکتۂ زبیانِ محمد است

اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ختمِ نبوت کی حفاظت کے لئے دس ہزار[1] اجلۂ صحابہ کے سروں کا پُشتہ باندھ دیا اور بتا دیا کہ نبوت کی حفاظت یوں کی جاتی ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

[1] مشہور روایت کے مطابق بارہ سو صحابہ کرامؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

نبی کے آنے کی ضرورت و مقصد

یہ تصویر کا ایک رُخ تھا اور دوسرا رُخ یہ ہے کہ نبوت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جانے کے بعد اب کیا کسی دوسرے نبی کی ضرورت ہے؟ پہلے سمجھنے کی بات یہ ہے کہ نبی کے آنے کی ضرورت اور مقصد کیا ہوتا ہے؟ دنیا میں جس قدر نبی بھی آئے وہ جس قوم، جس نسل، جس طبقہ کی طرف بھی آئے ان کا مقصد اس قوم کی دنیا میں سربلندی و سرفرازی اور آخرت میں فلاح و نجات تھا۔

فلاح صرف نبی اُمّیؐ کی اتباع میں ہے

اور یتیمِ مکہ ﷺ کی بعثت کا مقصود تمام انسانیت کی سرفرازی اور فلاح ہے۔ قرآنِ پاک میں خود خدا فرماتا ہے:

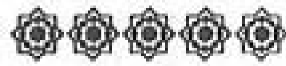
اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرَاةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْهِمْ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (الاعراف : ۱۵۷)

وہ لوگ جو پیچھے پیچھے چلتے ہیں نبی اُمّی (بن پڑھے) کے جسے وہ لکھا پاتے ہیں اپنے پاس تورات اور انجیل میں، جو انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُرے کاموں سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے اور ان کے لئے گندی اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور اتارتا ہے ان کے بوجھ کو اور ان تاریکیوں کو جو ان پر مسلط تھیں پس جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے اور اس کی مدد کی اور ساتھ ساتھ چلے اس نور کے جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہ وہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔

جب خدا نے خود یہ فیصلہ دے دیا کہ فلاح کے لئے صرف نبی اُمّی کی اتباع کی ضرورت ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ اب جو آئے گا یا آنا چاہتا ہے وہ کیا کرنے آئے گا؟ کیا وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرے گا اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کرے گا؟

کیا وہ نمازیں پانچ کی بجائے سات یا تین کرے گا؟ کیا وہ رمضان کے ۳۰ یا ۲۹ روزوں کی بجائے ۱۵ یا ۲۰ کر دے گا؟ آخر جو آئے گا وہ آ کر کیا کرے گا؟

حضرتِ ناصح جو آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ
پر کوئی اتنا تو سمجھاؤ کہ سمجھائیں گے کیا؟



مقامِ صحابہ

حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا:

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین رسالت مآب ﷺ کی دعوت پر قائم شدہ معاشرے کے ابتدائی فرد تھے۔ انہیں دعوتِ رسول ہی نے صرف تیار ہی نہیں کیا تھا بلکہ ان کی تربیت میں نگاہِ رسول شامل تھی۔ جو لوگ ان مقدس ہستیوں پر اعتراض کرتے ہیں وہ رسالت مآب ﷺ کی ہیٹی (خاکم بدہن) کرتے ہیں کہ اللہ کا آخری پیغمبر اپنے رفقاء کو بنانے اور پہچاننے سے قاصر رہا۔ اس طرح وہ لوگ حضور ﷺ کی نبوت پر بالارادہ حملہ آور ہوتے ہیں۔ اگر رسالت مآب ﷺ اپنے رفقاء کے دل میں قرآن نہ اتار سکے تو پھر کون رہ جاتا ہے جس کے متعلق یہ کہنا ممکن ہے کہ اس کی بدولت فلاں عہد کے انسانوں نے اپنے تئیں اسلام کے سپرد کیا تھا؟؟"

جنگ فی نفسہٖ اچھی چیز نہیں

۲۲ ستمبر ۱۹۵۱ء کو مجلس احرار اسلام کراچی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کانفرنس آرام باغ کراچی میں بڑے تزک و احتشام سے منعقد ہوئی۔ سارے کراچی کی زندگی سمٹ کر آرام باغ کے سرسبز قطعات میں آ جمع ہوئی تھی۔ حدِ نگاہ تک انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا تھا۔ صدارت کے فرائض صدر صوبہ مسلم لیگ مسٹر اے۔ ایم قریشی نے انجام دیئے۔

اس کے بعد فلک شگاف نعروں کے درمیان حضرت امیر شریعتؒ سٹیج پر تشریف لائے۔ عوام سنبھل کر بیٹھ گئے اور آپ نے خطبہٴ مسنونہ شروع کیا۔ آیاتِ قرآنی کا سحر، بخاری کی دلگداز آواز کا لوچ اور قرأت کا زیر و بم...... فضا میں ایک مسحور کن تاثر چھا گیا۔ کہ جیسے الہام ہو رہا ہے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ فطرت کی تمام قوتیں سحرِ قرآنی میں ڈوب کر رہ گئی ہیں اور حجازی لحن کی سماعت کے لئے تھم گئی ہیں۔ خطبہ مسنونہ کے بعد ارشاد فرمایا:

جناب صدر بزرگوارم اور نوجوان بھائیو!

آپ نے حضرت صدر محترم کا جرأت مندانہ خطبہ سنا۔ آپ کو یہ بات تو اچھی طرح معلوم ہے کہ ہماری کانفرنس کے صدر صوبہ مسلم لیگ کراچی کے بھی صدر ہیں۔ اور پھر صدر ----- ہر جا کہ نشیند صدر است ____ ان کے ارشادات کی حیثیت اور فقیر کی گزارشات کی حیثیت کچھ اور ہے۔

صدر محترم قوتِ حاکمہ کے نمائندے ہیں۔ اس مسلم لیگ کے صدر جس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہے۔ جس نے بھارتی فوجوں کو چیلنج کیا ہے۔ انہیں حق ہے وہ بجا طور پر ایسا کر سکتے ہیں۔ اور شاید یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ انہوں نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہے۔ لیکن مجھ فقیر کی حیثیت اور ہے۔ میں رعیت کا ایک معمولی فرد ہوں۔ میرے لہجے میں تحکم کہاں۔ وہ زور کہاں۔ وہ قوت کہاں۔ بلکہ میری آواز تو ایک فقیرِ بے نوا کی ہوگی کہ

فقیرانہ آئے صدا کر چلے
میاں خوش رہو ہم دُعا کر چلے

میں اپنے مقام کو پہچانتا ہوں۔ اپنی حیثیت کو سمجھتا ہوں اور اپنی پوزیشن کو جانتا ہوں مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میرے فرائض کیا ہیں۔ اس حیثیت سے کہ رعیت کا ایک فرد ہوں۔ مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں حکومت کو مشورہ دوں یا حکومت کو مجبور کروں کہ یہاں لڑو وہاں لڑو۔ یہ حکومت کا کام ہے۔ یہ وہ جانے یا اس کا وزیرِ جنگ کہ کہاں لڑنا ہے، کب لڑنا ہے، کس سے لڑنا ہے۔ کس طرح لڑنا ہے اور لڑنا بھی ہے کہ نہیں ____ میرا یہ منصب اور مقام نہیں کہ میں کسی کو چیلنج کرتا پھروں۔ یا آپ کے جذبات سے کھیل کر، آپ کے خرمنِ ہوش و حواس پر برق خطابت کی چنگاریاں پھینک کر آپ کو غلط جوش دلاؤں۔ مجھ سے کسی ایسے جوش کی توقع مت رکھو۔ جس میں ہوش نہ ہو۔ اس لئے کہ یہ وقت نازک ہے۔ حالات کی رفتار ایشیائی محبوب کے روایتی وعدوں کی طرح بے ثبات ہے۔ اس لئے ہمیں حزم اور احتیاط کا ثبوت دینا چاہئے اور پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔

حضرات ایک بات اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جنگ فی نفسہٖ کوئی اچھی چیز نہیں۔ لڑائی ایک قبیح فعل ہے۔ لڑائی بھائی بھائی میں ہو تو بری، دوست دوست میں ہو تو بھی بری ہے اور اگر میاں بیوی میں ہو تو اور بھی بُری بات ہے۔ اڑوسی پڑوسی اگر آپس میں لڑیں تو بھی بُرا۔ شہر شہر لڑیں تو بھی بُرا۔ اور اگر ملک ملک لڑیں تو الامان۔ نہ گنہگار و بے گناہ کی کوئی پہچان اور نہ معصوم اور خطادار میں کوئی تمیز۔

لڑائی بذاتِ خود اور جنگ بنفسہٖ اچھی نہیں۔ لیکن کسی عارضے اور کسی سبب کی وجہ سے اچھی ہو جاتی ہے۔ اگر راستہ چلتے چلتے کوئی کسی کے گلے کا ہار ہو جائے اور بڑھتے بڑھتے اس مقام پر آ پہنچے کہ جہاں سے ہماری عزت و آبرو کی ابتدا ہوتی ہے اور اس پردے پر کھڑا ہو جائے کہ جس کے

پار ہمارا ننگ وناموس ہے تو پھر لڑائی مستحسن ہی نہیں بلکہ محبوب ہو جاتی ہے۔

۱۹۱۴ء اور ۱۹۳۹ء کی جنگوں یعنی قیصر اور ہٹلر والی لڑائیوں کو دیکھنے کے بعد جب میں جنگ کا خیال کرتا ہوں تو میرا رواں رواں کانپ اٹھتا ہے۔ اس لئے کہ یہ جنگیں نہیں بلکہ اللہ کا عذاب ہے۔ اور میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے یہ امتحان نہ لے اور آپس کے مسائل دوستی سے طے ہو جائیں۔ اس لئے کہ گرہ اگر ناخنِ تدبیر سے کھل سکے تو دانتوں کی کیا ضرورت۔ گرہ کھولنا ناخن کا کام ہے دانت تو صرف مجبوری کا علاج ہے۔

سائنس نے ساری قوت موت پر لگادی ہے

ماضی کی لڑائیوں اور جنگوں کا نقشہ جہاں ہاتھی ہاتھی سے، فوج فوج سے لڑتی تھی، جوان جوان سے بھڑتا تھا، تلوار تلوار سے ٹکراتی تھی، لیکن آج فوج بعد میں لڑتی ہے شہر پہلے تباہ ہو جاتے ہیں۔ طیارے اڑتے ہیں، مسکراتے ہوئے شہر ویران ہو جاتے ہیں۔ لہلہاتے ہوئے کھیت، چمکتی ہوئی فصلیں راکھ بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد پھر ٹینک بڑھتے ہیں اور ٹینک کیا ہیں آگ اور موت۔ ناتواں بچے، معصوم عورتیں، ضعیف بوڑھے روئی کی طرح دُھنک کر رکھ دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد پھر فوج کی باری آتی ہے۔ اس لڑائی کے لئے تو میری طبیعت اور مچلتی ہے۔ لیکن آج کی جنگ معلوم ہوتا ہے سائنس نے ساری قوت موت میں لگادی ہے۔

حضرات! ۱۹۴۷ء سے پہلے ہماری پوزیشن اور تھی اور ۱۹۴۷ء کے بعد اب ہماری پوزیشن اور ہے۔ پہلے ہم انگریز کے غلام تھے۔ وہ حاکم تھا، ہم محکوم تھے۔ وہ محافظ تھا اور ہم اسکے معاون تھے۔ اور غلامی کے اس دور میں انگریز کی اس محافظت کے باعث ہم بہت کچھ بے فکر ہو گئے تھے۔ اور یہ کچھ ہم ہی سے مخصوص نہیں بلکہ ہر غلام قوم یوں ہی ہو جایا کرتی ہے۔

لیکن اب ہم آزاد ہیں۔ اب ہمارا محافظ انگریز نہیں بلکہ ہم خود ہیں۔ اب یہ ملک ہمارا اور ہم اس کے ہیں۔ اب پولیس ہم ہی ہیں۔ فوج بھی ہم ہیں۔ حاکم بھی ہم ہیں محافظ بھی ہم ہیں۔

آزاد ملک کا کوئی دوست نہیں ہوتا

اب ہمیں اپنی حیثیت دیکھنی چاہئے اور بدلی ہوئی حالت کے ساتھ اپنے فکر کو بدلنا

چاہئے۔ ہماری سرحد صرف ایک نہیں۔ سرحد صرف ہندوستان کے ساتھ ہی نہیں بلکہ ہماری سرحد ایران کے ساتھ بھی ہے۔ افغانستان کے ساتھ بھی ہے اور سرحدوں کا کیا ہے جاپان اور امریکہ کی کونسی سرحد ملتی ہے۔ جرمنی اور انگلینڈ کی کونسی سرحد جڑتی ہے۔ یہ نہ خیال کرو کہ جنگ کا خطرہ صرف سرحدی ملکوں سے ہی ہے۔ اب ہم آزاد ہیں اور میری یہ حتمی رائے ہے کہ آزاد ملک کا کوئی دوست نہیں ہوتا۔ آزاد ملک پر چاروں طرف سے نگاہیں پڑتی ہیں۔ ہر لالچی طماع سونے چاندی کا بھوکا، زمین کا بھوکا' آزاد ملک پر حرص کی نظر ڈالتا ہے۔ یہ مت سوچئے کہ ہماری سرحد ننگی پڑی ہے۔ سرحدیں کپڑوں سے نہیں خون سے ڈھانپی جاتی ہیں۔ جہاں مجاہد کا خون گرتا ہے وہاں سرحد بن جاتی ہے اور خون جب گرتا ہے تو وہ آگے کو بہتا ہے پھر پلٹتا نہیں۔

تنہا فوج کسی ملک کو نہیں بچاسکتی

آپ یہ مت سوچئے کہ ہماری فوج کتنی ہے اور کیسی ہے۔ یہ مت خیال کریں کہ ہمارے پاس اسلحہ کتنا ہے اور کیسا ہے۔ یہ ہمارا فریضہ نہیں۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ اپنے فکر کو بدلیں۔ اور وقت کی ضرورت کے مطابق سرگرم عمل ہو جائیں۔ میرا نظریہ ہی نہیں بلکہ مستقل رائے ہے کہ صرف تنہا فوج کسی ملک کو نہیں بچاسکتی بلکہ اس کا دارومدار اس ملک کے عوام اور اس میں بسنے والی قوم پر ہے۔ بزدل قوم کو بہادر سے بہادر فوج بھی نہیں بچاسکتی۔ اور بہادر قوم کو جری سے جری لشکر بھی مغلوب نہیں کرسکتا۔ آپ کسی جگہ دس ہزار زنخوں کی بستی بسا دیں اور پولیس ان کی حفاظت کیلئے متعین کر دیں تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پولیس ان کی حفاظت کر سکے گی؟ میں تو کہتا ہوں کہ خود وہ پولیس ہی چند دنوں بعد ویسی ہو جائے گی اور وہ مردانہ تھانہ خود ہی زنانہ تھانہ بن جائے گا۔

یقین جانئے جس حکومت کی رعایا نکمی ہو اس کو بہتر سے بہتر فوج بھی نہیں بچاسکتی، فوج تو صرف اسی قوم کو بچاسکتی ہے کہ چار کٹ کر گریں تو چالیس ان کی جگہ لینے کے لئے کھڑے ہوں۔

شیر دل، غازی عثمان پاشا روسیوں سے لڑ رہے تھے۔ روسیوں کو شکست ہوئی اور وہ کانٹے دار گوکھرو بچھاتے ہوئے بھاگنے لگے۔ غازی عثمان پاشا نے کہا کہ مجھے پانچ ہزار نوجوان ایسے چاہئیں جو ان گوکھروں پر لیٹ جائیں اور تعاقب کرنے والی فوج کے لئے راہ ہموار کر دیں۔ اسی وقت دس ہزار ترک نوجوان راہ میں لیٹ گئے۔ اور گھوڑے ان کو ٹاپوؤں سے مسلتے ہوئے اوپر سے

گزرنے لگے۔ زندہ رہنے والی قوم کا یہ جذبہ اور یہ عالم ہوا کرتا ہے۔

بزدل قوم کو کوئی نہیں بچا سکتا

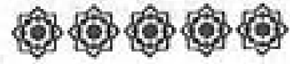
میں آپ سے نہیں چاہتا...... اسلام یہی چاہتا ہے۔ قرآن یہی چاہتا ہے۔ بزدل اور جذبۂ قربانی سے عاری قوم کی کوئی حفاظت نہیں کر سکتا۔ جری سے جری فوج اور بہتر سے بہتر اسلحہ کسی بزدل قوم کو نہیں بچا سکتا۔ لیکن دلیر قومیں جری سے جری فوجوں کو پچھاڑ دیتی ہیں۔ گذشتہ جنگ میں دیکھئے جب تک ہٹلر کی فوجوں کا روسی فوجوں سے مقابلہ رہا وہ انہیں دھکیلتی ہوئی ماسکو تک لے آئیں۔ لیکن جب سٹالن گراڈ کے شہریوں اور عوام نے مر مٹنے کا فیصلہ کر لیا اور ہر فرد نے ایک ایک چپہ زمین کے لئے جس پر وہ کھڑا تھا سر دھڑ کی بازی لگا دی تو پھر فوج جس دراڑ سے بھی شہر کے جس حصے میں بھی داخل ہوئی اسے ہر جھونپڑی چٹان اور ہر مکان قلعہ معلوم ہوا۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ جس نازی فوج کا روس کی مسلح فوجیں مقابلہ نہ کر سکی تھیں۔ شہری گوریلا فوج نے اسے کچل کر رکھ دیا۔

جنگ کے متعلق شریعت کے بھی کچھ احکام ہیں۔ اور جنگ کے مختلف حالتوں کے متعلق ہیں۔ ایک تو وہ وقت ہے کہ جب جنگ جاری ہے توپوں کے دھانے کھل رہے ہیں۔ آسمان سے آگ برس رہی ہے اور ایک حالت وہ ہے جس وقت کہ بظاہر جنگ کے کوئی آثار نہیں اس وقت کے لئے فرمایا۔ "وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ" مہیا کرو دشمنوں کے لئے وہ دشمن کوئی ہو' کہیں ہو' کبھی ہو' قوت۔ قرآن نے ایک جامع لفظ کہہ دیا۔ ایک زمانے میں بندوق قوت تھی' اور آج توپ بھی قوت ہے۔ فرمایا کہ قوت مہیا کرو۔ اور ہنہنانے والے گھوڑے اور یہ سب کچھ کیوں ہے۔ "تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ" تاکہ تم دھاک بٹھا دو اللہ کے اور اپنے دشمنوں پر اور آگے فرمایا کہ "وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ" اور ان غداروں کا جو تم میں سے ہیں' نہیں تم جانتے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے وہ لوگ ہیں جو کہ اس وقت پاکستان میں بیٹھ کر اکھنڈ ہندوستان کے خواب دیکھ رہے ہیں اور میں وزیر اعظم پاکستان مسٹر لیاقت علی خاں سے درخواست کرتا ہوں کہ باہر کے دشمنوں کو تو آپ نے مکہ دکھایا ہے مگر آستین کے ان سانپوں کو بھی ایک انگلی سے اشارہ کر دیجئے۔

آخر میں آپ نے حاضرین سے اپیل کی کہ جبکہ پاکستان کے تحفظ کے لئے ایک کروڑ نوجوانوں کی ضرورت ہے تو کراچی میں اس کی آبادی کے مطابق کم از کم دو لاکھ نوجوانوں کو شہری

دفاع اور گوریلا جنگ کے لئے منظم ہو جانا چاہئے۔ عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ فوجی تربیت کو تماشہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ عورتوں کو صرف رائفل' ریوالور کا استعمال سیکھنا کافی ہے۔ پریڈ کی ضرورت نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میری بہنو اور بیٹیو سن لو۔ رائفل بھائی ہے' ریوالور باپ ہے اور زیور دشمن۔



مقامِ نبوت

حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا:

توحید' رسالت' قیامت اور تمام عقائد' عبادات اور معاملات اسلام کی اصل ہیں۔

میرا استدلال یہ ہے کہ:

ان تمام مسائل کی تعریف اور تعیین نبوت کرتی ہے۔ اگر نبوت بدل سکتی ہے تو یہ سب کچھ بدل سکتا ہے۔ یہاں تک کہ حلال و حرام بھی بدل سکتا ہے۔

☆

دفاعِ پاکستان

۴۔ اکتوبر ۱۹۵۱ء کو گوجرانوالہ میں رئیس احرار نے حجازی لحن میں تلاوت قرآن مجید شروع کی۔ کائنات پر سحر طاری ہوگیا۔ فضا کا سکون ___ بخاری کی آواز ___ آیاتِ قرآنی کا تاثر۔ تلاوت کے بعد فرمایا:

صدر محترم، بزرگانِ مکرم اور معزز خواتین!

یہ دفاعی جلسہ ہے یعنی جوابی جلسہ۔ کوشش کروں گا دفاعی حدود کے اندر اندر رہوں۔ ۱۹۴۷ء سے پیشتر ہم پر غلامی کی لعنت مسلط تھی۔ ہم غیروں کو اپنا محافظ سمجھتے تھے۔ اس لئے بے نیاز تھے اور لاپرواتھے۔ انگریز کو مائی باپ کہتے کہتے زبان نہ تھکتی تھی۔ اطمینان سے تھے کہ گھر کا رکھوالا موجود ہے۔ انگریز کی وفا میں ڈوب کر ترکوں پر گولیاں چلائیں، مصریوں کی بیٹیاں چھینیں، کعبہ کے محافظوں کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

لیکن اب اپنی عزت وآبرو اپنی جان اور مال کے محافظ ہم خود ہیں۔

آج ہندو سبھا نے پاکستان کی سالمیت کو چیلنج کرتے ہوئے للکارا ہے کہ ہم پاکستان کو بھارت میں شامل کریں گے۔ وہ آج بھی پاکستان کو بھارت کا کٹا ہوا انگ، چھینا ہوا بازو لکھتے ہیں۔ اب ان کے ارادے کھل کر سامنے آچکے ہیں۔ فوجوں کا اجتماع کشمیر میں سوچی سمجھی سکیم کے مطابق ہے:

بیٹھے بیٹھے حکم دے اُٹھے وہ میرے قتل کا
کیا کہا یہ کیا کہا اندازِ معشوقانہ تھا

بہرحال فوجیں نیک نیتی پر تو نہیں آتیں۔

جنگ بے حد قبیح فعل ہے

جنگ کے متعلق میرا نظریہ بھی سن لو۔ جنگ فی نفسہٖ اچھی چیز نہیں ہے۔ بے حد قبیح فعل ہے۔ لیکن جب کوئی کسی کے گلے کا ہار ہو جائے، جب کسی کی آبرو پر حملہ کردے تو اُس کا منہ توڑ جواب دینا لازمی ہے اور یہی جہاد ہے۔ بچوں کی معصومیت، بوڑھوں کی عظمت، عورتوں کی عصمت اور ملک کے تحفظ کے لئے لڑنا عین جہاد ہے۔

آج حریص نگاہیں پاکستان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ آپ نے ان کا جواب دینا ہے۔ آج اپنی قوتوں کو اسی ایک مرکز پر مرکوز کرلو۔

خوشا وہ دیوانگی کا عالم کہ ہوش دنیا کا ہو نہ دیں کا
بس ایک سر ہو اور ایک سودا کسی کے گیسوئے عنبریں کا

آپ نے ابرِ بہار کی طرح گرجتے ہوئے فرمایا۔ گوجرانوالہ کے بیدار مغز نوجوانوں سے مجھے پوری توقع ہے کہ وہ دفاعِ پاکستان کے سلسلہ میں بیش از بیش قربانیاں پیش کریں گے۔ میں نے اعلان کیا تھا کہ ملک کا ایک کروڑ نوجوان گوریلا وار کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ گوجرانوالہ کی دو لاکھ کی آبادی میں سے پچاس ہزار نوجوانوں کو بالالتزام فوجی تربیت حاصل کرنی چاہئے۔ آج میں دیکھتا ہوں کہ کون نوجوان ایسا ہے جو خدا کے سامنے حلف اٹھاتا ہے کہ وہ ملک کے تحفظ کے لئے اور ملت کی آبرو پر جان نثار کرنے کے لئے تیار ہے۔ (پورے مجمع نے شاہ جی کی اپیل کے جواب میں ہاتھ کھڑے کئے) شاہ جی نے فرمایا۔ اے اللہ یہ مسلمان تیرے سامنے حلف اُٹھا رہے ہیں تو انہیں عہد پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

عورتیں سپاہی بنا نہیں کرتیں جنا کرتی ہیں

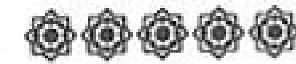
اس مرحلہ پر آپ نے خواتین کو ان کے فرائض سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان

ہنگامی حالات میں اپنی ذمہ داریوں کو پہچانو اوران سے سبکدوش ہونے کے لئے اپنی راہیں متعین کر لو۔ اسلام آپ کو برہنگی اور بے حجابی کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ کا کام سپاہی بننا نہیں بلکہ سپاہی جننا ہے۔ آپ بہادر سپاہی پرورش کرسکتی ہیں۔ آپ اسلامی حدود کو قائم رکھتے ہوئے پاکستان کی سربلندی کی کوشش کریں۔

پاکستان کے اندرونی دشمن

پاکستان کے اندرونی دشمنوں کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ وہ شخص یا وہ جماعت کبھی بھی پاکستان کے مفاد کی وفاداری نہیں کرسکتی جو پاکستان میں بیٹھ کر اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھے۔ وزیر خارجہ سے تو خان لیاقت علی خاں نپٹ لیں گے۔ میں تو بشیر الدین کی بات کرتا ہوں کہ وہ پاکستان اور ہندوستان کو ملا دینے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اسے کیوں کھلا چھوڑ رکھا ہے۔ اگر آج اس پاکستان کے دشمن گرگ کو درست نہ کیا گیا تو وہ ایک عظیم خطرہ بن سکتا ہے۔ رسول ﷺ کا دشمن لیاقت کا وفادار نہیں ہوسکتا۔ پاکستان کے ہر غدار کو ختم ہو جانا چاہیے۔ چاہے وہ مرزا غلام احمد کی امت کا سربراہ ہی کیوں نہ ہو۔

روزنامہ آزاد لاہور



انسانیت کی نجات

احرار تبلیغ کانفرنس مظفر گڑھ ۱۷،۱۸/اگست کے آخری اجلاس میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے خطبۂ مسنونہ کے بعد فرمایا:

صدر محترم! بزرگو اور بھائیو! یہاں کے منتظمین جلسہ نے جو میرے عزیزوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میری اطلاع اور مشورہ کے بغیر جو پروگرام شائع کیا ہے۔ اس میں میرے نام کے ساتھ ایک عنوان بھی چسپاں کر دیا گیا۔ انسانیت کی نجات۔ میں نے یہاں آ کر اشتہار دیکھا اور پوچھا تو جواب ملا کہ خود ہی لکھ دیا تھا۔ ایک مشکل تو یہ ہوگئی کہ مولانا قصہ لے بیٹھے اسلام اور اشتراکیت کا۔ امیر و غریب کا' مزدور و مالک کا' مزارع و مہاجر کا' جاگیروں کا' میں حیران کہ کجا یہ جھگڑا اور کجا مہاجر و انصار۔

مہاجر و انصار دو لفظ باقی رہ گئے تھے۔ یہ لفظ سنتے تو تصور میں مدینے کی گلیاں سامنے آ جاتیں کہ اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے دروازے کے سامنے جا کر بیٹھ رہی ہے' مہاجروں کی آمد اور انصار کے ایثار کا غلغلہ ہے۔ کھیتیاں اور باغات بٹ رہے ہیں۔ مکان تقسیم ہو رہے ہیں۔ اوپر کی منزل میں مہاجر ہے اور نیچے کی منزل میں انصار۔ مہاجر انصار سے کہہ رہا ہے' میں عمر کی کافی بہاریں دیکھ چکا تو ابھی جوان ہے لے میں ایک بیوی کو طلاق دیتا ہوں۔ تیرا گھر آباد ہو جائے میری خیر ہے۔

اور کجا اب یہ کہ مولانا خیر محمد (جالندھریؒ) کے سامنے مسئلہ پیش ہوتا ہے کہ یہ مہاجر لڑکی

سکھوں سے حاملہ ہے اب اس کا کیا کیا جائے۔ ایک طرف تو یہ مضمون ہے اور دوسری طرف یہ قصہ کہ لڑکی کہہ رہی ہے میں یہاں نہیں رہتی مجھے واپس بھیج دو۔ وہاں جس سکھڑے کے پاس تھی اس کے سوا کسی دوسرے نے مجھے دیکھا تک نہیں اور یہاں جب واہگے سے اندر آئی تو چپڑاسی سے اوپر تک جہاں گئی کسی نے بھی معاف نہیں کیا۔ بتاؤ اب میں کیا کہوں ہاں:

یک دل و خیل آرزو دل یکجا کجا وہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ایک زخم ہو تو مرہم بھی لگائی جائے۔ لیکن جب تمام جسم ہی گھائل ہو تو مرہم کیا کرے۔

ڈار کا بچھڑا ہوا پنچھی

حلال و حرام' گناہ و ثواب' کفر و ایمان' روزہ' نماز یہ الفاظ تو دو سو سال سے ہی متروک تھے۔ مہاجر و انصار دو لفظ باقی تھے۔ وہ بھی ختم ہو گئے۔ یہ کیا قرآن و اسلام ہی متروک ہیں۔ اب کہاں ہے حدیث۔ کہاں ہے قرآن۔ کہاں ہے اسلام۔ اسے تو میں نے اپنی آنکھوں سے واپس جاتے دیکھا ہے۔ اب تو صرف اس کے نقش پا باقی ہیں۔ وہ مسافر تو جہاں سے آیا تھا شاید وہیں پلٹ گیا۔ میں نے خود تیس سال قرآن سنایا۔ یہ بال سفید ہو گئے۔ ساتھی ایک ایک کر کے بچھڑ گئے۔ (مولانا) محمد علیؒ (جوہر) گیا' (مولانا) شوکت علیؒ گیا' حکیم اجمل خاںؒ گیا' ڈاکٹر انصاریؒ گیا' میں تو اس ڈار کا ایک بچھڑا ہوا پنچھی ہوں۔ وہ جا چکے اب تو ٹوٹے پھوٹے کچھ خم ہیں۔ کچھ سبو ہیں۔ کچھ شکستہ جام ہیں جن سے میخانہ چلا رہا ہوں۔

روسی کمیونزم کی امریکی امپریلزم سے جنگ

ساری عمر قرآن سنایا۔ اب لاکھ وعظ کروں۔ یہ لوگ تو قرآن کو ماننے کے ہیں نہیں اگر چہ وہ بہت آسان ہے۔ یہاں تو وہی چلے گا جو چل رہا ہے۔ کفر کفر سے لڑے گا۔ آگے امپیریلزم ہے اور پیچھے پیچھے کمیونزم۔ سؤر کے پیچھے کتا ہے۔ کمیونسٹوں سے ہماری جنگ کیسی۔ اسلام اور اشتراکیت کا جھگڑا کیسا۔ میں تو پوچھتا ہوں کہ اسلام ہے کہاں جس سے کمیونزم کی جنگ ہو گی؟ یہ تو روسی کمیونزم کی امریکی امپریلزم سے جنگ ہے۔ بے شک روس کا نظام خسرۃ الآخرۃ سہی لیکن ہمارا

(برطانوی) نظام تو خسر الدنیا والآخرۃ ہے۔

بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دین

اب ہمارے والی بیماری مولانا مودودی کو ہو گئی ہے۔ ہم جس چٹان کی چوٹی پر کھڑے آئے ہیں علامہ مودودی بھی اس پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے ہیں۔ کاش کہ وہ ہماری حالت سے عبرت حاصل کرتے۔ قرآن سناتے سناتے جوانی گزر گئی بڑھاپا جا رہا ہے۔ لیکن اس قوم نے ماننا تھا نہ مانا۔ اور (حضرت) حسینؓ سے بڑھ کر کون ہو گا کہ نبوتؐ کے ہونٹ جس کے ہونٹوں کو چومتے تھے۔ سامنے فرات کے کنارے پر سؤر اور کتے پانی پیتے تھے۔ لیکن حکومت الٰہیہ کے علمبردار کے لئے پانی کا ایک گھونٹ بھی میسر نہ تھا۔ ستر ہزار ووٹ موجود تھے ملے تو سب کے سب یزید کو اور ایک بھی نہ ملا تو حسینؓ کو۔

آج آپ ۵ فیصدی سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو روتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ۹۵ فیصدی غریب بے غیرت نہ ہوتے تو آج امیر ٹھکانے پر ہوتا۔ ان امیروں غریبوں سب نے مل کر قرآن سے انکار کیا۔ "کالرا" بل بنوایا کہ بہن کو حصہ نہیں دیں گے۔ باپ کا وارث صرف بیٹا ہی ہو گا۔ قرآن کے پورے ڈیڑھ رکوع کا قولاً اور عملاً انکار کیا۔ یہ سب کچھ ان کے اعمال ناموں میں درج ہے۔ قیامت کے روز ان کی شکلیں گدھوں کی ہوں گی۔ یہ اعمالنامے ان کی پشتوں پر لدے ہوں گے اور کہا جائے گا:

اِقْرَأْ کِتَابَکَ کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا.

اگر آسمان سے کوئی فرشتے اتر آئیں تو الگ بات ہے۔ ورنہ اگر قوم یہی ہے تو انشاء اللہ الیکشن کے بعد علامہ مودودی بھی وہیں ہوں گے جہاں آج ہم ہیں۔ یہ قوم اسلام کو ووٹ دے چکی اور آپ لے چکے۔ حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ کے برابر ہم میں کون ہو گا۔ اپنے وقت کے غوث' قطب اور شریعت کے امام اسلامی حکومت قائم کی۔ داروغہ سے اوپر تک سب عالم تھے۔ شریعت کا قانون نافذ کیا کہ نیکی کی جزاء ملے گی بدی کی سزا ملے گی۔ لیکن ہوا کیا؟ ایک ہی رات میں سب قتل کر دیئے گئے اور صبح اٹھے تو ایک بھی باقی نہ تھا۔ یہ قصہ اب یوں نہیں ہو گا۔ یہ ماننے کے ہیں نہیں اور

عذاب الٰہی ٹلنے کا نہیں۔ بنی اسرائیل کی طرح فیصلہ ہو چکا:

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآئِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ . (بنی اسرائیل : ۴،۳)

یہ اب یوں ہی ہوگا۔ عذاب الٰہی آ کر ہی رہے گا۔ اس کے کپڑوں میں جوئیں پڑ چکیں، گلے میں اس کی صفائی ممکن نہیں۔ اب اس لباس کے اتارے بغیر چارہ نہیں۔ غریبوں کی آہوں اور بیواؤں کی نگاہوں کے باعث آنے والے انقلاب کو اب کوئی روک نہیں سکتا۔

اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ وقت کافی ہو چکا۔ اس لئے قرآن کی دو آیات پڑھ دیتا ہوں۔ اس لئے کہ قرآن کے سوا میں اور کچھ جانتا ہی نہیں۔ تمام عمر اسی کو پڑھا اور ابھی بھی طالب علم ہی ہوں۔ جہاں سے جو کچھ ملتا ہے لے لیتا ہوں اور اس کے کسی سے سیکھنے میں مجھ کو کوئی عار نہیں۔ میں اپنے بیٹے سے بھی پوچھ لیتا ہوں کہ فلاں آیت کے کیا معنی ہیں۔

عنوان ہے ''انسانیت کی نجات''۔ میں حیران ہوں کہ انسانیت ہے کہاں کہ جس کی نجات کے متعلق سوچا جائے۔ دیکھئے قرآن کہتا ہے:

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ○ (الانفال:)

ہم نے مہیا کر چھوڑے ہیں جہنم کیلئے جنوں اور انسانوں میں سے ایسے کہ ان کے دل ہیں پر حق بات کو سمجھتے نہیں۔ آنکھیں ہیں نشانیاں موجود ہیں پر دیکھتے نہیں۔ ان کے کان ہیں پر حق کی آواز کو سنتے ہی نہیں۔ یہ چوپاؤں کی طرح ہیں یا ان سے بھی بدتر۔

یہ انسانیت کے متعلق قرآن کا فیصلہ ہے۔ جلال الدین رومیؒ فرماتے ہیں کہ۔

مرا شیخ بامراہا ہمیں گشت گرد شہر
کزد ام و در ملولم و انسانم آرزو ست

میرا پیر ہاتھ میں چراغ لئے شہر میں پھرتا تھا کہ درندوں چرندوں سے تنگ آ گیا

ہوں۔ اب انسانوں کو ڈھونڈتا ہوں۔

انسانیت کو جتنا تلاش کیا کم پایا

اور رقعات عالمگیری میں، عالمگیر اپنے بیٹے کو لکھتے ہیں کہ انسانیت کو جتنا بھی تلاش کیا اتنا ہی کم پایا۔

وہ قرآن اور صوفی کا فیصلہ تھا اور یہ بادشاہ کا فیصلہ۔ اب سنئے انسانیت کی نجات۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا نِ الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ الَّذِىْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

کہہ دیجئے اے لوگو! اے بنی نوع انسان، اے اولاد آدم میں بھیجا گیا ہوں تم سب کی طرف اس اللہ کی طرف سے جس کی پادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمینوں میں اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا اور وہی موت دیتا ہے۔ پس مان لو تم اس اللہ کو اور نبی اُمّی (اَن پڑھے) کو، جو ایمان رکھتا ہے ساتھ اللہ کے اور اس کی باتوں کے، پیروی کرو اس کی امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔

انسانیت کی نجات نبیؐ کی اطاعت میں ہے

اس سے پہلے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِىَّ الْاُمِّىَّ الَّذِىْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرٰةِ وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِىْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں رسول کی جو نبی ہے اُمّی (اَن پڑھا) وہ جس کو پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے ہاں تورات اور انجیل میں حکم کرتا ہے ان کو نیک باتوں کا اور روکتا ہے

بری باتوں سے اور حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزیں اور اتارتا ہے ان سے بوجھ اور طوق جو اُن پر تھے۔ پس جنہوں نے اسے مان لیا اس کی حمایت کی اور مدد کی۔ اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا اس کے ساتھ۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نجات پائیں گے۔

یہ ہے انسانیت کی نجات کا پروگرام۔ نبی کی اتباع کے بغیر انسانیت کی نجات کی اور کوئی صورت ہے ہی نہیں۔ یہ دعویٰ ہے میرے پاس۔ اب وقت نہیں کہ اس دعویٰ کی دلیل پیش کرسکوں۔ انشاء اللہ پھر کسی موقعہ پر سہی۔



عقیدۂ ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت اساس اسلام اور روح قرآن ہے۔ اگر مسلمان اس سے بال برابر بھی ادھر ادھر ہوجائیں تو پھر محمد عربی ﷺ کا قرآن باقی رہتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی وہ تنزیہہ وتقدیس کہ جس پر آدم علیہ السلام سے لے کر نبی ختمی مرتبت ﷺ تک تمام انبیاء متفق ہیں۔

مرزائیت اسی اساس دین، روح قرآن اور جان اسلام پر مرتدانہ ضرب ہے میں اس کے استیصال کو ہر مسلمان کے لئے فرض نہیں افرض جانتا ہوں۔ میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنی زندگی کی آخری بازی لگادوں گا۔

مرزائیت پاکستان کے مقدس جسم کا سیاسی ناسور ہے اگر حکمرانوں نے اس کا آپریشن نہ کیا تو یہ ناسور سارے جسم کو خدانخواستہ تباہ کردے گا۔

لاہور ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۲ء

۱۲ر ذوالحجہ ۱۳۷۱ھ

مسلمان اور مرزائی

کراچی مئی 1952ء

(خطبہ مسنونہ کے بعد شاہ جیؒ نے فرمایا)

1934ء کا واقعہ ہے کہ مجلس احرار اسلام نے سرزمین قادیان میں ایک تبلیغ کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اور اس سلسلہ میں اخبارات میں اعلان اور مختلف اشتہارات شائع کر کے عوام الناس کو مطلع کر دیا گیا۔ کانفرنس کی تیاریاں بڑے زوروں پر تھیں۔ اس میں شرکت کے لئے ہندوستان بھر سے علماء کرام اور مندوبین جوق در جوق آرہے تھے۔ مرزائیوں نے گورنر پنجاب سے مل ملا کر حکومت کی طرف سے یہ اعلان کرادیا۔ سرزمین قادیان میں احرار کانفرنس نہ ہونے پائے۔

چنانچہ کانفرنس کو روکنے کے لئے فوج منگوائی گئی۔ پولیس افسران پہنچے۔ اور سارا ٹاؤن قادیان میں بہت سخت پہرہ لگا دیا گیا۔

اب حدود قادیان کی پیمائش شروع ہوگئی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پیمائش کے لئے فیتہ بھی ساتھ لایا گیا۔ اور قادیان کی حدود کو ناپا گیا۔ کہ اتنے فٹ اور اتنے انچ تم قادیان کی سرزمین اور قادیان کی حدود کے باہر رہو۔ میں کھڑا تھا اور زمین ناپی جارہی تھی۔ اس حد سے باہر جلسہ ہوسکتا ہے۔ اور کانفرنس کا پنڈال بنایا جاسکتا ہے۔ شہری حلقہ آبادی میں ہماری کانفرنس روک دی گئی اور ہمارے سارے انتظامات جوں کے توں رہ گئے۔

ہمارے ساتھ یہ معاملہ کس وقت درپیش ہوا؟ کیا اس وقت جب قادیان میں سوائے ان کے دجل اور فریب سے مسلمان کو گمراہ نہ ہونے دیں اور انہیں برملا ٹوک دیں اور اپنے شہروں میں ان کے جلسے بند کر دیں۔

قادیان کا کوئی مسلمان بتا سکتا ہے۔ کہ وہاں اس نے کسی مسلمان کی دکان سے گوشت خرید کر کھایا ہو۔ کسی مسلمان دکاندار سے دودھ دہی لیا ہو مسلمان تو وہاں دودھ دہی کی دکان تک نہ کھول سکا۔ مسلمان مجبور تھا۔ کہ اگر وہ خورد ونوش کے سلسلہ میں کوئی چیز لے کر کھانا چاہے تو مرزائی کے ہاتھ سے اور مرزائی کی دکان سے خرید کر کھا سکتا تھا۔ لیکن ایسا کوئی نہیں تھا جو مسلمان کی دکان سے کوئی سودا خرید کرتا ہو۔ تجارتی معاملات میں مسلمانوں کے ساتھ مرزائیوں کا مکمل بائیکاٹ تھا۔

ایک غلط فہمی

حضرات! میں ایک آئینی بات عرض کرتا ہوں۔ جب اس ملک کے اندر ایک ایسی اُمت بن گئی ہے جنہوں نے بے چارے مسلمانوں کا ناطقہ بند کر رکھا ہے تو ہم بھی اس ملک کے ایک شریف شہری کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمیں اسی حیثیت سے اپنے کچھ حقوق کا مطالبہ کرنا ہے۔ لوگ ایک غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ مجلس احرار اسلام اب الیکشن بازی سے الگ ہو گئی ہے۔ اب اسے ملکی معاملات میں دخل اندازی کی ضرورت نہیں رہی۔

کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ ہم لوگ مر گئے ہیں؟ ہم نے اس ملک کو چھوڑ دیا ہے؟ ہم نے اپنے ملک اور اپنے حقوق شہریت زائل کر دیئے اور اپنے حقوق سے کنارہ کشی نہیں کی ملک کا کوئی شریف انسان ایسا نہیں کر سکتا کہ جو اپنے حقوق شہریت زائل کر دیئے۔ ہمیں ایک آزاد شہری کی حیثیت سے یہاں رہنا ہے، بات کرنا ہے۔ تجارت و ملازمت میں حصہ لینا ہے۔ ہمارے بچوں نے یہاں تعلیم حاصل کرنی ہے اور جو بچے تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ انہیں اسی ملک میں ملازمت کرنا ہے۔ غرض یہ کہ یہاں تمام ملکی حقوق میں ہمارا دخل ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ سول نافرمانی اور ڈائریکٹ ایکشن ہی ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعہ حقوق

حاصل کئے جائیں۔ بلکہ ایک شریفانہ طریقہ بھی ہے جس سے حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔

جس اُمت اور جس قوم کا عقیدہ اور عمل یہ ہو کہ ان کی اکثریت میں کوئی شریف مسلمان نہ رہ سکے تو پھر اس امت اور اس قوم کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی اکثریت میں رہائش اختیار کریں؟

کراچی ہی کو لیجیے! یہاں لاکھوں مسلمانوں کی آبادی ہے۔ یہ مسلمانوں کی اکثریت کا اچھا خاصا مرکز ہے۔

اس شہر میں مرزائیوں کا وجود اتنی حیثیت رکھتا ہے جتنی کہ آٹے پر سفیدی۔ وہ کون سا آئین ہے جو انہیں حق دیتا ہے کہ ایسے علاقہ میں یہ اپنا جلسہ کر سکیں۔

مرکز مرزائیت (ربوہ) اور مسلمان

مرزائیوں کے دوسرے شہروں کا ذکر چھوڑیئے! قادیان کی بات تو اب پرانی ہوگئی یہی ربوہ (چناب نگر) ہی کو لیجئے جو اس وقت پاکستان میں مرزائیوں کا ایک اہم مرکز ہے۔ وہی چودہ کروڑ روپے کا ایک انمول خطہ جو فرانسیس موڈی نے اس ''خود کاشتہ'' پودے کو کوڑیوں کے عوض دیا۔

کیا اس علاقے میں اس سرزمین میں عطاء اللہ شاہ بخاری کو اجازت ہے۔ کہ وہاں اسلامی تبلیغ کے سلسلہ میں کوئی تقریر کر سکے بخاری پر ہی کیا موقوف؟ مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی وہاں جا کر جلسہ کر سکتا ہے؟ وہاں کوئی تقریر کر سکتا ہے؟ مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ اس خطہ میں کوئی دکان کھول سکیں؟ (نہیں)

ہمارے اس ملک میں کوئی ایسی ریاست ہے جہاں مسلمانوں کو جلسہ عام کی قطعاً اجازت نہ ہو۔ میں اپنی یہ بات پاکستان کے ایک ایک شہری تک پہنچائے دیتا ہوں۔ ارباب حکومت کو مطلع کرتا ہوں کہ اس ملک کے ایک ایک شہر اور ایک ایک دیہات میں مرزائیوں نے اپنے مبلغ چھوڑ رکھے ہیں۔ جو ان سادہ لوح مسلمانوں کو ارتداد کی تبلیغ کرنے میں پوری چالاکی سے کام کر رہے ہیں۔ اور بقول مولانا محمد علی صاحب جالندھری کہ وہ اپنی تبلیغ کے

ذریعہ مسلمان مردوں کو اغوا کر لیتے ہیں۔

ہاں! ہاں! تم ہنستے ہو مگر یہ ایک واقعہ ہے۔ قادیان میں عورتوں اور بچوں کے اغوا کے علاوہ مردوں کا اغوا بھی ہوتا تھا۔

مرزائی ایک تانگہ پر سوار ہوتے اور پوچھتے کہ تو کون ہے؟ اگر وہ اپنے آپ کو مسلمان بتا دیتا تو اس کا تانگہ اس کا گھوڑا اور وہ خود نہ معلوم کہاں پہنچا دیا جاتا۔ اس قسم کی وارداتیں تو سرزمین قادیان ''دارالامان'' کی روایاتی شان میں سے ہیں۔

مرزائی مسلمانوں کے جان و مال عزت وآبرو اور دین وایمان پر ڈاکہ زنی کرتے ہیں انہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ ان کی عورتیں بے پردہ ہو کر اپنے پورے بناؤ سنگار کے ساتھ مسلمانوں کے گھروں میں آئیں اور وہ مسلم نوجوانوں کے ساتھ نہایت بے باکی سے گفتگو کریں! انہیں مرزائیت کے دام تزویر میں پھنسانے کی کوشش کریں۔ مرزائیوں کو شرم و حیا کا کچھ بھی پاس نہیں ہے۔ میں اپنے ملک کے ایک ایک فرد سے درخواست کرتا ہوں۔

اگر ربوہ میں بخاریؒ کا جلسہ منعقد نہیں ہوسکتا۔ بخاریؒ وہاں پر اسلام کی تبلیغ میں تقریر نہیں کرسکتا تو مرزا بشیر الدین محمود کو بھی کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ پاکستان کے کسی شہر میں کفر وارتداد کی تبلیغ کر سکے۔

کوئی مسلمان اپنے اپنے مقام پر کسی مرزائی کا جلسہ نہ ہونے دے۔ کسی مرزائی کو کسی جگہ پر مرزائیت کے موضوع پر تقریر کرنے کی کوئی اجازت نہ دی جائے۔

مرزائیوں سے خطاب

حضرت شاہ صاحبؒ نے مرزائیوں کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے ولولہ انگیز لہجہ میں فرمایا۔ مسلمانوں میں کفر وارتداد پھیلانے کی تبلیغ سے باز آجاؤ۔ خفیہ طریق سے ان بھولے بھالے مسلمانوں کے دین وایمان پر ڈاکہ نہ ڈالو۔ انہیں ان کے حق سے گمراہ نہ کرو اور اگر تم کسی صورت میں بھی باز نہیں آسکتے تو کھل کر سامنے آجاؤ۔ ایک دن بیٹھ کر دوٹوک فیصلہ کر لیں۔

میں نے ابھی پچھلے دنوں بہاولپور میں ایک تقریر کے دوران میں کہا تھا کہ:۔

بہاولپور میں ایک اہم اجتماع منعقد کیا جائے اس میں تمام مرزائی اور مسلمانوں کو شمولیت کی عام دعوت دی جائے۔ نواب آف بہاولپور اس اجتماع کی صدارت کریں۔ مرزائیوں کی طرف سے مرزا بشیر الدین محمود آجائے اور مسلمانوں کی طرف سے میں پیش ہوتا ہوں۔ چنانچہ میں اور مرزا بشیر دونوں آپس میں تبادلہ خیالات کرلیں اور آخر میں صاحب صدر خود فیصلہ کردیں یہ معاملہ ایک دن میں طے ہو جائے گا۔

ارکان حکومت کو انتباہ

آپ نے ارکان حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ حکومت کے ارباب اقتدار مرزائیت کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کریں۔ مرزائیت کی اندرونی اور خفیہ سازشوں کو چشمہ لگا کر ذرا قریب سے پڑھئے۔ یہ ایک سلطنت کی موجودگی میں متوازی گورنمنٹ کس لئے؟ یہ امارت و وزارت کی باہمی تقسیم حکمرانہ نظم ونسق یہ فوجی تعلیم وتربیت کس خونی انقلاب کا پیش خیمہ ہے؟

اگر میرے اس بروقت انتباہ پر ارباب حکومت نے آنکھیں نہ کھولیں۔ ان مخدوش حالات کا بہ نظر غور مطالعہ نہ کیا تو یاد رکھو! وہ دن دور نہیں جب ارکان حکومت اپنی حکومت کے ہوتے ہوئے ایک نئی حکومت کا وجود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

آئینی مطالبہ

حضرات! میں نے اپنی معروضات میں مختصر الفاظ میں وضاحت کر دی ہے۔ کہ مرزائیوں کا مسلمانوں کے ساتھ کیا طریق عمل ہے اور مسلمان ان کے ساتھ کس فراخدلی سے پیش آرہے ہیں۔ اب میں اپنے آئینی مطالبے کے الفاظ کو دہرا کر اپنی گذارشات ختم کئے دیتا ہوں۔

میں مرزا بشیر الدین محمود سے کہتا ہوں کہ اگر آپ مرزائیت کے سلسلہ کو بند نہیں کر سکتے اور یہاں مسلمانوں کے شہروں میں کھلے بندوں اپنے اجلاس منعقد کرتے ہیں تو پھر مجھے بھی یہ حق حاصل ہے کہ آپ کے مرکز ربوہ میں تقریر کروں۔ آپ مجھے ربوہ بلائیں اور

مسلمانوں کو وہاں اپنے اجلاس منعقد کر کے اسلام کی تبلیغ کرنے دیں اور وہاں ہماری حفاظت آپ کریں۔ آپ پاکستان کے ہر شہر میں تقریر کریں اور آپ کی حفاظت میں کروں گا۔ امن کا ذمہ دار میں بنوں گا۔ چلو یہ بھی رہنے دو تمہارے مرکز ربوہ میں بھی امن کا خود ذمہ لیتا ہوں۔ لیکن اگر آپ کسی مسلمان کو اپنے مرکز میں پھٹکنے نہ دیں۔ ان کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کریں تو میں پاکستان کے ایک ایک فرد کو متنبہ کرتا ہوں کہ کسی مرزائی کو اپنے شہر اور اپنے قصبہ اور اپنے دیہاتوں میں مت آنے دو۔ انہیں اس مقام پر جہاں ہماری اکثریت ہے تقریر و تبلیغ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

حضرات! یہ میرا ایک آئینی مطالبہ ہے قانونی حق ہے۔ اسے میں کسی صورت میں بھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اور اگر میرے اس مطالبے کی رکاوٹ کے لئے کوئی مستحکم دیوار بھی حائل ہو جائے تو انشاءاللہ دیوار گرادی جائے گی۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

خطبات امیر شریعتؒ ص 93 تا ص 99



پاکستان کا مستقبل

میں بھی پاکستان کا حامی ہوں مگر لولے لنگڑے پاکستان کا نہیں...... وسیع تر پاکستان کا۔ جس کا ایک وجود ہو، جو واقعی پاکستان ہو، پورا پنجاب اور پورا کشمیر اس میں شامل ہو۔

میرے نادان دوستو! تم ٹکڑوں میں بٹے ہوئے پاکستان کے پیچھے دوڑ رہے ہو۔

یاد رکھو! اس پاکستان کا مستقبل بڑا خطرناک ہوگا اسلام کے نام پر حاصل کردہ اس پاکستان میں اسلام ہی کا مذاق اڑایا جائے گا۔ یقین جانو! پاکستان میں اسلام نافذ نہیں کیا جائے گا۔

احرار کانفرنس انبالہ، 1946ء
روایت: جناب وکیل احمد قریشی
حال مقیم سلانوالی (سرگودھا)

دین کا تمام نظام ختم نبوت کے محور پر گردش کرتا ہے

پشاور۔ 21 مئی 1952ء چوک یادگار میں مسلمانان سرحد کا ایک عظیم الشان اجتماع مجلس احرار اسلام سرحد کے زیر اہتمام منعقد ہوا۔ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم صاحب پوپلزئی نے صدارت کے فرائض سرانجام دیئے۔ قیام پاکستان کے بعد حضرت امیر شریعتؒ پہلی بار پشاور میں تشریف لائے تھے۔

۔ حضرت امیر شریعتؒ کی ایمان افروز تقریر سننے کے لئے تقریباً ساٹھ ہزار نفوس جمع تھے۔ جلسہ گاہ میں جب حضرت امیر شریعتؒ تشریف لائے تو سامعین نے اسلام زندہ باد تاج و تخت ختم نبوت زندہ باد اور حضرت امیر شریعتؒ زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے آپ کا استقبال کیا۔ عوام فرط محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کر رہے تھے حضرت امیر شریعتؒ نے خطبہ مسنونہ کے بعد اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا۔ دین کا تمام نظام ختم نبوت کے محور پر گردش کرتا ہے۔ اگر ختم نبوت کے بنیادی عقیدہ میں بال برابر بھی فرق آجائے تو ایمان کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

آپ نے قرآن و حدیث کے حوالے پیش کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کا جہاں ذکر کیا ہے۔ وہاں ہر نبی کے بعد

آنے والے دوسرے نبی کی پہلے اطلاع دے دی۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے بعد آنے والے دوسرے نبی کی پہلے اطلاع دی۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دیتے رہے۔ حتیٰ کہ یہ سلسلہ نبوت خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ علیہ وسلم تک آپہنچا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ o

''حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔''

اگر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور نبی نے آنا ہوتا اور یہ سلسلہ نبوت جاری رہنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلان نہ فرماتے۔ کہ " اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِی'' یعنی میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

یہ تاجدار مدینہ رحمت دو عالم حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان اقدس پر انتہائی کمینہ اور گستاخانہ حملہ ہے کہ ایک انگریز کا پروردہ مرزا غلام احمد اُٹھ کر یہ اعلان کرے کہ قرآن پاک کی آیت " محمد رسول اللہ والذین معہٗ اشداء علی الکفار رحماء بینھم "اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد ﷺ رکھا اور اللہ کا رسول بھی۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

آپؒ نے فرمایا۔ اگر میں آج یہ اعلان کردوں کہ میں قائد اعظم ہوں تو کیا تم برداشت کرو گے؟ سامعین ''ہرگز نہیں''

شاہ صاحب:۔ اگر تم اپنے ملک کے ایک دنیاوی لیڈر کا مقام کسی دوسرے شخص کو دینے کی اجازت نہیں دیتے ہو۔ تو پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ برطانیہ کا پٹھو تاجدار مدینہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے یہ دعویٰ کرے کہ میں ''محمد'' ہوں۔ مرزا غلام احمد کی اس قسم کی کتابیں اب بھی پاکستان میں چھپتی اور فروخت ہوتی ہیں۔ مرزائی ان کتابوں کے ذریعہ اور کھلے اجلاس کر کے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں۔ ہم یہ کس طرح برداشت کریں کہ یہ انگریز کے نمک خوار مسلمانوں کو اغوا کریں۔

نبوت کے ایمان پر ہی قومیت کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ آپ نے مثال دیتے ہوئے بتایا جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو یہودی کہتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والا عیسائی کہلاتا ہے۔ اور ان تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہوئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والا مسلمان ہے۔ اب آپ کے بعد اگر کوئی شخص سلسلہ نبوت جاری سمجھ کر کسی دوسرے نبی پر ایمان لائے تو وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ وہ اپنے نبی کے نام پر پکارا جائے گا۔ حضور ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نبی مان لینے سے اصولی طور پر وہ مسلمانوں سے جدا ہو گیا۔ اور وہ دوسرے نبی کی اُمت بن گیا۔ اسی آئین اور ضابطے کے مطابق جو شخص بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانے گا۔ وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ وہ ''مرزائی'' کہلا سکتا ہے۔ اس کا مسلمانوں سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس کا مذہب اسلام نہیں ہوگا۔ امت محمدیہ ﷺ میں شمار نہ ہوگا۔

اسی اصول اور ضابطے کے مطابق ہم اپنی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ چونکہ مرزائیوں نے حضور پر نور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد کو اپنا نبی تسلیم کر کے اپنا تعلق سرکار مدینہ سے توڑ لیا ہے۔ اسلامی آئین کے مطابق حضور ﷺ کے بعد کسی دوسرے نبی کو ماننے والا مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مرزائیوں کے متعلق یہ بات ہم ہی نہیں کہتے۔ بلکہ مرزائی خود اس امر کا بار بار اعلان کرتے ہیں کہ ''ہم موجودہ مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں'' وہ ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھتے۔ ہمارے جنازے میں شریک نہیں ہوتے۔ ان کے تمام مذہبی معاشرتی اور معاشی معاملات مسلمانوں سے جدا ہیں۔ جب خود مرزائیوں نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنے آپ کو ایک مستقل قوم (Unit) کی حیثیت اور مسلمانوں سے ایک علیحدہ فرقہ ثابت کر کے گورداسپور کا ضلع پاکستان سے کٹوا دیا تو کیا وجہ ہے کہ پاکستان میں انہیں مسلمانوں سے ایک علیحدہ غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیا جائے۔

مرزائیوں کے ڈھنڈورچی ''الفضل'' کی بعض تحریروں اور مرزا بشیر کی بعض تقاریر

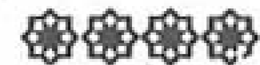
کے حوالہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مرزائی ملک وملت کے غدار ہیں ۔ وہ حکومت کے کلیدی عہدوں پر قبضہ کر کے ملکی نظام پر قابو پانے کے پروگرام بنا رہے ہیں ۔ ان کا یہ اقدام ملت اسلامیہ کو کھلا چیلنج ہے۔ آپ نے ایک قادیانی الہام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ موجودہ ملکی تقسیم غلط ہے۔ یہ تقسیم ختم کرانے اور دونوں ملکوں کا باہمی افتراق دور کرانے کی وہ ہر ممکن کوشش کریں گے ۔ اس عارضی تقسیم کو کسی نہ کسی طرح ختم کیا جائے گا۔ اور ہندو پاکستان کو پھر اکھنڈ ہندوستان بنایا جائے گا۔ جو آزادی ایک لاکھ ماؤں ، بہنوں کی عزت وآبرو قربان کر کے دس لاکھ مسلمانوں کا خون بہا کر اور ایک کروڑ مسلمانوں کی خانہ بربادی کے بعد حاصل کی گئی ہے۔ اس کو عارضی آزادی سمجھنے والا ملک وملت کا بدترین دشمن نہیں تو اور کیا ہے؟

آپ نے سامعین سے دریافت فرمایا۔ کیا ہماری یہ قربانیاں عارضی ہیں؟ کیا ہم ملک وقوم کے ایسے غداروں اور ایسی ملکی وملی غداری کو برداشت کر سکتے ہیں؟

سامعین! ”ہم ایسے ملک وملت کے غدار کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے“

جس طرح ملک وملت سے غداری کرنے والا شخص ہماری نظروں میں مجرم ہے۔ اسی طرح ناموس محمد ﷺ پر ڈاکہ زنی کرنے والا ۔ حضور پرنور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے کھلی بغاوت کر کے اپنے آپ کو نبی کہنے والا ۔ اور پھر اس جھوٹے اور چالباز نبی کی امت اسلامی سلطنت پاکستان میں اس طرح اسلام اور محمد ﷺ اور قرآن کے خلاف علی الاعلان تبلیغ کرے تو ہم اسے کس طرح برداشت کر سکتے ہیں؟“ آپ کی یہ بصیرت افروز تقریر ایک بجے شب تک جاری رہ کر ختم ہوئی۔“

(خطبات امیر شریعت ص 100 سے 103)



خطاب مرید کے

مرید کے مئی 1952ء

آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

حضرات! ختم نبوت کے اس مسئلہ پر تمام ممالک اسلامیہ میں جنگ چھڑ گئی ہے۔

اس چیز میں اصل اور نقل میں کیا فرق ہے؟ اس جنگ کا ادنیٰ رضا کار میں بھی ہوں ۔ اور رضا کار بھی ایک ایسی جماعت کا جس کے پاس نہ کوئی اختیار ہے نہ اقتدار ، نہ سرمایہ ہے اور نہ سامان! مقابلہ اس باطل سے ہے۔ جس کے پیچھے برطانیہ کا ہاتھ ہے۔ کروڑوں روپے ہیں، ہزار ہا مربع زمین اس کی ملکیت ہے۔ پاکستان میں اس باطل کے پاس اگر ایک لاکھ مربع سے زیادہ زمین کہہ دوں تو غلط نہ ہوگا۔ اس باطل کے ہاں سامان کی کثرت وسائل کی فراوانی، روپے کی بہتات، کفر کی پوری امداد، ادھر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نادار ہیں۔ عمر کے لحاظ سے چراغ سحری ہیں۔ ہمارے ہاں سامان کی قلت ہے۔ وسائل مفقود ہیں۔ اپنوں کے بے خبری، بیگانوں کی باخبری، اپنوں کی بے نیازی وبے پروائی اور دشمن عیار ومکار اور دجال وکذاب ہے۔

وہ ہر طرح سے مسلح اور اپنے کیل کانٹوں سے لیس ہے۔ لیکن ادھر ہم تہی دست ہیں۔ ادھر میں مسلمانوں میں بے خبری پاتا ہوں ۔ اور دشمن باخبر ہے۔ تم جگانے پر اٹھتے نہیں ہو۔ اور وہ سوتے نہیں ہیں۔

دراصل آج جس مقام پر میں بیٹھا ہوں یہ مقام سجادہ نشینوں اور پیروں کا ہے۔ جن

کے مربعے ہیں......مرید میں......وسائل ہیں......اور انہیں زندگی کی تمام آسائشیں مہیا ہیں لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جنہوں نے بولنا تھا آج وہ خاموش ہیں اور جنہیں نہ بولنا تھا آج وہ مجبور ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک کسی نبی کی اُمت اپنے نبی کے نام سے نہیں پکاری گئی۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کے اُمتی کا نام آدمی نہیں تھا۔ حضرت نوح کا اُمتی نوحی، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا موسوی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمدی نہیں رکھا گیا۔ بلکہ مومن اور مسلم رکھا گیا۔

ہاں البتہ ایک برطانیہ کے خود کاشتہ پودا پنجابی نبی کے اُمتی کا نام احمدی اور مرزائی ہے حضرات! آپ میری ان معروضات کو خالی الذہن ہو کر خلوص نیت سے سنیں۔ تاکہ قلب پر عکس ٹھیک آئے۔

تمام اعمال کی بنیاد اور جڑ عقیدہ درست تو سب کچھ درست اور عقیدہ خراب تو سارے اعمال ضبط ہو جائیں گے۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کاشمیریؒ برد اللہ مضجعہ نے فرمایا ہے کہ جس طرح کوڑھ کے مریض کو جتنی اچھی سے اچھی غذا دی جائے تو وہ اتنا ہی گلتا چلا جائے گا اور اس کی مرض میں جوں جوں اضافہ ہوتا جائے گا بعینہ اسی طرح ہر وہ شخص جس کا عقیدہ جتنا خراب ہوگا۔ وہ شخص اتنا ہی جہنم کے قریب ہوتا جائے گا۔

مثلاً آپ کس وقت سے جلسہ گاہ میں آئے بیٹھے ہیں؟ حاضرین! آٹھ بجے سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ شاہ جی آپ یہاں کس کے انتظار میں آئے ہوئے ہیں؟ حاضرین صرف آپ کے لئے۔

بس اسی کا نام عقیدہ ہے۔ جس نے تمہیں بغیر کسی دنیاوی لالچ کے اس عرصہ تک یہاں بٹھائے رکھا۔ حالانکہ میں کوئی ڈی سی نہیں ہوں۔ کوئی الاٹ منٹ افسر نہیں ہوں الاٹمنٹ کے سلسلہ میں ربوہ اور مرزائیوں سے کوئی بچے گی تو وہ دوسرے فاقہ کش انسانوں کے

نام سے الاٹ نہ ہو جائے۔

حضرت شاہ صاحبؒ تقریر فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے مرزائیوں کا شائع کردہ پوسٹر شاہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔

شاہ جی نے فرمایا کہ ان کو یہ ”پوسٹر بازی“ کر لینے دو۔ آخر انہوں نے کارگذاری جو دکھانی ہوئی۔ ظفر اللہ کے صدقہ کا آیا ہوا کاغذ کسی جگہ استعمال کریں گے تو نام ہوگا۔

میری باتیں فضاء آسمانی میں بکھیریں گی۔ ان کا ریکارڈ ہوگا۔ ایک وقت آرہا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی آوازیں جو فضاء آسمانی میں بکھری پڑی ہیں۔ ان کا ریکارڈ ہوگا۔ آپ ان تمام پاکیزہ کلمات کو اپنے کانوں سے سنیں گے۔ ان حضرات کے طفیل وقت آئے گا کہ فضاء آسمانی خود گواہی دے گی کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قوال قرآن سنایا کرتا تھا۔

یہ اس طرح کاغذی پروپیگنڈا کیوں کر رہے ہو جان ہو تو کھل کر سامنے آؤ! کہو! مرزا محمود سے وہ چھپ کر نہ بیٹھے لے آئے وہ انگریز کے عطا کردہ الہامات اور ادھر میں لاتا ہوں محمد ﷺ عربی پر نازل شدہ قرآن سنایا کرتا تھا۔

یہ اس طرح کاغذی پروپیگنڈا کیوں کر رہے ہو جان ہو تو کھل کر سامنے آؤ! کہو! مرزا محمود سے وہ چھپ کر نہ بیٹھے لے آئے وہ انگریز کے عطا کردہ الہامات اور ادھر میں لاتا ہوں محمد ﷺ عربی پر نازل شدہ قرآن مجید کو، پھر دیکھو! بات کیا رنگ لاتی ہے۔ یہ پردہ دار نازنین کی طرح مرزا محمود اندر کیوں چھپا بیٹھا ہے۔ آئے کھل کر میدان میں میں کوئی غیر محرم ہوں؟

”اس پر جلسہ گاہ سامعین کے زوردار قہقہوں سے بھرپور ہوگئی“۔

مرزا محمود صاحب سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔

او برطانیہ کے ملازم! تم پاکستان کی مسلم اکثریت کو یہ کہہ کر دھمکیاں دے رہے ہو۔ کہ تم مجرموں کے طور پر میرے سامنے پیش ہو گے اور تمہارا حشر بھی وہی ہوگا جو ابوجہل اور اس کی پارٹی کا ہوا! میں حکومت اور عوام سے پوچھتا ہوں کہ ابوجہل کی اور اس کی پارٹی کا کیا حشر ہوا؟

سامعین! اس کا اور اس کی پارٹی کا حشر قتل ہوا تھا۔

(مرزائیوں سے مخاطب ہوکر کہا) سوچ لو! تم کیا کہہ رہے ہو۔ دس کروڑ مسلمانوں کو تم ابوجہل کی اولاد قرار دیتے ہو؟

آپ نے مرزائیوں کے خوفناک عزائم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ مرزائی آہستہ آہستہ ملک پر قبضہ کر رہے ہیں۔ پاکستان میں کشمیر اور مشرقی پنجاب کے ہزاروں مہاجرین دربدر دھکے کھا رہے ہیں۔ وہ نان جویں کو ترس رہے ہیں...... وہ اس ملک میں فاقہ کی زندگی گذار رہے ہیں۔ لیکن ادھر مرزائیوں کا حال دیکھئے۔ دکانوں، کارخانوں اور بڑی بڑی فیکٹریوں پر قبضہ ہے۔ ہزارہا مربع زمین الاٹ ہے۔ ربوہ کی اسٹیٹ، محمود آباد، ظفر اسٹیٹ انہوں نے اس انگریز کے سہارے کیا کچھ نہیں حاصل کر رکھا؟ یہ سارا پاکستان جسے ہزارہا سیدزادیوں، حافظ قرآن بیٹیوں، خدا اور رسول ﷺ کا نام لینے والی عورتوں کو دے کر حاصل کیا ہے۔ اگر اب یہ مرزابشیر خلیفہ قادیان کے سپرد کر دینا ہے تو ہماری اور تمہاری جنگ ہے۔ یہ سب فعل فرنگی کرا رہا ہے۔ انگریز نے سلطان ٹیپو اور بہادر شاہ ظفرؒ کی لاشوں پر بہت سی ریاستوں کی بنیاد ڈالی تھی۔ آج بھی لیاقت اور افتخار اور شیر خاں کی لاش پر مرزائی اسٹیٹ کے منصوبے باندھے جا رہے ہیں۔ مرزائیوں کے یہ 80 فیصدی فوج میں کلیدی عہدے دس ہزار فرقان بٹالین کی مسلح فوج اور ربوہ جاتا ہوا سکہ پکڑا جائے! آخر یہ سب کس کے لئے؟ آپ نے فتنہ مرزائیہ کے استیصال کے لئے تحفظ ختم نبوت کے محاذ کو مضبوط بنانے کی اپیل کرتے ہوئے فرمایا۔

کیا تحفظ ختم نبوت کا کام محض میرا کام ہے یا تمام مسلمانوں کا......؟

سامعین: یہ کام تمام مسلمانوں کا ہے۔

شاہ جی: جن کا یہ عقیدہ ہے، وہ ہاتھ اٹھائیں

سامعین نے اپنے ہاتھ کھڑے کر کے اس بات کا یقین دلایا کہ فتنہ مرزائیہ کا استیصال تمام مسلمانوں کا فرض ہے اور ہم مجلس کے نصب العین اور طریق کار کے ساتھ کلی اتفاق کا اظہار کرتے ہیں۔

آج مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں روح صدیقؓ پیدا کرو! آج محمد عربی کی عزت و

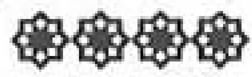
ناموس پر کٹ مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ محمد عربی ﷺ کی آبرو پر کمینے اور ذلیل قسم کے انسان حملہ آور ہیں۔

یاد رکھو! محمد ﷺ ہے تو خدا ہے حضرت محمد ﷺ ہے تو قرآن ہے۔ محمد ﷺ ہے تو دین ہے۔ محمد ﷺ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

آخر کوئی بات تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں بارہ سو حافظ قرآن صحابہ کرام کو شہید کرا دیا۔ لیکن اس مدعی نبوت اور مرتد کا وجود دنیا میں نہ رہنے دیا!

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن ۔

خطبات امیر شریعتؒ ص 100 تا 108



پاکستان میں نفاذ اسلام سے فرار کیوں؟

شاہ جیؒ نے فرمایا۔

جو لوگ اسلام کے نظام حکومت سے دامن کشاں ہیں اور اقتدار نشین ہو کر اسلامی نظام کے قیام سے فرار اختیار کرتے ہیں اور عوام کو اپنی ذہنیت کی اصلاح کے لئے کہتے ہیں وہ دراصل اسلام پر الزام دھرتے ہیں اور خود اسلام سے تہی داماں ہیں۔ جب سب کچھ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے تو پھر جس نام سے یہ طاقت حاصل کی گئی ہے اس سے یہ انحراف کیوں برتا جا رہا ہے؟

اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر دین ہے۔ وہ ایک ایسا نظام ہے جو ازاول تا آخر اور تابہ قیامِ قیامت ہر انسانی گروہ اور ہر انسانی جماعت کی خوشحالی اور برتری کا ضامن ہے۔ وہ بنیادی سعادتوں اور دنیوی خوش نصیبیوں کا توشہ ہے اور ہم اس پر چل کر اپنے لئے، بنی نوع انسان کے لئے اور معاشرہ انسانی کے لئے صحت مند مستقبل تیار کر سکتے ہیں۔

مسلمان اور موت کا خوف یکجا نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ قرآنی نظام کو مشتبہ نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کی بینائی سلب ہو چکی ہے اور وہ اپنی نفسی کوتاہیوں کو اسلام کی کوتاہیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ (صوبائی احرار کانفرنس (لائل پور) فیصل آباد ۳۰ مئی 1948)

ربوہ میں پاکستان کے متوازی حکومت

10۔اگست 1952ء

لاہور، موچی دروازہ کے باغ میں شمع رسالت کے ایک لاکھ سے زائد پروانوں کے ایک عظیم الشان اجتماع میں نعرہ ہائے ختم نبوت زندہ باد کے درمیان ساڑھے گیارہ بجے شب حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے مخصوص انداز میں تقریر شروع کی۔ انہوں نے مرزائیوں کے دجل و تلبیس کا تار پود بکھیرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانی نبی کے امیوں نے ربوہ میں ایک متوازی حکومت قائم کر رکھی ہے۔ اور ان کے اس نظام کے تحت ربوہ میں اسلحہ تیار ہو رہا ہے۔ زمین دوز قلعے تعمیر ہو رہے ہیں۔ اپنی الگ عدالتیں قائم کی گئیں ہیں۔ جن میں مجرموں کو سزائیں دی جاتی ہیں۔ اور نظر بندی کی سزاؤں کے علاوہ جرمانے بھی وصول کئے جاتے ہیں۔ ان عدالتوں میں قاعدہ مقدمات سنے جاتے ہیں۔ بعض ''قومی'' مجرموں کی جائیدادیں بھی ضبط کی جاتی ہیں۔ دریائے چناب کے کنارے ربوہ کو ایک قلعہ بند شہر بنایا جا رہا ہے۔ پاکستان کی آزاد حکومت میں اس متوازی حکومت کا قیام نا قابل برداشت ہے۔ انہوں نے اس پر اظہار افسوس کیا کہ ارباب حکومت سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی خاموش ہیں۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے......؟

ہم اپنے ملک میں اندھیر نگری کو کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ میں حکومت کے ارباب بست و کشاد اور مسلمانوں سے کہوں گا کہ وہ لاہور میں بیٹھ کر ان حالات سے بے خبر نہ

رہیں۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ ایسا رُخ اختیار کر رہے ہیں۔ جس سے بعد میں ہمارے لئے نپٹنا مشکل ہو جائے گا۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ میں سے کتنے ایسے لوگ ہیں جو یہ جانتے ہیں کہ ربوہ کے نبی کے ماننے والے کیا کچھ لکھ رہے ہیں۔ ان کا لٹریچر کس ڈگر پر شائع ہو رہا ہے؟ اور ان کے ترجمان ''الفضل'' کی ان تحریروں اور مقالات پر بھی نگاہ رکھئے۔ جن کے بین السطور میں انتقام، خون، فساد، اور بغاوت کے آثار پائے جاتے ہیں مجھے میرا ملک بے حد عزیز ہے۔ اگر اس کے استحکام کے لئے بخاریؒ کا خون بھی کام آئے تو یہ عین سعادت ہوگی۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ میرے عزیز ملک پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کیوں چھا رہے ہیں۔ سرورِ کائنات کی ختم المرسلینی پر حملے کرنے والے میرے ملک کی کلیدی آسامیوں پر بیٹھے میرے ملک کو تباہی کے گڑھے میں ڈالنے کے منصوبے تیار کر رہے ہیں۔ مجھے بتاؤ۔ ایسا کیوں ہے کیا مجھے اپنے وطن عزیز کے استقلال کے لئے اسے برداشت کر لینا چاہیے۔

مجھے بتایا جائے کہ میری حکومت دشمن کی ریشہ دوانیوں اور کارستانیوں سے بے خبر کیوں ہے؟ اگر وہ مرزائی فرقہ کی ہر حرکت کو جانتی ہے اور یہ اس کی نگاہ میں ہے تو مجھے بتایا جائے کہ ربوہ میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کے خلاف کوئی تحقیقات کیوں نہیں کی گئی؟

مجھے کہنے دیجئے کہ اگر آپ حکومت کرنا چاہتے ہیں تو باخبر رہ کر حکومت کی جیئے۔ اگر درویشی اختیار کرنے کا ارادہ ہے تو دونوں جہاں سے بے خبر ہو جایئے۔ ابھی تک ہم مکمل طور پر آزاد نہیں ہوئے۔ ہم ابھی تک ڈومینین ہیں۔

کچھ عرصہ پیشتر ہم ایک آدمی کے وفادار نمائندے تھے۔ مگر اللہ کی شان ہے کہ ہم آج ایک عورت ملکہ الزبتھ کے وفادار نمائندے ہیں۔ خدا کرے ہمارے گورنر جنرل کا دور جلد گزر جائے اور ہم بھی ایک بہادر اور آزاد ملک کہلا سکیں۔ جب میں محسوس کرتا ہوں کہ پاکستان میں ابھی تک بھی کفر کا قانون ہے۔ ابھی وہی تعزیرات پاکستان ہے۔ وہی پولیس ایکٹ اور وہی پرانی ڈگر۔ تو میرا کلیجہ خون ہو جاتا ہے۔ ہمیں جلد سے جلد اس نام نہاد دولت مشترکہ سے اپنا رشتہ توڑ کر اپنی کامل و مکمل آزادی کا اعلان کرنا ہوگا۔

مرزائی مسلم تنازعہ کو احراری قادیانی تنازعہ قرار دینا ظلم ہے

شاہ جیؒ نے میاں ممتاز دولتانہ وزیر اعلیٰ سے بزرگانہ انداز میں شکوہ کیا۔ کہ غضب یہ ہے کہ میرے صوبے کا ہونہار وزیر اعلیٰ ہر بار یہ کیوں کہتا ہے کہ ''احمدیوں اور احراریوں کا یہ جھگڑا ہے''۔ میں کیوں کر بتاؤں۔ کہ یہ جھگڑا احراری اور احمدی کا نہیں۔ یہ مرزائی اور کملی والے کے غلاموں کا مسئلہ ہے۔ یہ عالم اسلام کا سوال ہے۔ یہ جس قدر بخاری کا مسئلہ ہے اسی قدر ممتاز دولتانہ کے گھر کا مسئلہ ہے۔ میں حیران ہوں کہ اسے محض ہمارے نام سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟ میں اس مرحلہ پر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اگر یہ تمہارے نزدیک مجلس عمل کا مسئلہ نہیں مسلمانانِ عالم کا سوال نہیں اور یہ محض احراریوں کا مسئلہ ہے تو سن لو کہ میں اسے اپنے مسئلہ میں سعادت محسوس کرتا ہوں۔ کہ ایک ایک احراری ختم ہو جائے گا۔ مگر آن محمد ﷺ اور ناموس رسول ﷺ پر کسی بد بخت کو انگلی اٹھانے کی اجازت نہیں دے گا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ احراری فتنہ فساد، خونریزی سے اپنے مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں۔ میں اور میرے رفیقان کار ہزار ہا بار اس جذبہ کی مذمت کر چکے ہیں جو خونریزی کے جذبہ کو ابھارے اور اس ملک کے امن کو پارہ پارہ کرنے کا موجب بنے۔

ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم الیکشن لڑنا چاہتے ہیں۔ ہم اس لئے میدان میں آئے ہیں۔ کہ مسلم لیگ کو ختم کیا جا سکے۔ میں یہ بکواس سنتے سنتے تھک گیا ہوں۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ مجلس احرار کا کوئی کارکن اپنے جماعتی ٹکٹ پر، انڈی پنڈنٹ یا کسی اور ٹکٹ پر کسی صورت کبھی الیکشن میں حصہ نہیں لے گا۔ میں یہاں تک کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اگر مسلم لیگ نے مجلس احرار کے کسی کارکن کو کبھی بھی ٹکٹ دیا تو میں پہلا شخص ہوں گا جو اسے ناکام کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا نام درمیان میں نہ ہوتا تو ہم کبھی آپ سے بات بھی نہ کرتے۔ اور اس کملی والے کے صدقے تمہارے آستانوں پر جانا پڑتا ہے۔ تمہارے سامنے جھکنا پڑ رہا ہے...... یاد رکھو کہ محمد ﷺ کی ناموس کو بچانے کے لئے تمہارے سامنے جھک جائیں گے۔ ایک ایک مسلمان تمہارے آستانوں پر جھک جائے گا۔ گڑگڑائے گا۔ تا آنکہ ہر

طریقہ استعمال کر کے تمہاری مدد حاصل کرے گا۔

میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ بدگمانی کرنے سے باز آ جاؤ۔ تمہیں اور تمہاری بڑائی کو یہ فعل زیب نہیں دیتا۔ ہم پر یقین کرو کہ ہم تمہارے راستے میں کبھی نہیں آئیں گے۔ تم ہمیں ہر اعتبار سے مخلص پاؤ گے۔ یاد رکھو کہ تم کو ہم ایسے مخلص رفیق نہیں مل سکیں گے۔

شاہ صاحب نے کہا ''ڈان'' کی طرح لاہور میں ایک اخبار ''سول'' راہ چلتے امن پسندوں کو بھونکتا ہے۔ میں حکومت سے کہوں گا کہ اس کے منہ میں لگا دے۔ یاد رکھو کہ جس خبیث نے محسن کائنات کے خلاف کچھ کہا وہ مٹ جائے گا۔ یہ اخبار برابر بدگمانیاں پھیلا رہا ہے اور ظاہر ہے کہ بدگمانیاں کبھی بھی اچھے نتائج پیدا نہیں کیا کرتیں۔

مسلمانو! پاکستان کے ایک ایک مقام پر ''ڈان'' جلایا جا رہا ہے۔ اور اب مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اب ''سول'' بھی جلایا جائے گا۔ ہم محمد ﷺ کے بے حرمتی کرنے والی کسی تحریر کو دیکھ نہیں سکتے۔ ہم یقیناً ہر اس اخبار کو جلائیں گے جو رسول خدا ﷺ کی ذات پر حملہ کرے گا۔ اور مسلمانوں میں اس لئے انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ مگر ہم حضور ﷺ کے نام لیوا ہیں حضور ﷺ کا ہر دشمن ہمارا بدترین دشمن ہے۔

اس مرحلہ پر زمیندار کو خراج تحسین پیش کیا۔ آپ نے اپیل کی کہ کوئی شخص ''سول''۔ نہ خریدے اور اس اخبار کا پوری طرح بائیکاٹ کیا جائے۔ آپ نے حکومت کو متنبہ کیا کہ اگر اس نے ''سول'' ''ڈان'' اور ''الفضل'' کے منہ میں لگام نہ دی۔ تو یاد رکھو ان کی فتنہ پردازی سے امن کو شدید خطرہ لاحق ہو جائے گا۔ یاد رکھو۔ کہ ہمیں محمد ﷺ کی حرمت سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں۔ مجھے بتایا جائے کہ میکلوڈ روڈ پر کس نے ہنگامہ کیا؟ کیا وہ مسلمان سے تھے۔ اینٹیں کہاں سے آئیں۔ کیا تم نے قریب قریب کے مکانات کی تلاشیاں لی تھیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ مسلمان اپنے گھروں سے اینٹیں ساتھ لے کر آئے تھے۔

حضرت امیر شریعتؒ نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر وہ ختم نبوت کی تحریک کو کامیاب کرنا چاہتے ہیں تو امن کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ گالی گلوچ اور سنگ باری سے اپنے مقاصد

میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جس دستور ساز اسمبلی اور لیگ کونسل سے آپ قانون کے ذریعہ مرزائیوں کو اقلیت قرار دینا چاہتے ہیں۔ انہیں آپ تشدد کا نشانہ بنائیں۔ تو مجھے بتایئے کہ آپ اپنے مقصد میں کیونکر کامیاب ہو سکتے ہیں؟

ربوہ میں جانے والے بارود کے متعلق تحقیق کی جائے

آخر میں آپ نے میاں ممتاز دولتانہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پچھلے دنوں ایک من 17 سیر بارود ربوہ کیوں گیا؟ پولیس نے تحقیقات کی تو اسے مرزا بشیر نے بتایا کہ ہمارے رضا کاروں نے تربیت حاصل کرنا تھی۔ میں پوچھتا ہوں کہ رضا کاروں کی تربیت کے کیا معنی ہیں مسلم نیشنل گارڈ نے 1947ء میں کتنا بارود مشق کے لئے خریدا تھا؟ یہ کیا اندھیر ہے کہ آپ سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور خاموش ہیں۔

چار من سکہ ربوہ کیوں گیا

چار من سکہ جو حال ہی میں چونیاں سے ربوہ لے جایا گیا۔ آخر اس سکہ کی ضرورت کیا تھی؟ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس کی تحقیقات کی جائے کہ ان تیاریوں کے پس پردہ کیا جذبہ اور کیا پروگرام کارفرما ہے۔ تصویر کے نقاب کو ذرا سا تو سرکایئے۔ آپ نے ہم سے تو ضمانت لے لی ہے اور اس کے بعد 144 کو ختم کر دیا ہے مجھے بتایا کہ مرزا بشیر سے بھی ضمانت لے لی ہے۔ اگر ایسا ہے تو اس کا کوئی بیان شائع کیوں نہیں ہوا یہ کیا مذاق ہے کہ مطعون تو ہم دونوں ہیں مگر ایک پر زیادتی اور دوسرے کو کھلی چھٹی دی جا رہی ہے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن۔

خطبات امیر شریعت ص 109 تا 113



خطاب راولپنڈی

نومبر 1952ء

راولپنڈی۔ 16۔ نومبر 1952ء آل پارٹیز مسلم کنونشن کا تیسرا اجلاس لیاقت باغ میں ایک بجے شروع ہوا۔ چوہدری محمد طفیل صاحب نے اس اجلاس میں صدارت کے فرائض انجام دیئے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے مخصوص انداز میں مرزائی فرقہ کی فتنہ سازیوں اور توہین نبوت پر لطیف چوٹیں کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کے اس فرقہ ضالہ کے داہم ہم رنگ زمین سے ہوشیار رہنے کی تلقین کی۔ آپ نے تقریر کے ابتداء میں فرمایا پاکستان کے اس پرچم کی عظمت پر دس لاکھ مسلمان کٹ مرے۔ ایک کروڑ خانہ برباد ہوئے۔ پاکستان کا پرچم اتنی بھاری قربانیوں کے بعد بلند ہوا ہے۔ اس کو سربلند رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

اکھنڈ بھارت کا خواب کبھی پورا نہیں ہوگا

آپ نے جماعتی اتحاد اور تنظیم پر زور دیتے ہوئے مسلمانوں کو منافقوں اور اشتراکی شرانگیزیوں سے متنبہ کیا اور کہا کہ اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھنے والوں کے خواب کبھی پورے نہیں ہوں گے۔ یہ مسلمانوں کا ملک رہے گا۔ اور اس کے تحفظ کی خاطر مسلمان سیسہ پلائی دیوار کی طرح کھڑے ہو جائیں گے۔ مرزائیوں کی طرف سے ایک تازہ ٹریکٹ شائع ہوا ہے۔ جس میں مسلمانوں کو یہ فریب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزائی بھی مسلمان ہیں۔ وہ بھی کلمہ گو ہیں اور سرکارِ مدینہ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔ مرزائیوں اور ان کے امیر کے

اس دعوے کو جھٹلانے والوں کے لئے 500 روپیہ کا انعام رکھا گیا ہے۔ میں اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔ کہ امیر جماعت مرزائیہ کو ان کی تحریروں کے پیش نظر اگر کوئی شریف آدمی بھی ثابت کر دے تو ہم اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیں گے۔ ثالث کے لئے وزیر اعظم پاکستان یا وزیر اعظم پنجاب میاں ممتاز دولتانہ کے نام پیش کرتا ہوں۔

اسلام اور ناموس رسالت کا تحفظ ہمارا فرض

چوہدری ظفر اللہ کی قابلیت کے گن گائے جاتے ہیں۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ ان کے بغیر کابینہ ادھوری رہ جائے گی۔ اس دلیل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ساری مسلم لیگ تنظیم میں مسلمانوں کا نہ کوئی قابل اعتماد نمائندہ ہے اور نہ چوہدری ظفر اللہ کی جگہ لینے والا کوئی قابل مسلمان ہے۔ اگر یہی بے بسی کا عالم ہے تو پھر اقتدار کی کرسیوں سے چمٹے رہنے کا فائدہ کیا؟ اگر حکام بااختیار وسعت نظری کا ثبوت دیں تو انہیں چوہدری ظفر اللہ سے بھی کہیں زیادہ قابل شخصیتیں مل سکتی ہیں۔ ہم اقتدار کے بھوکے نہیں ہیں۔ ہمیں عہدوں کا لالچ نہیں۔ الاٹ منٹوں کا شوق نہیں۔ مگر تحفظ اسلام اور ناموس رسول ہمارا فرض ہے۔ اس کے لئے ہم بڑی سے بڑی ٹکر مول لینے کو تیار ہیں۔ مسلمانوں نے اتنی بھاری قربانی دے کر اپنے مذہب کی حفاظت کے لئے اس ہلالی پرچم کو سربلند کیا تھا۔ آج اسی جھنڈے تلے ہم ناموس مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہیں دیکھ سکتے۔

نام محمد ﷺ پر کٹ مرنے کو تیار

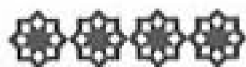
لیکن آج اسی ملک میں مرزائی رسول ﷺ خدا کی توہین کرتے ہیں۔ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو مجھ پر مقدمہ چلاؤ۔ میری گردن تو آج بھی تحفظ ناموس مصطفی ﷺ کی خاطر پھانسی لگنے کو تڑپتی ہے۔ میں تمام مسلمانوں سے مخاطب ہوں کہ تم حضور ﷺ کی آبرو کی نگرانی کرو تو میں تمہارے کتے بھی پالنے کو تیار ہوں اور اگر تم نے حضور ﷺ سے بغاوت کی تو پھر میں تمہارا باغی ہوں۔ میں محمد ﷺ کے نام پر کٹ مرنے کو تیار ہوں۔

قاضی یار محمد کے ٹریکٹ نمبر 34 کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ مرزائی اللہ تعالیٰ کے وجود پر کتنا بھاری الزام لگاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی نفسانی خواہشات رکھتا ہے۔ اور اس نے کشفی حالت میں یہ خواہشات مرزا صاحب سے پوری کیں؟ میں تو اس قسم کے خدا کو کبھی نہ مانوں گا۔ مرزائیوں کا تو خدا بھی الگ ہے۔ امیر شریعت نے مرزا غلام احمد کے متعلق یہ بھی بتایا کہ انہوں نے محمد ﷺ ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ چنانچہ مرزائی جب محمد ﷺ کا نام لیتے ہیں۔ تو اس سے ان کی مراد ہمارے رسول خدا حضرت محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب نہیں ہوتے۔ بلکہ اس سے ان کی مراد غلام احمد ولد غلام مرتضیٰ ہوتا ہے۔

کوئی پیر کوئی مولوی کوئی لیڈر اکیلا مرزائیوں سے نہیں نپٹ سکتا۔ اس کے لئے جماعت کی ضرورت ہے۔ تمہیں پتہ نہیں ہے کہ مرزائیت کے پس منظر کون سی طاقت کام کر رہی ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ ہم ختم نبوت کو مانتے ہیں۔ مگر وہ کس طرح؟ اس طرح کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رسول قدنی مراد لیتے ہیں اور میں رسول مدنی مراد لیتا ہوں۔ کجا رسول مدنی اور کجا مرزائے قدنی۔ مرزا قادیانی کی یہ بات مسلمانوں کے لئے کھلا چیلنج ہے۔ تم اس اجتماعی رنگ میں جواب دو۔ خبردار کسی منفرد آدمی کو کوئی بات بھی نہ بتانا۔ منفرد آدمی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

آل پارٹیز مسلم کنونشن کے متعلق فرمایا۔ تم سب مختلف الخیال علماء کا ایک اسٹیج پر جمع ہو جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتے ہیں۔ لیکن اپنے رسول کی توہین نہیں برداشت کر سکتے۔ یہ وہی علماء ہیں جو رفع یدین اور فاتحہ کے مسائل پر لڑتے تھے۔ اور آج ان کا یہ اجتماع حضور ﷺ سرور کائنات کا ایک معجزہ ہے۔ سب سے پہلا اجتماع مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر ہوا تھا۔ آج دوسرے مدعی نبوت مرزا غلام احمد کے خلاف ہوا ہے۔

خطبات امیر شریعت ص 122 تا ص 124



کراچی میں خطاب

28 جنوری 1953ء

کراچی کی مشہور جامع مسجد نور میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا عظیم الشان اجتماع ہوا۔ جس میں آپ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا۔ مرزائی افسران نے اپنے عہدوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلامیان پاکستان کو کافر اور مرتد بنانے کی ایک ہمہ گیر تحریک شروع کر رکھی ہے۔ بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمان اقتصادی بدحالی اور معاشی الجھنوں سے تنگ آ کر ان کے دم تزویر کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور مرزائی ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔ 16 اگست 1952ء کو پاکستان کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے اپنے ایک سرکاری آرڈیننس کے ذریعہ سرکاری ملازمین پر پابندی عائد کی تھی۔ کہ وہ کسی مخصوص فرقہ کے عقائد کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔ مرزائی سرکاری افسران نے اس سرکاری آرڈیننس کا جو مذاق اڑایا وہ حکومت اور عوام سے پوشیدہ نہیں۔

مرزائی سرکاری افسران کی اشتعال انگیز سرگرمیاں

سب سے پہلے مرزائی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے بیان دیا۔ کہ ہم اپنے مذہبی عقائد اور ضمیر کی تبلیغ سے باز نہیں آ سکتے۔ اور اس کے بعد میاں نصیر احمد فاروقی چیف سیکرٹری حکومت سندھ، خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خاں سپرنٹنڈنٹ ٹاڈر سنیٹوریم کرنل سید شبیر حسین شاہ انسپکٹر جیل خانہ جات۔

اور ان کے علاوہ دوسرے مرزائی افسران نے کئی بار کھلے جلسوں کی صدارتیں کر کے کفر وارتداد کی تبلیغ کی۔ اور سرکاری احکام کا کھلم کھلا منہ چڑایا۔ لیکن ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا گیا۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ دراصل حکومت خود مرزائیت کی تبلیغ کرا رہی ہے۔

ان کے مقابلہ میں اگر مسلمان اپنے دینی عقائد اور اسلامی روایات کی تبلیغ کرے تو اسے سرکاری اثر ڈال کر بند کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ سندھ کا تازہ واقعہ بیان کیا۔ کہ بڈ عیدن میں تحفظ ختم نبوت اجلاس عام منعقد ہوا تو سندھ کے مرزائی چیف سیکرٹری فاروقی نے جلسہ پر پابندی عائد کر دی۔ کہ اس جلسہ میں ختم نبوت اور رد مرزائیت پر تقریر نہیں کی جا سکتی۔ پابندی عائد کرتے وقت انہوں نے ''عیدگاہ کے جلسہ'' کا لفظ دیا۔ ہم نے وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جلسہ منعقد کر لیا۔

ارباب اقتدار سنی ان سنی کر دیتے ہیں

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی قومیں ارباب اقتدار سے اپنے مطالبات کرتی ہیں اور حکومت انہیں تسلیم بھی کرتی ہے مگر ہمارے ارباب اقتدار بھی عجیب ہیں۔ پوری قوم متفقہ طور پر ان سے مطالبات کرتی ہے۔ لیکن ارباب اقتدار کے بہرے کانوں تک قوم کی کوئی آواز نہیں پہنچ رہی۔ اور وہ قوم کی آواز کو سنی ان سنی کر رہے ہیں۔

مسلمانانِ پاکستان نے تاج و تخت ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں مرزائیوں جو اقلیت قرار دینے اور مرزائی وزیر خارجہ کو وزارت سے برطرف کرنے کے متعلق حکومت سے جو مطالبات کئے تھے۔ موجودہ ارباب اقتدار ان مطالبات کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں اور مختلف حیلوں اور بہانوں سے تحفظ ختم نبوت کی تحریک کو دبانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

خواجہ ناظم الدین کی مرزائیوں سے رشتہ داری

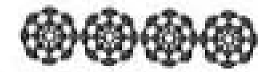
مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے۔ گویا خواجہ ناظم الدین بھی مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کر کے مرزائی ہو گئے ہیں جبھی تو مرزائیوں کے متعلق قوم کے مطالبات کو درخور اعتنا نہیں سمجھ رہے ہیں۔ مجھے خصوصی حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ خواجہ ناظم الدین اور مرزائیوں کے درمیان کوئی رشتے ناطے بھی ہو چکے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو مسلمان اسے کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کریں گے ایک مسلمان سلطنت اور مسلمان قوم کے حکمران وہی ہو سکتے ہیں۔ جو

مسلمان ہوں اور محمد عربی ﷺ کے غلام! محمد ﷺ عربی کے باغی اور کافر مرتد مسلمان قوم کے حکمران نہیں رہ سکتے۔

آل پارٹیز مسلم کنونشن کا ایک ماہ کا نوٹس

آپ نے فرمایا۔ آل مسلم پارٹیز کنونیشن نے حکومت کو ایک ماہ کا نوٹس دیا ہے۔ حکومت کی بھلائی اسی میں ہے کہ وہ قوم کے مطالبات بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کر دے ورنہ قوم پھر جو قدم اٹھائے گی۔ اس کی ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ مسلمان ناموس مصطفیٰ کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کریں گے۔

خطبات امیر شریعتؒ ص 114 تا ص 116



نام اسلام کا کام انگریز کا

شاہ جیؒ نے فرمایا۔

ملک بانٹ کر انگریز نے تحریک آزادی ہند کو جس طرح ختم کیا ہے اس سے فی الحقیقت کوئی تغیر واقع نہیں ہوا کیونکہ اسے آج نہیں کل جانا تو تھا ہی اس نے سوچا لاؤ اپنی دو سو سالہ اولاد (معنوی) کو وارث بنا دوں کہ پھر آنا پڑے تو لڑائی جھگڑا نہ ہو اور اب بھی وہ گیا کہاں ہے؟ یہیں اندر موجود ہے اور پردے کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے۔ کچھ دنوں تک خوب کھیل کھیلے گا۔ اس لئے اسلامی حکومت کے قیام کا تصور کہ جس کے نام پر اللہ و رسول اور قوم کو دھوکا دیا گیا ہے، اپنے آپ کو فریب دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔

ابھی بہت سا کام باقی ہے ایک زوردار دھکے کی ضرورت ہے۔ تب شاید اطمینان کی کوئی صورت پیدا ہو اور جب تک یہ نہیں ہوتا، ہمارے لئے دونوں حالتیں برابر ہیں بلکہ یہ انگریز کی حکومت سے بھی بدتر! کم از کم وہ کفر خالص تو تھا اور اب نام اسلام کا ہے اور کام انگریز کا''

جولائی 1948ء خان گڑھ میں ایک مجلسی گفتگو

سرکاری افسران کی تبلیغ مرزائیت

۲۸ جنوری ۱۹۵۳ء میں کراچی میں خطاب کرتے ہوئے خطبۂ مسنونہ کے بعد آپ نے فرمایا:

مرزائی افسران نے اپنے عہدوں سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِسلامیانِ پاکستان کو کافر اور مرتد بنانے کی ایک ہمہ گیر تحریک شروع کر رکھی ہے۔ بھولے بھالے اور سادہ لوح مسلمان اقتصادی بدحالی اور معاشی الجھنوں سے تنگ آ کر ان کے دامِ تزویر کا شکار ہو جاتے ہیں اور مرزائی ان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ پاکستان کے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین صاحب نے ۶/ اگست ۱۹۵۲ء کو اپنے ایک سرکاری آرڈیننس کے ذریعہ سرکاری ملازمین پر پابندی عائد کی تھی کہ وہ کسی مخصوص فرقہ کے عقائد کی تبلیغ نہیں کر سکتے' مرزائی سرکاری افسران نے اس سرکاری آرڈیننس کا جو مذاق اڑایا ہے وہ حکومت اور عوام کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

تبلیغِ مرزائیت

سب سے پہلے مرزائی وزیرِ خارجہ سر ظفر اللہ نے اس حکم کی مخالفت کرتے ہوئے بیان دیا کہ ہم اپنے مذہبی عقائد اور ضمیر کی تبلیغ سے باز نہیں آ سکتے اور اس کے بعد میاں نصیر احمد فاروقی چیف سیکرٹری حکومتِ سندھ خان بہادر ڈاکٹر سعید احمد خان' سپرنٹنڈنٹ ڈاؤ سینٹوریم' کرنل سید شبیر حسین شاہ انسپکٹر جیل خانہ جات اور ان کے علاوہ دوسرے مرزائی افسران نے کئی بار کھلے جلسوں کی صدارتیں کر کے کفر و ارتداد کی تبلیغ کی اور سرکاری احکام کا کھلم کھلا منہ چڑایا لیکن ان کے خلاف کوئی

ایکشن (Action) نہیں لیا گیا۔ اِسی سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ دراصل حکومت خود مرزائیت کی تبلیغ کرا رہی ہے۔

مسلمانوں پر پابندی

ان کے مقابلے میں اگر مسلمان اپنے دینی عقائد اور اِسلامی روایات کی تبلیغ کریں تو اُسے سرکاری اثر ڈال کر بند کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔ پڈعیدن میں تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کا عام اجلاس منعقد ہوا تو سندھ کے مرزائی چیف سیکرٹری (میاں نصیر احمد) فاروقی نے جلسہ پر پابندی عائد کردی کہ اس جلسہ میں ختمِ نبوت اور ردّ مرزائیت پر تقریر نہیں کی جاسکتی' انہوں نے پابندی عائد کرتے وقت ''عیدگاہ کے جلسہ'' کا لفظ لکھ دیا ہم نے وہ جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جلسہ منعقد کرلیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا کی قومیں اربابِ اقتدار سے اپنے مطالبات کرتی ہیں اور حکومت اُنہیں تسلیم بھی کرتی ہے' مگر ہمارے اربابِ اقتدار بھی عجیب ہیں پوری قوم متفقہ طور پر ان سے مطالبات کررہی ہے لیکن اربابِ اقتدار کے بہرے کانوں تک قوم کی کوئی آواز نہیں پہنچ رہی اور وہ قوم کی آواز سُنی اَن سُنی کررہے ہیں۔ مسلمانانِ پاکستان نے تاج وتختِ ختمِ نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے اور مرزائی وزیر خارجہ کو وزارت سے برطرف کرنے کے متعلق حکومت سے جو مطالبات کئے تھے موجودہ اربابِ اقتدار ان مطالبات کو تسلیم نہیں کررہے ہیں اور مختلف حیلوں اور بہانوں سے تحفظِ ختمِ نبوت کی تحریک کو دبانے کی کوشش کی جارہی ہے۔

خواجہ ناظم الدین اور مرزائی

مجھے تو یوں محسوس ہوتا ہے گویا خواجہ ناظم الدین بھی مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کرکے مرزائی ہوگئے ہیں۔ جبھی تو مرزائیوں کے متعلق قوم کے مطالبات کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھ رہے ہیں۔ مجھے خصوصی حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ خواجہ ناظم الدین اور مرزائیوں کے درمیان کوئی رشتے ناطے بھی ہوچکے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو مسلمان اُسے کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں کریں گے۔ ایک مسلمان سلطنت اور مسلمان قوم کے حکمران وہی ہوسکتے ہیں جو مسلمان ہوں اور حضرت محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلام' محمد عربی ﷺ کے باغی کافر و مرتد' مسلمان قوم

کے حکمران تسلیم نہیں کرسکتے۔

حکومت کا فرض ہے کہ پاکستان کے دوست اور دشمن میں تمیز کرے۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار نہیں وہ پاکستان کے کیسے وفادار ہوسکتے ہیں؟ مرزائیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس اور آپ کی تعلیمات کے مقابلہ میں غلام احمد کادیانی کی شخصیت اور اُس کی جھوٹی نبوت کا بُت کھڑا کررکھا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ مرزائیوں کی یہ سیاسی حکمتِ عملی ہے مذہب کے ساتھ اِن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ اپنی سیاسی حکمتِ عملی سے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ انگریز ہندوستان سے جاتے جاتے مسلمانوں پر اپنے ایک آلۂ کار گروہ کو مسلط کرگیا ہے۔ مدت سے آرزو ہے کہ میاں بشیر الدین محمود سے آمنا سامنا ہو۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ میری شکل دیکھ کر ہی مسلمان ہو جائے گا لیکن اِس کا کیا کیا جائے کہ وہ سامنے آنے سے ہی شرماتا ہے۔

آپ نے حکومت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

آج پاکستان ایک ایسے خطرناک دور سے گزر رہا ہے کہ جس میں ایک غدار بھی بے حد مُضر ثابت ہوسکتا ہے اور یہاں تو ظفر اللہ سے لے کر اللہ دتہ جالندھری تک سب کے سب دین' ملک اور ملت کے غدّار ہیں۔ ''فرقان بٹالین'' کا شاخسانہ مرزا بشیر الدین محمود کا اکھنڈ بھارت والا خواب ایسی واضح باتیں ہیں جو اِن کی غدّاری پر شاہدِ عدل ہیں۔

حکومت کا فرض ہے کہ وہ ملک کے ان غداروں کو ایسی عبرتناک سزا دے کہ آئندہ نسلیں کان پکڑیں اور جان لیں کہ ملک کے غدار کا یہ انجام ہوا کرتا ہے۔ خواہ وہ غدار بناسپتی نبی ہو یا اُس کا جانشین۔ مولانا گرامی نے کیا خوب فرمایا ہے؟

الا اے قادیانی ' طفلِ مردود
کہ خوانندت بشیرالدین محمود

آل مسلم پارٹیز کنونشن نے حکومت کو ایک ماہ کا نوٹس دیا ہے۔ حکومت کی بھلائی اِسی میں ہے کہ وہ قوم کے مطالبات بغیر کسی حیل وحجت کے تسلیم کرلے ورنہ قوم پھر جو قدم اٹھائے گی اُس کے نتائج کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔ مسلمان ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے اپنی جان تک کی بازی لگانے سے دریغ نہیں کریں گے۔

روزنامہ آزاد لاہور

فتنۂ مرزائیت کی تاریخ

۱۷؍فروری ۱۹۵۳ء موچی دروازہ لاہور میں حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ نے فتنۂ مرزائیت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اِس فتنہ کی پرورش برطانیہ نے کی اگر ہوتا افغانستان تو اس فتنہ کا کبھی کا فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

امیر حبیب اللہ خان پر خدا کی ہزار ہزار رحمت ہو جس نے افغانستان کی حدود میں فتنۂ مرزائیت کو داخل نہ ہونے دیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے امیر حبیب اللہ کو خط لکھا کہ میں نبی بن گیا ہوں تم مجھ پر ایمان لاؤ۔

امیر حبیب اللہ نے مرزا غلام احمد کادیانی کو جواب دیا ''ایں جابیا'' (یہاں آؤ) غلام احمد وہاں کیسے جاتا؟ اور اگر چلا جاتا تو کچھ نہ کچھ ہو جاتا اور مرزا صاحب کا مزاج درست ہو جاتا۔

آج کا یہ تاریخی اجتماع مرزائیوں اور سر ظفر اللہ کے خلاف مظاہرہ کرنے کے لئے مجلسِ عمل تحریک تحفظ ختم نبوت کے زیرِ اہتمام منعقد ہوا ہے۔

میں خواجہ ناظم الدین صدر مسلم لیگ سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مسلم لیگ کو قوم کی واحد نمائندگی کا دعویٰ ہے۔ آج یہاں لاہور کے تمام مسلمان جمع ہیں اور مرزائی وزیر خارجہ کے خلاف عدمِ اعتماد اور اپنی بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ وہی جلسہ گاہ ہے جہاں کئی سیاسی تحریکات نے جنم لیا اور پروان چڑھیں۔ نہرو رپورٹ کے سلسلہ میں بھی غالباً یہیں اجتماع ہوا تھا اور

اب مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے اور مرزائی وزیرِ خارجہ کو علیحدہ کرنے کے لئے بھی اِسی باغ میں اجتماع ہو رہا ہے۔ میں کہتا ہوں خواجہ ناظم الدین صدر مسلم لیگ کی حیثیت سے اس باغ میں ایک جلسہ منعقد کریں اور اسلامیانِ لاہور کو اِس میں شرکت کی دعوت دیں۔ جلسہ کی صدارت خواجہ صاحب خود کریں اور ظفر اللہ کے متعلق عوام کی رائے حاصل کریں اِن باتوں کا آج ہی فیصلہ ہو جائے گا۔

اگر خواجہ صاحب کے فرمان پر کوئی آدمی ہی نہ آیا تب بھی فیصلہ ہو گیا اور اگر لوگوں نے سر ظفر اللہ کے خلاف عدم اعتماد اور بیزاری کا اظہار کر دیا تب بھی فیصلہ ہو گیا۔

خواجہ صاحب نے پچھلی دفعہ ایک تقریر میں کہا تھا کہ:

''کسی کے پیچھے ہجوم کا ہو جانا' کسی جلسہ میں زیادہ حاضری اور کثیر اجتماع اس امر کی دلیل نہیں کہ اُسے عوام کا اعتماد حاصل ہے۔''

میں پوچھتا ہوں خواجہ صاحب! ساری عمر تو اسے دلیل اور مدار قرار دیتے رہے اب وہ کیوں گریز فرما رہے ہیں؟ اور اگر اجتماع دلیل نہیں اور کسی کے ساتھ اکثریت کا ہو جانا مدار نہیں تو پھر مسلم لیگ کو واحد نمائندگی کا حق کیسے حاصل ہو؟ اور پھر آپ کس واحد نمائندہ جماعت کے ''صدرِ اعظم'' ہیں؟ آج عوام نے جس نظم وضبط اور کمالِ اتحاد کے ساتھ کامیاب ہڑتال کی ہے وہ تاریخی ہے۔ آپ نے عوام سے دریافت کیا۔ کیوں بھئی! آج تک ایسی مکمل ہڑتال کبھی ہوئی؟ (بے پناہ آوازیں ''کبھی نہیں''......)

مسلمانوں پر اینٹوں کی بارش

آپ نے نسبت روڈ کے ایک عظیم الشان اجتماع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

گذشتہ رات چند شریر مرزائیوں نے اپنے مکان کی چھت پر سے نسبت روڈ کے جلسہ گاہ میں بیٹھے ہوئے مسلمانوں پر اندھا دھند اینٹیں برسانا شروع کر دیں۔ اِن اینٹوں نے بہت سے لوگوں کو زخمی کر دیا۔ زخمیوں میں ایک ننھی بچی بھی تھی۔ چنانچہ اِن زخمیوں کو تو ہسپتال پہنچا دیا گیا اور مسلمانوں نے کمال صبر و تحمل کے ساتھ مرزائیوں کی اس شرارت کو برداشت کیا۔ پس مبارک باد دیتا ہوں اِن عزیز نوجوانوں کو جنہوں نے امن کا مظاہرہ کر کے ایک مثال قائم کر دی۔

خونی مُلّا کے آخری دن؟

خدا کا شکر ہے کہ میں نے ''الفضل'' میں شائع شدہ مرزا محمود کے خطبہ کا اقتباس کل ہی پڑھ کر سنا دیا تھا اور اگر آج سناتا تو کہا جاتا یہ پردہ پوشی کے لئے سنایا جا رہا ہے۔

مرزا محمود نے اپنے خطبہ میں کہا ہے کہ لڑ کر مرو! (یہ نہیں کہا کہ لڑو نہیں بلکہ مرو!) مرزا محمود کا یہ بیان فتنہ و فساد کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

آپ نے میاں انور علی آئی۔ جی پولیس پنجاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

کیا میاں صاحب نے یہ اخبار اور مرزا محمود کا یہ بیان پڑھا ہے؟ اگر نہیں پڑھا تو اب پڑھیں اور اُس کے ساتھ ساتھ ان پرچوں کو بھی پڑھیں جن میں ''الفضل'' نے ''خونی مُلّا کے آخری دن'' لکھ کر علماء کرام کو قتل کی دھمکی دی تھی کہ:

''ہاں آخری وقت آن پہنچا ہے ان علماءِ حق کے خون کا بدلہ لینے کا، جن کو یہ علماء قتل کراتے آئے ہیں۔ اب ان کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ (۱) سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے (۲) مُلّا بدایونی سے (۳) مُلّا احتشام الحق سے (۴) مُلّا محمد شفیع سے (۵) مُلّا مودودی پانچویں سوار سے۔'' (الفضل ۱۵؍جنوری ۱۹۵۲ء)

اقتباس کے دوران ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا۔ ''حکومت اُس وقت کہاں سو رہی تھی؟

جواب:۔ حکومت تو وہاں سو رہی تھی جہاں اب ہے۔ لیکن تم کہاں سو رہے ہو؟ جو اس مشین کے پرزے ہیں۔ میں نے پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں دولتانہ سے ملاقات کی اور ڈائریکٹر تعلقاتِ عامہ کی وساطت سے اخبار ''الفضل'' کا یہ اقتباس پڑھ کر سنایا تو میاں ممتاز دولتانہ نے فرمایا۔ ''شاہ جی میں اس پر ایکشن لوں گا۔'' لیکن ایکشن کیا وہ سلسلہ ہی اور نکلا۔ ایک طرف یہ پابندیاں کہ اخبارات کے ایک ایک فقرے اور ایک ایک لفظ پر ایکشن لیا جاتا ہے، ان کی ضمانتیں ضبط کی جاتی ہیں اور دوسری طرف یہ نوازشات کہ مرزائیوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے اور نتیجہ رات کو ہی نکل آیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ قانون کی بے حرمتی ہے۔ قانون بنانے والے خود قانون کو روندتے ہیں اور اگر حکومت مرزا محمود اور ''الفضل'' سے ایکشن لے کر قانون کا احترام نہیں کرائے گی تو سمجھا جائے گا کہ

حکومت یہ سب کچھ خود کرا رہی ہے۔

آپ نے جناح لیگ، مسلم لیگ اور دوسری جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

دستوری سفارشات پیش ہوئیں تو پنجاب مسلم لیگ نے بھی ان سفارشات کی مخالفت کی اور میاں ممتاز دولتانہ نے صدر صوبہ لیگ کی حیثیت سے کبھی وفاقی حکومت اور کبھی وحدانی طرز حکومت کا بیان دیا، کبھی کچھ اور کبھی کچھ! (الفضل ۱۵؍جنوری ۱۹۵۲ء)

اگر آپ کو یہ حق ہے کہ وزیر اعظم پاکستان کی پیش کردہ رپورٹ کو رد کرو اور خواجہ صاحب کو اپنی ذاتی بات منوانے کے لئے کراچی سے لاہور آنا پڑے اور آپ سے مایوس ہو کر واپس جانا پڑے تو میں مسلم لیگ سے پوچھتا ہوں جس طرح تمہیں دستوری رپورٹ پر اختلاف کا حق حاصل ہے بعینہٖ ہمیں بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین و منصب سے بغاوت کرنے والوں سے اختلاف کا مکمل حق حاصل ہے۔ اس ملک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطاء کیے ہوئے دین کے مقابلہ میں کوئی تحریک نہیں چلنے دی جائے گی۔ کادیان کی جعلی نبوت کا کھڑاگ رچانے والوں کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ قدم قدم پر مزاحمت ہوگی اس سے پہلے کہ پاکستان کو مرزائی سٹیٹ بنا لیا جائے اور مسلمان ۱۹۴۷ء کے بعد نئے سرے سے فتنہ و فساد کی آگ میں ملوث ہوں۔ مسلم لیگ کو چاہئے کہ وہ ایک قرارداد کے ذریعے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا اعلان کرے یا پھر اعلان کرے کہ مرزائی مسلمان ہیں تا کہ ہم آپ کے متعلق کسی خدشہ میں مبتلا نہ رہیں اور آپ کے متعلق بھی صحیح فیصلہ کر سکیں۔

مجلسِ عمل کا جو وفد خواجہ ناظم الدین سے ملا تھا اس وفد کے سامنے خواجہ صاحب مرزائی وکیل کی حیثیت سے پیش آئے اور ظلّی بروزی نبوت کا مرزائی فلسفہ لے بیٹھے۔

میں پوچھتا ہوں خواجہ صاحب ایک وزیر ہیں، انہیں شیخ الاسلام کس نے بنایا؟ معلوم ہوتا ہے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد یہ خود بخود شیخ الاسلام کے فرائض بھی سرانجام دینے لگ گئے ہیں۔ خواجہ صاحب تم اس فتویٰ بازی سے باز رہو، تم مفتی یا شیخ الاسلام نہیں ہو!

میں تو اس بحث میں ہی پڑنا نہیں چاہتا۔ خواجہ ناظم الدین خود لاہوری مرزائی ہو گئے ہیں اور ان کے ہاں ان کے رشتے ناطے بھی ہو رہے ہیں۔

خونی مُلّا کے آخری دن؟

خدا کا شکر ہے کہ میں نے ''الفضل'' میں شائع شدہ مرزا محمود کے خطبہ کا اقتباس کل ہی پڑھ کر سنا دیا تھا اور اگر آج سناتا تو کہا جاتا یہ پردہ پوشی کے لئے سنایا جا رہا ہے۔

مرزا محمود نے اپنے خطبہ میں کہا ہے کہ لڑ کر مرو! (یہ نہیں کہا کہ لڑو نہیں بلکہ مرو!) مرزا محمود کا یہ بیان فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنے کے مترادف ہے۔

آپ نے میاں انور علی آئی۔ جی پولیس پنجاب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

کیا میاں صاحب نے یہ اخبار اور مرزا محمود کا یہ بیان پڑھا ہے؟ اگر نہیں پڑھا تو اب پڑھیں اور اُس کے ساتھ ساتھ ان پرچوں کو بھی پڑھیں جن میں ''الفضل'' نے ''خونی ملاّ کے آخری دن'' لکھ کر علماء کرام کو قتل کی دھمکی دی تھی کہ:

''ہاں آخری وقت آن پہنچا ہے ان علماءِ حق کے خون کا بدلہ لینے کا' جن کو یہ علماء قتل کراتے آئے ہیں۔ اب ان کے خون کا بدلہ لیا جائے گا۔ (۱) سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے (۲) ملاّ بدایونی سے (۳) ملاّ احتشام الحق سے (۴) ملاّ محمد شفیع سے (۵) ملاّ مودودی پانچویں سوار سے۔'' (الفضل ۱۵؍جنوری ۱۹۵۲ء)

اقتباس کے دوران ایک آدمی نے آپ سے سوال کیا۔ ''حکومت اُس وقت کہاں سو رہی تھی؟

جواب:۔ حکومت تو وہاں سو رہی تھی جہاں اب ہے۔ لیکن تم کہاں سو رہے ہو؟ جو اس مشین کے پرزے ہیں۔ میں نے پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں دولتانہ سے ملاقات کی اور ڈائریکٹر تعلقاتِ عامہ کی وساطت سے اخبار ''الفضل'' کا یہ اقتباس پڑھ کر سنایا تو میاں ممتاز دولتانہ نے فرمایا۔ ''شاہ جی میں اِس پر ایکشن لوں گا۔'' لیکن ایکشن کیا وہ سلسلہ ہی اور نکلا۔ ایک طرف یہ پابندیاں کہ اخبارات کے ایک ایک فقرے اور ایک ایک لفظ پر ایکشن لیا جاتا ہے، ان کی ضمانتیں ضبط کی جاتی ہیں اور دوسری طرف یہ نوازشات کہ مرزائیوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے اور نتیجہ رات کو ہی نکل آیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ قانون کی بے حرمتی ہے۔ قانون بنانے والے خود قانون کو روندتے ہیں اور اگر حکومت مرزا محمود اور ''الفضل'' سے ایکشن لے کر قانون کا احترام نہیں کرائے گی تو سمجھا جائے گا کہ

حکومت یہ سب کچھ خود کرا رہی ہے۔

آپ نے جناح لیگ، مسلم لیگ اور دوسری جماعتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

دستوری سفارشات پیش ہوئیں تو پنجاب مسلم لیگ نے بھی ان سفارشات کی مخالفت کی اور میاں ممتاز دولتانہ نے صدر صوبہ لیگ کی حیثیت سے کبھی وفاقی حکومت اور کبھی وحدانی طرزِ حکومت کا بیان دیا، کبھی کچھ اور کبھی کچھ! (الفضل ۱۵؍جنوری ۱۹۵۲ء)

اگر آپ کو یہ حق ہے کہ وزیر اعظم پاکستان کی پیش کردہ رپورٹ کو رَد کرو اور خواجہ صاحب کو اپنی ذاتی بات منوانے کے لئے کراچی سے لاہور آنا پڑے اور آپ سے مایوس ہو کر واپس جانا پڑے تو میں مسلم لیگ سے پوچھتا ہوں جس طرح تمہیں دستوری رپورٹ پر اختلاف کا حق حاصل ہے بعینہٖ ہمیں بھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین ومنصب سے بغاوت کرنے والوں سے اختلاف کا مکمل حق حاصل ہے۔ اس ملک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عطاء کیے ہوئے دین کے مقابلہ میں کوئی تحریک نہیں چلنے دی جائے گی۔ کادیان کی جعلی نبوت کا کھڑاگ رچانے والوں کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا۔ قدم قدم پر مزاحمت ہوگی اس سے پہلے کہ پاکستان کو مرزائی سٹیٹ بنا لیا جائے اور مسلمان ۱۹۴۷ء کے بعد نئے سرے سے فتنہ وفساد کی آگ میں ملوث ہوں۔ مسلم لیگ کو چاہئے کہ وہ ایک قرارداد کے ذریعے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا اعلان کرے یا پھر اعلان کرے کہ مرزائی مسلمان ہیں تاکہ ہم آپ کے متعلق کسی خدشہ میں مبتلا نہ رہیں اور آپ کے متعلق بھی صحیح فیصلہ کر سکیں۔

مجلسِ عمل کا جو وفد خواجہ ناظم الدین سے ملا تھا اس وفد کے سامنے خواجہ صاحب مرزائی وکیل کی حیثیت سے پیش آئے اور ظلّی بروزی نبوت کا مرزائی فلسفہ لے بیٹھے۔

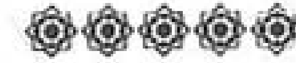
میں پوچھتا ہوں خواجہ صاحب ایک وزیر ہیں' انہیں شیخ الاسلام کس نے بنایا؟ معلوم ہوتا ہے علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد یہ خود بہ خود شیخ الاسلام کے فرائض بھی سرانجام دینے لگ گئے ہیں۔ خواجہ صاحب تم اس فتویٰ بازی سے باز رہو' تم مفتی یا شیخ الاسلام نہیں ہو!

میں تو اس بحث میں ہی پڑنا نہیں چاہتا۔ خواجہ ناظم الدین خود لاہوری مرزائی ہو گئے ہیں اور ان کے ہاں ان کے رشتے ناطے بھی ہو رہے ہیں۔

آپ نے جناح لیگ، مسلم لیگ اور اسلام لیگ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''تم ناموسِ مصطفیؐ کا تحفظ کرو۔ میں تمہارے کتے پالنے کو تیار ہوں۔ میں تمہارے سؤر چراؤں گا۔ میں کہتا ہوں مسلم لیگ نے پاکستان بنایا۔ ملک تقسیم کرایا۔ یہ انجمن احمدیہ نے نہیں بنایا۔ مرزا محمود اور سر ظفر اللہ کا پاکستان سے کیا تعلق؟ یہ ''دُم بُریدہ سگانِ برطانیہ'' آج پاکستان میں دندنا رہے ہیں۔ ہم اُن کی یہ غدارانہ سرگرمیاں ہرگز برداشت نہیں کر سکیں گے اور پاکستان کو مرزائی سٹیٹ نہیں بننے دیں گے۔''

فلک شگاف نعرے۔ مرزائیت مردہ باد...... پاکستان پائندہ باد......



خواجہ ناظم الدین سے

حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا:

''کوئی ہے جو میری یہ ٹوپی خواجہ ناظم الدین کے پاؤں پر رکھ دے اور انہیں میری طرف سے یہ یقین دلا دے کہ وہ مجھے اپنا سیاسی حریف نہ سمجھیں۔ اگر وہ محسنِ کائنات جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس اور عزت کا تحفظ کر دیں تو میں اپنی زندگی میں ان کا خدمت گزار رہوں گا۔ حتیٰ کہ ان کے گلے میں اگر سؤر بھی ہوں گے تو انہیں بھی چراتا رہوں گا۔''

اقتباس از خطاب ۱۶؍فروری ۱۹۵۲ء

......☆......

شہدائے ملتان کو خراج عقیدت

ملتان شہر کے ایک تھانہ (کپ) کے سب انسپکٹر غلام مصطفیٰ نے (جس کے متعلق لوگوں کی رائے یہ تھی کہ یہ مرزائی ہے) ۱۸؍جولائی ۱۹۵۲ء کو عوام کے ایک جلوس پر لاٹھی چارج کیا تھا، عوام نے تھانہ کے سامنے جمع ہو کر اس کے خلاف احتجاج کیا، تو اس نے مجمع پر بلا وارننگ گولی چلا دی گئی۔ دس منٹ تک سترہ راؤنڈ چلائے گئے، جس کے نتیجہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے اور زخمیوں کی تعداد کہیں زیادہ تھی۔ اس خونی واردات کے خلاف سارے پاکستان میں یوم احتجاج منایا گیا۔ ۲۵ جولائی ۱۹۵۲ء کو شہدائے ملتان کو حسب ذیل الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ○ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ○

کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ محض ایمان لانے سے ہی نجات حاصل کر لیں گے اور ان کی آزمائش نہ ہوگی۔ حالانکہ وہ تمام لوگ آزمائے جا چکے ہیں؟ جوان سے پہلے گذرے ہیں، پس معلوم کر لے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو حق وصداقت پر ہیں اور ان لوگوں کو جو کاذب ومفتری ہیں''۔

سات سو حفاظ کی قربانی دے کر ختم نبوت کی حفاظت

''جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام کے بنیادی عقیدہ کو گزند پہنچانے کی

ناپاک کوشش کی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کاذب ومفتری سے کسی قسم کا مناظرہ کر کے دعویٰ نبوت کے جواز میں دلیل طلب نہیں کی۔ اگر کیا تو یہ کہ سات سو سے زائد حافظ قرآن صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ناموس رسالتؐ اور تاج وتخت ختم نبوت پر قربان کر دیئے۔ اور اسی طرح مسلمانوں کی متاع دین وایمان کو ایک عیار اور مکار کی دست برد سے بچالیا۔ اور آئندہ کے لئے ملت اسلامیہ کو سبق دیا کہ جو شخص اس قسم کی ناپاک کوشش کرے اس کے لئے اسلام اور ملت اسلامیہ کا فیصلہ کیا ہے؟

ملتان کے غیور اور صاحب ایمان مسلمانوں نے بھی اس دور پر آشوب میں جب کہ کفرو ارتداد کی سیاہ گھٹاؤں نے ایمان ویقین کو پریشان کر رکھا ہے اسلام کی لاج رکھ لی' اور اپنے جگر گوشوں کو شمع رسالت پر پروانہ وار نثار کر کے ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان آج بھی فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کی خاطر گولیوں کی بارش میں مسکرا سکتا ہے۔

رتبہ شہید ناز کا گر جان جایئے
قربان جانے والے کے قربان جایئے

خدا کی نعمتیں نچھاور ہوں تم پر اے شہیدان ناموس رسالتؐ' سلام ہو تم پر اے ختم المرسلینؐ کی عزت وآبرو پر قربان ہونے والو، مبارک ہیں ان کے والدین کہ ان کے نذرانے سرکار رسالت مآب ﷺ میں شرف قبولیت حاصل کر گئے۔

یوں تو اس دنیا میں ہزاروں بچے جنم لیتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ ہزاروں کلیاں کھلتی ہیں اور باد سموم کے تھپیڑوں کی تاب نہ لا کر مرجھا جاتی ہیں۔ مگر وہ موت جو حق اور راستی کی راہ میں آئے' حیات جاوداں بن کر آتی ہے۔

جو موت آئے تو زندگی بن کے آئے
قضا کی نرالی ادا چاہتا ہوں



تختہ دار پر بھی کہوں گا حضورؐ خاتم النبیین ہیں

ارشاد خداوندی ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور حدیثِ رسول اللہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کے بعد میں کیسے کہہ دوں کہ کوئی دوسرا نبی آ سکتا ہے۔ میری تو اب بھی یہی رائے ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں اور ان کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے گا میں اسے انسان بھی کہنے کے لئے تیار نہیں' میں تختہ دار پر بھی یہی کہوں گا کہ حضور خاتم النبیین ہیں' تمہارا قانون میرا کیا بگاڑ سکتا ہے' اب رہ بھی کیا گیا ہے جو بگاڑ لوگے۔ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ بھی میاں (ﷺ) کی عزت پر نثار ہو جائے تو جان چھوٹے"۔

اس کے بعد آپ نے خطبہ مسنونہ پڑھا اور فرمایا:

تین باتیں

"مجھے آپ سے تین باتیں کہنا ہیں۔ پہلی یہ کہ جس دھندے کو لے کر ہم بیٹھے ہیں' یہ کیا چیز ہے؟ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں' کسی کے مکان کی چھت ٹپکنے لگے تو اس نے اپنے مکان کو لیپنا شروع کیا۔ جب لیپ کر فارغ ہوئے تو دیکھا یہ تو ہمسایوں کا ہی مکان لیپا گیا ہے۔ یہ آج کی نئی بات نہیں' چودہ سو برس سے امت اسی پر ڈٹی ہوئی ہے۔ اس وقت دنیا کی آبادی میں مسلمان تقریباً پچھتر کروڑ ہیں۔ حضور ﷺ کے عہد سے لے کر اس وقت تک کتنے پیوند خاک ہو گئے' ان میں کتنے صحابیؓ' تابعیؒ' غوثؒ' قطبؒ' فقیہ' امام اور بزرگ گزرے' تمام کے تمام اولیاء لاکھوں صحابہ سب اسی

عقیدے پر ڈٹے رہے کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کسی کو نہیں ملی' کوئی ماں نہیں ہے جو نبی جنتی۔

پوری امت چودہ سو سال سے عقیدہ ختم نبوت پر ڈٹی ہوئی ہے

اللہ ایک ہے' وہ کسی کا محتاج نہیں' ہم سب اس کے محتاج ہیں۔ یہ بنیادی عقیدہ ہے' آمنہ کا بیٹا عبداللہ کے گھر کا چاند' عبدالمطلب کا پوتا' صدیق اکبرؓ اور عمر ابن خطابؓ کا داماد' عثمانؓ اور علیؓ کا خسر' حسنینؓ کا نانا' فاطمہؓ کا ابا' جن کا نام نامی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم' جن کے بعد کوئی نبی نہیں' پچھتر کروڑ مسلمان اس وقت عقیدے پر کھڑے ہیں اور اربوں پیوند خاک ہو چکے ہیں۔ صاحب فکر و عمل' علم و ہمت' صاحب فہم و فراست پیدا ہوئے اور پیوند خاک ہو گئے' وہ سب اسی عقیدے پر قائم رہے۔

اللہ نے فرمایا "اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا." (الاحزاب) ہم نے آپ کو تمام آدمیوں کے لئے خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور فرمایا ہے "قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" کہ اے نبی اعلان کر دو کہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں' جس زمانے میں بھی ہوں' اور جب بھی ہوں۔ زمین پر' چاند پر' مریخ پر' مشرق میں' مغرب میں' نیچے یا اوپر' تحت الثریٰ میں' اعلان کر دیجئے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں تم سب کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں۔ جی چاہے مانو جی چاہے نہ مانو یہ ہے اصل عقیدہ۔ اب اگر قرآن میں خاتم النبیین کی آیات نہ بھی ہوں تو بھی یہ لفظ کافی تھا۔

عقیدہ عقد سے ہے جس کا معنی ہے دل کی گرہ

عقیدہ عقد سے ہے' اور عقد کہتے ہیں دل کی گرہ کو...... قرآن سینہ بہ سینہ حضور ﷺ سے صحابہ تک پڑھتے پڑھاتے ہمیں وراثت میں ملا ہے۔ عقیدے کے بغیر عمل بھی نہیں ہوتا' برا ہو یا بھلا' اور عشق کا نام ہی عقیدہ ہے۔ نماز کی فوقیت دل میں نہ ہو تو وضو کیوں کرے' توحید بڑی چیز ہے' لیکن ختم نبوت اگر اس سے نکال دو تو یہ بھی کچھ نہیں رہتی' ماننے کو تو مکے کے لوگ بھی خدا کو مانتے تھے' چاہے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔ کعبے میں تین سو ساٹھ خدا رکھتے تھے اور ننگے ہو کر طواف کعبہ کرتے تھے۔

جب اللہ کی رحمت جوش میں آئی تو اللہ کے گھر میں چاند نکلا' کعبہ میں جھاڑو دی' اللہ کا نام

بلند کیا اور فرمایا کہ تم یوں بڑھ چڑھ کر ان کو خدا بناتے ہو' یہ سب جھوٹے ہیں۔

نبوت کا مقام بہت بلند ہوتا ہے

نبوت کا مقام تو بہت ہی بڑا مقام ہے' ذرا کیریکٹر تو دیکھو حیا کے مارے کبھی نگاہ نہیں اٹھی' یہ تو نبوت کی بات تھی' میرے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ دس سال کے بعد ضلع سرگودھا میں اپنے گھر آئے تو بڑی حقیقی ہمشیرہ کو نہ پہچانا جب تک انہوں نے بات نہ کی۔ حضرت فرماتے تھے کہ بچپن ہی سے میں نے انہیں نظر اٹھا کر نہیں دیکھا' شرم و حیا کی بات ہے۔

ہم خدا کو جانتے ہی نہیں' محمد کو جانتے ہیں (جنہوں نے آ کر بتلایا کہ اللہ تعالیٰ ہے)۔ ابوجہل صدیق اکبرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ کبھی کوئی آسمان پر گیا ہے؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا "نہیں" ابوجہل نے کہا "تیرا یار کہتا ہے میں وہاں سے ہو آیا ہوں"۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا "تو وہ سچ کہتا ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں کہا"۔

تیرہ سال کی بات ہے' ایک آدمی کی وساطت سے مرزائی عرب شریف چلا گیا تھا اور مدینہ میں جا کر مرزا کی نبوت کی تبلیغ کی۔ میں اس شخص کا نام نہیں لیتا جس کی وساطت سے مرزائی گیا۔ میں نے اس سے آج تک کلام نہیں کی اور نہ کروں گا۔ یہ مرزائیوں کا تبلیغی نظام ہے۔

انفرادی نہیں قادیانی جماعت کا مقابلہ جماعت سے

میں اکتوبر ۱۹۲۳ء میں رہا ہو کر امرتسر آیا تو معلوم ہوا مولوی نور احمد سرحدی نے قادیان میں جلسہ کیا۔ بہت سے علماء کرام آئے اور وعظ کر کے چلے گئے۔ تب ہم نے فکر کی کہ یہ انفرادی تبلیغ جماعتی تنظیم کے مقابلے میں کچھ نہیں' جماعت کا مقابلہ جماعت سے ہونا چاہئے۔

۱۹۳۱ء میں شعبہ تحفظ ختم نبوت قائم ہوا

۱۹۳۱ء میں ہم نے سوچا' حضور علیہ السلام کی نبوت کو مٹانے کا نظام بن رہا ہے' تب سے جماعت بنی اور اس کا شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت کے نام سے مقرر ہوا' جس کا تعلق ملک کے سیاسی معاملات سے نہیں تھا۔

اسلام کی بنیاد مسئلہ ختم نبوت پر ہے۔ جب حضورؐ نے فرمایا "لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ

"بَعْدِیْ وَلَا اُمَّتَ بَعْدَکُمْ" شروع سے لے کر حشر کے گرم ہونے تک کوئی نہیں جو عقیدہ بدلے، ہم اس کو لے کر اٹھے ہیں، اس کا کسی ملکی معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔

بعض لوگوں کو شک ہے کہ ہم اس تحریک میں حکومت کے سامنے جھک گئے تو کیا ہوا۔

ارے میرے اپنے میرا ساتھ چھوڑ گئے تو میں کسی کو کیا کہوں، آپ کسی پارٹی میں چاہیں جائیں۔

لیکن ادھر بھی توجہ رکھیں۔

اگر آپ کی سمجھ میں میری بات نہیں آتی تو سر ظفر اللہ سے ہی سمجھ لو وہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے لے کر پاکستان کی وزارت خارجہ تک جہاں رہا، قادیانی مذہب نہیں چھوڑا۔ آپ کو سرکار کا ملازم ہو کر تحفظ ختم نبوت سے شرم کیوں آتی ہے؟ سو دفعہ شامل ہو جاؤ عوامی لیگ میں یا مسلم لیگ میں، لیکن تمہاری جوانیوں کا صدقہ، تحفظ ختم نبوت کی طرف بھی نگاہ کرم ڈالتے رہو۔

کفر کا پروگرام کوئی آج کا نہیں ہے، جب سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، تب سے مسیلمہ کذاب پیدا ہونا شروع ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے سات سو سے زائد حافظ قرآن صحابہ کو ختم نبوت کی خاطر شہید کروا دیا تھا۔

کہتے ہیں نتیجہ کچھ نہیں نکلا، ارے نتیجہ تو نکل آیا۔ راولپنڈی کے سیشن جج کا فیصلہ تمہارے سامنے ہے۔

تحریک ۱۹۵۳ء کا میں اکیلا ذمہ دار ہوں

تحریک ختم نبوت میں جو کچھ ہوا اس کا میں اکیلا ذمہ دار ہوں، تمام ذمہ داری میرے سر ہے، اور قیامت تک اس مسئلہ پر جس قدر لوگ مریں گے اس کی ذمہ داری بھی میرے سر رہے گی۔ میں مودودی نہیں ہوں کہ بددیانت ہو جاؤں۔ مجلس عمل کے اجلاس کراچی میں مودودی صاحب میرے زانوں کے ساتھ زانوں ملائے بیٹھے تھے۔ ریزولیشن میرے جانے سے پہلے پاس ہو چکا تھا، میں کیا کروں کسی کی کتابوں کو اور لٹریچر کو۔

میں اس سے پہلے اجلاس میں نہیں گیا تھا۔ دوسرے دن (مولانا) محمد علی (جالندھری) میرے پاس آئے اور کہا کہ آج تم چلو۔ میں نے کہا جو پاس کرنا ہے کر لو میں عمل کروں گا۔ جب گیا تو (مولانا) داؤد غزنوی کے پاس جا بیٹھا، مودودی (صاحب) بھی پاس بیٹھے تھے، انہوں نے مجھے

اپنے دائیں طرف جگہ دی، (مولانا) محمد علی (جالندھری) لوگوں سے دستخط کرا رہے تھے اور میرا نام بھی لکھوایا، ان کا نام بھی لکھا۔ آج وہ (مودودی) کہتے ہیں میں تحریک میں شامل نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں شامل تھا۔ اگر مودودی شامل نہیں تھا تو میں ان سے حلفیہ بیان کا مطالبہ نہیں کرتا، بلکہ صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے لڑکوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر اعلان کر دیں کہ میں شامل نہیں تھا۔ ورنہ میں اعلان کرتا ہوں کہ میں ذمہ دار ہوں، میں تحریک میں شامل تھا۔

تحریک چلانے والے ایک سال، نہ چلانے والے دو سال قید

ارے جو تحریک میں شامل تھا اس نے سال بھر جیل کاٹی اور جو نہیں شامل اس نے دو سال کاٹی۔ جب میں رہا ہونے لگا تو ڈیوڑھی میں آ کر مودودی نے کہا کہ جنہوں نے تقریریں کیں، وہ رہا ہوئے اور جنہوں نے فقط سر ہلایا وہ پھنسے رہے۔ یہ ہے دیانت! ہزاروں شہید ہوئے، ماؤں کے سہاگ لٹے، کئی یتیم ہوئے، کئی اجڑ گئے۔

(آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے) ''اللہ! میں ذمہ دار ہوں، آج بھی ذمہ دار ہوں اور آنے والے کل کو بھی ذمہ دار ہوں گا۔ میں نے یہ سب کچھ تیرے نبی کے نام کی خاطر کیا تھا۔

ہزاروں کو مروا کر کہہ دوں کہ میں شامل نہیں تھا، کیا یہی دین ہے؟ کیا کروں علم کو اور ادب کو، میرا کلیجا پھٹتا ہے۔ میں بولنے پر آؤں، تو ادھار کیوں رکھوں۔ ارے تم سے کافر گلیلیو ہی اچھا تھا جس نے زہر کا پیالہ پی لیا۔

جو ہوتا ہے ہو لے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے غلط قدم نہ اٹھوائے۔ کیا جیل میں میں نے وہ بیان نہیں دکھایا جس پر سلطان احمد (جماعت اسلامی کے اُس وقت کے ذمہ دار) کے دستخط موجود ہیں جب کہا تو کہنے لگا، یہ اصلاح کے لئے کیا تھا۔ خدا میری بھی لاج رکھے جو کیا ہے اور جو کر رہا ہوں اسی پر قائم رکھے۔ آمین۔

جلسہ رات سوا دو بجے ختم ہوا۔ حاضری ڈیڑھ لاکھ کے قریب تھی۔ اسی موضوع پر امیر شریعتؒ نے سارے مغربی پاکستان میں تقریریں کیں، جس سے غلط فہمیوں کے بہت سے بادل چھٹ گئے۔ چنانچہ اسی طرح کا اجتماع گوجرانوالہ میں بھی ہوا۔ شیرانوالہ باغ عوام سے بھرا ہوا تھا۔ جیسے ہی امیر شریعت تقریر کے لئے کھڑے ہوئے مغرب کی جانب سے کالی گھٹائیں اٹھیں، عوام کا

اضطراب بڑھا دو طوفان آمنے سامنے کھڑے تھے، بادل اور بخاری۔ دیکھیں کس کی جیت ہوتی ہے۔

امیر شریعتؒ نے عوام سے سوال کیا۔

”کیوں بھئی کیا ارادے ہیں؟ اگر بارش سے ڈر کر بھاگ جانا ہو تو ابھی کہہ دو۔ ورنہ بخاری تو کھڑا ہے۔ حالانکہ میں اس وقت بخار سے ہوں“۔

اس پر عوام نے بیک زبان کہا۔ ”ہم بیٹھیں گے شاہ صاحب“! بس پھر کیا تھا' بارش بھی ہو رہی تھی اور امیر شریعتؒ بھی برس رہے تھے۔ ایک رضا کار امیر شریعتؒ پر چھاتہ تان کر کھڑا ہو گیا۔

آپ نے غصے میں کہا، کتنے چھاتے لاؤ گے میاں! یہ جو سامنے انسانوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے' ان میں جان نہیں؟ یا ان کے لئے بھی چھاتے لاؤ' ورنہ بیٹھ جاؤ“۔

آخر موسلا دھار بارش کا پانی عوام کی کمر تک آن پہنچا' مگر اس پر بھی لوگ اسی طرح جمے رہے' جیسے ان کے سروں پر پرندے بٹھا دیئے گئے ہوں۔ جب عوام پانی میں تیرنے لگ پڑے تو امیر شریعت نے کہا:

بس بھائی! اب میں آپ کا امتحان نہیں لیتا' یہ بھی ایک ریکارڈ رہے گا میری زندگی کا۔

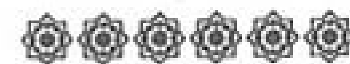
انہی دنوں مرید کے ضلع شیخو پورہ میں دوران تقریر کہا:

”اگر چہ اب میں بوڑھا ہو گیا ہوں' مگر اپنے مقصد کے لئے اب بھی جوان ہوں“۔ اسی سفر میں ایک ذمہ دار پولیس افسر نے سوال کیا“ شاہ جی! اجازت ہو تو ایک بات پوچھوں“؟

ہاں بیٹا! کیوں نہیں“

”دوسری جماعتوں کے سیاسی اور مذہبی رہنما آئے دن مختلف شہروں میں آتے رہتے ہیں' مگر حکومت کی طرف سے ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملتی کہ ہم ان کو واچ (Watch) کریں لیکن جیسے ہی آپ کسی شہر میں پہنچتے ہیں۔ ایک دم سے تاریں ہلنے لگتی ہیں۔ یہ کیوں؟“ آپ نے برجستہ کہا: ”بھائی! جب کوئی ہیجڑا گھر میں آجائے عورت اس سے پردہ نہیں کرتی' مگر جیسے ہی کوئی مرد آجائے' تو تمام گھر میں پردہ پردہ کا شور مچ جاتا ہے“۔

اس موقعہ پر وہ افسر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔



تحریک ختم نبوت کے مطالبات

16۔فروری 1953ء

موچی دروازہ لاہور میں خطاب

جب بنیادی اصولوں کی سفارشات کی رپورٹ ملک کے سامنے پیش ہوئی، تو پنجاب میں شدید طور پر لے دے کی گئی، مسلم لیگ، جناح عوامی لیگ اور جماعت اسلامی نے اپنے اپنے پلیٹ فارم سے ان سفارشات کی شدت کی ساتھ مخالفت کی، پنجاب مسلم لیگ کی طرف سے میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے دل کھول کر مخالفت کرتے ہوئے کبھی فیڈرل نظام چاہا، اور کبھی کنفیڈریشن کا ذکر کیا، اپنی اپنی سمجھ کے مطابق ہر کسی نے ان سفارشات کو نا قابل قبول قرار دیا۔

اس پر شاہ جیؒ نے موچی دروازہ کے باہر پارک کے عظیم اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ جب آپ کو یہ حق پہنچتا ہے کہ آپ وزیر اعظم پاکستان خواجہ ناظم الدین کی جانب سے پیش کردہ دستوری سفارشات کی مخالفت کریں، اور ایسی صورت پیدا کر دیں کہ خواجہ ناظم الدین کراچی سے لاہور آنے پر مجبور ہو جائیں۔ اور حیرت یہی نہیں بلکہ ان کے لئے پنجاب مسلم لیگ کونسل کے اجلاس کو خطاب کئے بغیر بھی چارہ نہ رہے، تو مجھے بتایا جائے کہ آخر کیا وجہ ہے کہ دوسرے اختلافات پر تو آپ نے اس قدر شور مچایا، مگر آپ نے مسلمان ہوتے ہوئے انہیں یہ نہیں بتایا کہ ان سفارشات میں محمدی ﷺ اور مرزائی کے شدید بنیادی اختلافات نے

اس ڈھانچہ کو نا قابل قبول بنا دیا ہے، اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو میں تین لاکھ کے اس عظیم اجتماع کے روبرو مسلم لیگ سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ایک قرارداد منظور کر کے عزت مآب خواجہ ناظم الدین کی خدمت میں پیش کرے، جس میں یہ امر خواجہ صاحب کے ذہن نشین کرایا جائے کہ پنجاب کے مسلمان ان دستوری سفارشات کو اس لئے منظور نہیں کرتے، کہ ان سفارشات میں محمدی ﷺ اور مرزائی کے فرق کو نمایاں طور پر ظاہر نہیں کیا گیا، اور واشگاف الفاظ میں اقرار نہیں کیا گیا کہ مرزائی غیر مسلم ہیں۔"

یہ ہے وہ مطالبہ جو 16 فروری 1953ء کو بعد دوپہر دہلی دروازہ کے باغ میں تین لاکھ تین لاکھ ایک بہت اجتماع کے روبرو حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے کیا۔

مرزائیت کا تعارف

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تقریر کا آغاز کرتے ہوئے مرزائیت کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا، کہ یہ فرقہ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ برطانیہ نے اپنی اغراض کے لئے اپنے سایہ میں اس پودے کی پرورش کی۔

اگر افغانستان یا کابل کا معاملہ ہوتا، تو اس کا فیصلہ کبھی کا ہو گیا ہوتا۔ ایک مرتبہ مرزا غلام احمد نے حبیب اللہ خان والی کابل کو ایک خط ارسال کیا، جس میں لکھا گیا کہ میں نبی ہو گیا ہوں، اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے کہ تم میری نبوت پر ایمان لے آؤ۔" خط کا پہنچنا تھا کہ والی کابل نے فوری طور پر جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ...... "این جابیا"۔ (یہاں آؤ)

کاش یہ بیسویں صدی کا نبی اپنی سچائی کا ثبوت بہم پہنچاتا، اور شاہ والی کابل کے بلانے پر وہاں چلا جاتا، تو اس کی نبوت کا فیصلہ انہی دنوں وہیں ہو جاتا۔

قادیانیت سے متعلق مطالبات

آج کا یہ اجتماع ان خادمان رسول کی جانب سے منعقد کیا گیا ہے، جنہیں ہمارے ملک کا پڑھا لکھا طبقہ ملا کے نام سے یاد کرتا ہے۔ الحمدللہ آج شمع رسالت ﷺ کے پروانے اس

میدان میں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے خواجہ صاحب سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ چوہدری ظفر اللہ خاں کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کر دیا جائے۔

اور مرزائیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، ایک طرف تو یہ اجتماع ہے جس کی حاضری کے بارے میں کوئی تعداد بتانا میں نہیں چاہتا، دوسری طرف میں خواجہ ناظم الدین کو دعوت دیتا ہوں، کہ وہ ایک جلسہ لاہور میں طلب کریں، اور پاکستان مسلم لیگ کے صدر ہونے کے ساتھ وہ وزیر اعظم پاکستان بھی ہیں، ان کا اثر و رسوخ بھی کافی زیادہ ہے۔ وہ لاہور کے جلسہ عام میں عوام سے کہیں کہ وہ ظفر اللہ کے حق میں ووٹ دیں۔ اس موقعہ پر قوم جو فیصلہ دے گی، میرے لئے قابل قبول ہوگا، اگر قوم صرف آپ کا جلسہ سننے کے لئے اکٹھی ہو جائے تو میں پھر بھی آپ کی جیت تسلیم کر لوں گا، اور اگر قوم آپ کے بلانے کے باوجود نہ آئی تو اس صورت میں بھی ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ایک دفعہ خواجہ ناظم الدین نے فرمایا تھا کہ کسی اجتماع میں انسانوں کا بڑی تعداد میں جمع ہو جانا اس بات کی دلیل نہیں کہ قوم ان کے نعرہ کے ساتھ ہے، میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہی وہ اصول ہے، جس پر خواجہ صاحب ساری زندگی اعتماد کرتے رہے، مگر وہ اب خود ہی بتا دیں کہ بے اعتمادی ظاہر کرنے کے لئے اور کون سا طریقہ اختیار کرنا چاہئے، ہم آپ کے بتائے ہوئے ہر نئے طریقے پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

اس مرحلہ پر لوگوں نے ہاتھ ہلاتے ہوئے اعلان کیا کہ ظفر اللہ پر ہمیں اعتماد نہیں ہے اور نہ وہ ہمارا نمائندہ ہے، ہم اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

شاہ صاحب نے ہڑتال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آج کی ہڑتال کامیابی کے اعتبار سے پہلی ہڑتال ہے، جب کہ لاہور میں لوگوں نے عام طور پر خواجہ صاحب کے ساتھ اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ظفر اللہ کی علیحدگی کا مطالبہ کیا ہے۔

کراچی میں مجلس عمل کے وفد نے خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کی، اس موقع پر مجھے افسوس ہے کہ خواجہ ناظم الدین وفد کی باتوں کا جواب مرزائی وکیل کی طرح دے رہے تھے،

یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وفد کسی مرزائی وکیل سے باتیں کر رہا ہے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہ خواجہ صاحب کہاں کے مفتی ہیں۔ یہ شیخ الاسلام ہیں یا دین کے عالم؟ وہ صرف ایک وزیر ہیں، انہیں دین کے معاملہ میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں۔ ہمارے ساتھ انہیں ظلی اور بروزی کے دلائل دینے کا کوئی حق نہیں۔ ہم ایسی لغو باتیں سننا نہیں چاہتے۔

گذشتہ شب نسبت روڈ پر ابھی جلسہ شروع نہیں ہوا تھا کہ جلسہ گاہ پر ایک مکان سے خشت باری شروع کر دی گئی، یہ خشت باری ۲۵ منٹ تک جاری رہی۔ اگر اس وقت مسلمان تحمل، ضبط اور بردباری کا ثبوت نہ دیتے تو اس وقت مکان اور وہاں کے مکینوں کا وجود تک باقی نہ رہتا۔ الحمدللہ کہ میرے عزیز نوجوانوں نے بے مثال ضبط و نظم کا مظاہرہ کیا، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے مرزا محمود کے خطبے کا اقتباس کل کے جلسہ میں ہی پڑھ کر سنا دیا تھا، اگر وہ اقتباس کہیں آج پڑھ دیتا تو فوراً یہ کہا جاتا کہ یہ رات کے واقعہ کی پیش بندی کی جا رہی ہے اور یہ انہوں نے خود کرایا ہے۔

مرزا محمود کی اشتعال انگیزی

مرزا محمود نے اپنے خطبہ میں کہا ہے کہ اے امت مرزائیہ! ''لڑ کر مرو''۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ لڑنے کے بغیر مرو۔ آپ نے میاں انور علی انسپکٹر جنرل پولیس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مرزا محمود کا خطبہ خود پڑھیں، اور اس کے ساتھ ساتھ ''الفضل'' کا وہ پرچہ بھی پڑھیں جس میں خونیں ملاؤں کے آخری دن کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

ملاؤں کے آخری دن

اس مرحلہ پر شاہ جیؒ نے ''الفضل'' کا اقتباس بھی پڑھ کر سنایا جس میں مرقوم تھا کہ ......ملاؤں کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ ان علمائے حق کے خون کا بدلہ لینے کا، جن کو یہ خونیں ملا قتل کراتے آئے ہیں۔ چنانچہ اب خون کا بدلہ خون کی صورت میں لیا جائے گا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے ملا بدایونی سے، ملا احتشام الحق سے، ملا محمد شفیع سے اور ملا مودودی پانچویں سوار

ہے۔ (الفضل ربوہ ۱۵ جنوری ۱۹۵۲ء)

اس مرحلہ پر ایک شخص نے سوال کیا کہ ''اس وقت حکومت کہاں سو رہی تھی'' شاہ جی نے فرمایا، کہ حکومت کو چھوڑو، حکومت جہاں سو رہی تھی، وہیں تھی، مگر تم اس وقت کہاں تھے، تم بھی تو مشینری کے پرزے ہو۔ ایک طرف یہ عالم ہے کہ اخبارات کے ایک ایک حرف پر ان کی ضمانتیں لی جاتی ہیں، اور دوسری طرف یہ نوازشات کہ مرزا محمود اور ''الفضل'' کو چھٹی دے رکھی ہے۔ چنانچہ یہ اسی چھٹی کا اثر ہے کہ مرزا محمود کے خطبہ کا نتیجہ گذشتہ شب نکل آیا۔ میں تو اسے ایمانداری کے ساتھ قانون کے بے حرمتی سمجھتا ہوں اگر حکومت ان لوگوں کے خلاف ایکشن نہیں لیتی تو صاف طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے، کہ حکومت خود ایسا کرا رہی ہے۔

اب صورت حال یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ہمارے چیخنے کی بھی پرواہ نہیں کی جاتی اور جب ہم خواجہ صاحب سے بات کرتے ہیں تو وہ مرزائی وکیل بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں میں نے کراچی میں غلط نہیں کہا تھا کہ خواجہ ناظم الدین مرزائیت قبول کر چکے ہیں۔ میں تمام پارٹیوں سے کہتا ہوں کہ وہ ناموس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ کریں اگر وہ میری یہ اپیل منظور کر لیں تو میں ان پارٹیوں کے قائدین کرام کی ہر ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کے لئے تیار ہوں۔ میں آپ سے یہ اپیل اپنی ذات کے لئے نہیں کر رہا۔ میں تو محمد الرسول اللہ کے لئے گداگر ہو کر آپ کے در پر آ کھڑا ہوں۔

کیا قادیانیوں کو ناموس رسول لوٹنے کی چھٹی دے دی گئی ہے

(شاہ جی۔ نے جلال میں آتے ہوئے فرمایا)

پاکستان مسلم لیگ نے بنایا تھا، مسلمانوں نے اس کے قیام کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں پیش کیں، انجمن احمدیہ ہمارے سر پر کیوں چڑھ رہی ہے۔ کیا یہ ملک انجمن احمدیہ نے بنایا ہے؟ آج ہماری سلطنت پر مرزا محمود اور ظفر اللہ کے حقوق کو کیوں فوقیت دی جا رہی ہے؟ یہ دم بریدہ سگان برطانیہ پاکستان میں کیوں دندنا رہے ہیں؟ انہیں ایسا کرنے کی جرأت کیوں ہو رہی ہے؟ ہمیں بتایا جائے کہ ہم یہاں پر ان کی کیا خدمت کر سکتے ہیں؟

ہم چودہ سو سال سے اس مذہب کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ہم کسی کی بات ماننے کو تیار نہیں۔ ہم بروزی اور ظلی کی بکواس بھی سننا پسند نہیں کرتے۔ اس قسم کی بکواس بند کرو، اور ہمیں بتاؤ کہ تم ناموس رسول کو لوٹنے کا کیا حق رکھتے ہو کیا تمہیں پاکستان میں ہمیشہ کھلی چھٹی دے دی جائے گی؟

ہم ایک مدت سے تمہارا منہ تک رہے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان کی قیادت میں ہم نے ہمیشہ تمہاری ہر دلیل کا منہ توڑا ہے، اور تم آج بھی ہمارا منہ چڑانے سے باز نہیں آتے!

(ابھی اسی قدر کہنا پائے تھے کہ اس مرحلہ پر حضرت مولانا ظفر علی خاں قبلہ تشریف لے آئے) شاہ جی کا آئندہ جملہ ”ظفر علی خان زندہ باد“ کے نعروں میں گم ہو گیا۔ شاہ جی نے دیکھا کہ تین لاکھ انسان حضرت مولانا ظفر علی خاں کے اعزاز میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ آج ایک مدت کے بعد مولانا ظفر علی خان نے دہلی دروازہ کے باغ میں قدم رنجہ فرمایا تھا، لوگ فرط محبت میں نعرے لگا رہے تھے۔ (شاہ جی سے رہا نہ گیا، انہوں نے بھی جوش عقیدت میں مائیکروفون پر نعرے لگوانے شروع کر دیئے، یہ منظر 25 منٹ تک جاری رہا)۔

مولانا ظفر علی خان کی تشریف آوری

ساڑھے چار بجے کا وقت تھا، حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تقریر فرما رہے تھے کہ حضرت مولانا ظفر علی خان قبلہ کبرسنی کے باوجود جلسہ گاہ میں تشریف لے آئے۔ یہ نظارہ بڑا رقت آمیز تھا، ایک زمانہ تھا کہ اسی دہلی دروازہ لاہور کے باغ میں اسی شیر نیستاں کی گرج سے فرنگی استعمار کی دیواریں ہل جایا کرتی تھیں، قصر قادیاں میں زلزلہ آجایا کرتا تھا، آج وہ مجاہد اعظم کانپتے ہوئے ہاتھ میں چھڑی تھامے مولانا اختر علی خاں، ماسٹر تاج الدین انصاری، ملک محمد انور اور الحاج سید محمد امین خلیفہ اعظم حاجی ترنگ زئی کے سہارے جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ فضا ظفر علی خان زندہ باد کے فلک بوس نعروں سے گونجنے لگی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے جوش عقیدت میں بے شمار نعرے لگوائے، اور پھر مولانا سے بغل گیر ہو گئے، اوران کا ہاتھ اپنے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔

یہ وہ مجاہد ہے کہ جس کے قلم اور زبان کی ضربوں نے نہ صرف قصر استعمار میں زلزلے ڈالے، بلکہ مرزائیت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے شب و روز تگ و دو کی، آج یہ خوشی کا مقام ہے کہ وہ مجاہد کبرسنی کے باوجود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس پر اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے لاکھوں مسلمانوں کے درمیان بیٹھا نظر آتا ہے۔۔۔۔۔

(ظفر علی خان زندہ باد کے نعرے)

شاہ صاحب نے کہا، کہ یہ حضرت مولانا ظفر علی خان قبلہ کے مشن کی سب سے بڑی کامیابی ہے، کہ آج لاکھوں مسلمان مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے اور ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ نے الگ کرنے کے مطالبے کو منظور کرانے کے لئے سر بکف ہو کر بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔“ مولانا نے کرسی پر تشریف لائے ہوئے فی البدیہ یہ شعر کہا۔

اپنا اپنا ہے مقدر اپنا اپنا ہے نصیب
کوئی مرزائی ہوا کوئی مسلماں ہو گیا

جب شاہ صاحب نے اس شعر کو مائیکروفون کے سامنے بلند آواز سے دہرایا تو سارے مجمع سے اللہ اکبر، مرزائیت مردہ باد، ظفر علی خان زندہ باد کے نعرے بلند ہونے لگے۔

اس مرحلہ پر سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا، کہ ”مولانا اختر علی خان بڑے خوش بخت ہیں کہ جنہیں ظفر علی خان قبلہ ایسا بلند مرتبہ باپ ملا۔ اللہ ان کا سایہ آپ کے اور ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔“

شاہ جی نے تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا، کہ اللہ کا حکم ہے کہ میرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نبوت ختم ہو چکی ہے، نہ صرف نبوت ختم ہو چکی ہے بلکہ اب کوئی امت بھی ایسی نہیں آئے گی آپ نے کہا، کہ ہم نے ”لا نبی بعدی“ پر ہزاروں انسان قربان کر دیئے، ہم صرف ایک بات جانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں ٹھیک ہے۔ تمہیں ہماری بات ماننا پڑے گی۔

''آج ہمیں پریشان کیا جاتا ہے، مجھے نوٹس دیئے جاتے ہیں، مجھے تقریر کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی، سندھ میں ''شوگر کوٹڈ'' مرزائی نصیر احمد فاروقی نے مجھے نوٹس دے دیا کہ میں نواب شاہ میں داخل نہیں ہو سکتا، تقریر نہیں کر سکتا میں کہتا ہوں کہ آپ حق کا ساتھ دینے والوں کے ساتھ یہ سلوک کب تک روا رکھ سکیں گے۔''

اس مرحلہ پر حضرت مولانا ظفر علی خان قبلہ نے اپنا ایک اور شعر پڑھا

روزہ اچھا نماز اچھی حج اچھا زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحاء کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

''امیر شریعتؒ نے فرمایا کہ آج ہمیں مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہم اس مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کو مانیں، جو مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریر کی رو سے ملکہ وکٹوریہ کے ہی وجود کی برکت سے معرض وجود میں آئی، ہمیں بتایا جائے کہ ہمیں اس نبوت پر ایمان لانے کے اشتعال کیوں لایا دلایا جا رہا ہے۔''

میں اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ خواجہ صاحب کو اس نبی زادے کے منہ میں لگام دینی چاہئے، یہ آپ کے سر پر ہی چڑھا رہا ہے تو بہتر ہے، مسلمان قوم اسے برداشت نہیں کرے گی۔ اس مرحلہ پر تین لاکھ کے اجتماع نے ختم نبوت زندہ باد اور اسلام زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگائے اور ایک مدت تک فضا نعرۂ تکبیر سے گونجتی رہی۔

آخر میں شاہ جی نے یہ شعر پڑھا۔

اب تو جاتے ہیں مے کدہ سے میر
پھر ملیں گے اگر خدا لایا

خطبات امیر شریعتؒ ص 143 تا ص 152



ختم نبوت چودہ سو سالہ اجتماعی عقیدہ

جون 1955ء لائل پور (فیصل آباد)

خطبہ مسنونہ کے بعد حضرت امیر شریعتؒ نے فرمایا۔ مجھے آپ سے تین باتیں کہنا ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ جس دھندے کو ہم لے کر بیٹھے ہیں یہ ہے کیا چیز؟ مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ کسی کے مکان کی چھت ٹپکنے لگی تو وہ اپنے مکان کو لیپنے لگے۔ مکان کی پچھلی طرف سے لیپنا شروع کیا۔ جب لیپ لاپ کر فارغ ہوئے تو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمسایوں کا مکان ہی لیپا گیا ہے۔ یہ آج کی نئی بات نہیں ہے۔ چودہ سو برس سے امت اس پر ڈٹی ہوئی ہے۔ اس وقت دنیا کی آبادی میں مسلمان تقریباً ۷۵ کروڑ ہیں۔ (اب ایک ارب سے بھی زائد ہیں) حضور ﷺ کے عہد سے لے کر اس وقت تک کتنے پیوند خاک ہوگئے۔ ان میں کتنے صحابی، تابعی، ولی، غوث، قطب، فقیہہ، امام اور بزرگ گزرے۔ تمام امت کے اولیاء لاکھوں صحابہ سب اسی عقیدے پر ڈٹے رہے۔ حضور ﷺ کے بعد نبوت کسی کو نہیں ملی۔ کوئی ماں نہیں ہے جو نبی جنتی۔

اللہ ایک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔ ہم سب اس کے محتاج ہیں۔ یہ بنیادی عقیدہ ہے۔ آمنہ کا بیٹا، عبداللہ کے گھر کا چاند، عبدالمطلب کا پوتا۔ صدیق اکبرؓ اور عمرؓ بن خطاب کا داماد عثمانؓ اور علیؓ کا خسر، حسنین کا نانا، فاطمہؓ کے ابا جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

وہ جگ جیالا جن کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ستر کروڑ مسلمان اس وقت کھڑے ہیں۔

اور اربوں پیوند خاک ہو گئے۔ صاحب فکر وعقل، صاحب علم و ہمت۔ صاحب فہم وفراست پیدا ہوئے اور پیوند خاک ہو گئے۔ وہ سب اسی عقیدہ پر قائم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا o

''ہم نے آپ کو تمام آدمیوں کے لئے خوشخبری سنانے اور ڈرسنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔''

اور فرمایا کہ نبی ﷺ اعلان کرو کہ اے مسلمان جہاں کہیں بھی ہو اور جس زمانے میں بھی ہو۔ اور جب بھی زمین پر، چاند پر مریخ پر، مشرق میں، مغرب میں نیچے، اوپر، تحت الثرائے میں اعلان کر دیجئے اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں تم سب کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں۔ جی چاہے مانو جی چاہے نہ مانو۔ یہ ہے اصل عقیدہ۔ اب اگر قرآن میں خاتم النبیین کی آیت نہ بھی ہو تو بھی یہ لفظ کافی تھا۔

توحید بغیر ختم نبوت کے کچھ نہیں رہتی

عقیدہ عقد سے ہے۔ اور عقد کہتے ہیں دل کی گرہ کو، قرآن سینہ بسینہ حضور ﷺ سے صحابہ تک پڑھتے پڑھاتے ہمیں وراثت میں ملا۔ عقیدے کے بغیر عمل نہیں ہوتا۔ برا ہو یا بھلا اور عشق کا نام عقیدہ ہے۔ نماز کی فوقیت دل میں نہ ہو تو وضو کہاں کرے۔ توحید بڑی چیز ہے۔ لیکن ختم نبوت اگر اس سے نکال دو یہ بھی کچھ نہیں رہتی۔ ماننے کو تو لوگ خدا کو مانتے تھے چاہے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور یہودی عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے کعبہ میں تین سو ساٹھ خدا (بت) رکھے تھے۔ اور ننگے ہو کر طواف کعبہ کرتے تھے۔

جب اللہ کی رحمت جوش میں آئی۔ تو اللہ کے گھر میں چاند نکلا۔ کعبہ میں جھاڑو دی۔ اللہ کا نام بلند کیا اور فرمایا کہ تم کیوں یوں بڑھ چڑھ کر ان کو خدا بناتے ہو۔

حضرت رائے پوریؒ نے اپنی بڑی بہن کو نہ پہچانا

نبوت کا مقام تو بہت ہی بڑا مقام ہے۔ ذرا کیریکٹر تو دیکھو۔ حیاء کے مارے کبھی

نگاہ نہیں اٹھی۔ میرے مرشد حضرت مولانا رائے پوری دس سال کے بعد ضلع سرگودھا میں اپنے گھر آئے۔ تو اپنی بڑی حقیقی ہمشیرہ کو نہ پہنچانا جب تک کہ انہوں نے بات نہیں کی۔ حضرت مولانا فرماتے تھے۔ کہ بچپن ہی سے میں نے نظر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ یہ شرم وحیاء کی بات ہے۔

ہم خدا کو جانتے ہی نہیں محمد ﷺ کو جانتے ہیں۔ ابوجہل صدیق اکبرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ کبھی کوئی آسمان پر گیا ہے۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا نہیں۔ ابوجہل نے کہا کہ تیرا یار کہتا ہے کہ میں وہاں سے ہو کر آیا ہوں۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا تو وہ سچ کہتا ہے اس نے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

تیرہ سال کی بات ہے کہ ایک آدمی کی وساطت سے مرزائی عرب شریف چلا گیا اور مدینہ منورہ جا کر مرزا قادیان کی نبوت کی تبلیغ کی۔ میں اس شخص کا نام نہیں لیتا جس کی وساطت سے مرزائی گیا۔ میں نے اس سے آج تک کلام نہیں کی اور نہ کروں گا۔ یہ مرزائیوں کا تبلیغی نظام ہوتا ہے۔ میں اکتوبر 1923ء میں رہا ہو کر امرتسر آیا تو معلوم ہوا کہ مولوی نور احمد سرحدی نے قادیان میں جلسہ کیا۔ بہت سے علماء کرام آئے اور وعظ کر کے چلے گئے۔ تب سے ہم نے فکر کی کہ یہ انفرادی تبلیغ جماعتی تنظیم کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ جماعت کا مقابلہ جماعت سے ہونا چاہئے۔

1931ء میں شعبہ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم ہوا

1931ء میں ہم نے سوچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مٹانے کا نظام بن رہا ہے۔ تب سے جماعت بنی اور اس کا شعبہ تبلیغ (تحفظ ختم نبوت) مقرر ہوا۔ جس کا تعلق ملک کے سیاسی معاملات سے نہیں تھا۔

اسلام کی بنیاد مسئلہ ختم نبوت پر ہے۔ جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا'' لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَکُمْ '' شروع سے لے کر آج تک اور آج سے لے کر حشر کے گرم ہونے تک کوئی نہیں جو یہ عقیدہ بدلے۔ ہم اس کو لے کر بیٹھے ہیں۔ اس کا کسی ملکی معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض لوگوں کو شک ہے کہ حکومت کے سامنے جھک گئے تم ہمیشہ

انگریز کے سامنے جھکتے رہے ہو تو ہم اگر مسلمان حکومت کے سامنے جھک گئے تو کیا ہوا۔ ارے میرے اپنے میرا ساتھ چھوڑ گئے کسی کو کیا کہوں۔ آپ کسی پارٹی میں چاہے جائیں لیکن ادھر بھی توجہ رکھیں۔ اگر آپ کی سمجھ میں میری بات نہیں آئی تو ظفر اللہ ہی سے سمجھ لو...... وہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے لے کر وزارت خارجہ پاکستان تک جہاں رہے رہے لیکن کبھی قادیان کو نہیں چھوڑا۔

آپ کو سرکار کا ملازم ہو کر تحفظ ختم نبوت سے شرم کیوں آتی ہے؟ سو دفعہ ہو جاؤ عوامی لیگ یا مسلم لیگ میں لیکن تمہاری جوانیوں کا صدقہ تحفظ ختم نبوت کی طرف بھی نگاہ کرم ڈالتے رہیے۔

کفر کا یہ پروگرام کوئی آج کا نہیں ہے۔ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تب سے مسیلمہ کذاب پیدا ہونے شروع ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے سات سو حافظ قرآن صحابہ کو ختم نبوت کی خاطر شہید کرا دیا۔ کہتے ہیں نتیجہ کچھ نہیں نکلا۔ ارے نتیجہ تو نکل آیا۔ راولپنڈی کے سیشن جج کا فیصلہ دیکھئے۔

شہداء ختم نبوت کا میں ذمہ دار ہوں

اس تحریک میں جو کچھ ہوا۔ میں ذمہ دار ہوں۔ غلط ہوا یا صحیح ذمہ داری میرے سر ہے۔ ارے میں مودودی نہیں ہوں۔ بددیانت نہیں ہوں۔ مجلس عمل کے اجلاس کراچی میں مودودی صاحب میرے زانو کے ساتھ زانو ملائے بیٹھے تھے۔ ریزولیشن میرے جانے سے پہلے ہو چکا تھا۔ میں کہتا ہوں میں کیا کروں کتابوں اور لٹریچر کو۔

میں اس سے پہلے اجلاس میں نہیں گیا تھا۔ دوسرے دن مولانا محمد علی جالندھریؒ میرے پاس آئے اور کہا کہ آج تم چلو۔ میں نے کہا جو پاس کرنا ہے کر لو۔ میں عمل کر لوں گا۔ جب گیا۔ مولانا سید داؤد غزنوی کے پاس بیٹھا۔ مودودی بھی پاس بیٹھے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے دائیں طرف جگہ دی۔ ریزولیشن ہو چکا تھا محمد علی جالندھریؒ خاص لوگوں کے دستخط کرا رہے تھے۔ میرا نام بھی لکھا اور ان کا نام بھی لکھوا دیا۔ آج وہ کہتے ہیں میں تحریک

میں شامل نہیں تھا۔ میں کہتا ہوں شامل تھا۔ اور اگر مودودی شامل نہیں تھا۔ تو میں ان سے حلفیہ بیان کا مطالبہ نہیں کرتا۔ بلکہ صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ اپنے لڑکوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر اعلان کر دیں۔

میں ذمہ دار ہوں میں شامل تھا۔ جو شامل تھا اس نے سال کاٹی، جو شامل نہیں تھا اس نے دو سال کاٹی، جب میں رہا ہوا۔ تو ڈیوڑھی پر آ کر کہا کہ جنہوں نے تقریریں کیں وہ رہا ہوئے اور جنہوں نے سر ہلایا وہ پھنسے رہے۔

یہ ہے دریافت؟ ہزاروں شہید ہوئے، سوؤں کے سہاگ لٹے، کئی یتیم ہوئے کئی اجڑ گئے، (آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے) اللہ میں ذمہ دار ہوں، اور آج بھی ذمہ دار ہوں یہ سب تیرے نبی کے نام کی خاطر کیا تھا۔

ہزاروں کو مروا کر کہوں کہ میں شامل نہیں تھا، کیا یہی دین ہے کیا کروں علم اور ادب کو، میرا کلیجہ پھٹتا ہے، میں بولنے پر آؤں تو اُدھار کیوں رکھوں، ارے تم سے تو کافر گلیلیو ہی اچھا تھا، جس نے زہر کا پیالہ پی لیا۔

جو ہوتا ہے، ہولے نبوت ختم ہے، اللہ تعالیٰ ہم سے غلط قدم نہ اٹھوائے۔ جیل میں میں نے کیا بیان نہیں دکھایا، سلطان احمد کے دستخط موجود ہیں، جب کہا تو کہنے لگے میں اصلاح کے لئے گیا تھا۔ خدا میری لاج رکھے، جو کیا ہے اس پر قائم رکھے، شہر شہر، قصبہ قصبہ، صوبہ صوبہ جہاں جہاں یہ زہر (قادیانیت) گیا ہے تعاون کرو کہ تریاق (مبلغین ختم نبوت) بھیجیں، اگر کوئی رائی جتنا بھی سیاسی مفروضہ ہو تو خدا تباہ کرے، اور اگر نہیں تو خدا ہمیں برکت دے۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔

خطبات امیر شریعتؒ ص 125 تا ص 129



تصویر کے دو رخ

ستم دیکھئے یہ لوگ کس قدر بے بصیرت ہیں، کتنے عاقبت نا اندیش ہیں کہ لباس نبوت کس کے بدن پر مزین کرنے کی سعی میں مصروف ہیں۔ جسے گڑ اور مٹی کے ڈھیلے میں تمیز نہیں، جسے جوتا پہننے کا سلیقہ نہیں، دایاں بائیں میں بایاں دائیں میں گڑ سے استنجا کیا جارہا ہے اور مٹی کھائی جا رہی ہے۔

تصویر کا ایک رخ مرزا مخبوط الحواس

دیکھا! میاں ﷺ کی عزت پر ہاتھ ڈالا تو خدائے غیور نے عقل ہی سلب کر لی اور مخبوط الحواس بنا دیا۔ تصویر کا ایک رخ تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے۔ اس کے نقوش میں توازن نہ تھا، قد و قامت میں تناسب نہ تھا، اخلاق کا جنازہ تھا، کریکٹر کی موت تھا، سچ کبھی بولتا نہ تھا، معاملات کا درست نہ تھا، بات کا پکا نہ تھا، بزدل اور ٹوڈی تھا، تقریر و تحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر متلی ہونے لگتی ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ

لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر اس میں کوئی کمزوری بھی نہ ہوتی وہ مجسمہ حسن ہوتا، قویٰ میں تناسب ہوتا، چھاتی ۴۵ انچ ہوتی، کمر ایسی کہ سی آئی ڈی کو بھی پتہ نہ چلتا، بہادر بھی ہوتا، مرد میدان ہوتا، کریکٹر کا آفتاب ہوتا، خاندان کا ماہتاب ہوتا، شاعر ہوتا، فردوسی وقت ہوتا، ابوالفضل اس کا پانی بھرتا، خیام اس کی چاکری کرتا، غالب اس کا وظیفہ خور ہوتا، انگریزی کا شیکسپیئر اور اردو کا

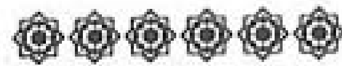
ابوالکلام ہوتا، پھر نبوت کا دعویٰ کرتا تو پھر کیا ہم اسے نبی مان لیتے ....؟ نہیں نہیں!!

میں تو کہتا ہوں کہ اگر خواجہ غریب نواز اجمیریؒ سید عبدالقادر جیلانی، امام ابوحنیفہ، امام بخاری، امام مالک، امام شافعی، ابن تیمیہ، غزالی، حسن بصری (رحمہم اللہ) بھی نبوت کا دعویٰ کرتے تو کیا ہم انہیں نبی مان لیتے؟ علیؓ دعویٰ کرتے کہ جسے تلوار حق نے دی اور بیٹی نبی نے دی، سیدنا ابوبکر صدیقؓ سیدنا عمر فاروقؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ بھی دعویٰ کرتے تو کیا بخاری انہیں نبی مان لیتا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ میاں ﷺ کے بعد کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تخت نبوت پر سج سکے اور تاج امامت و رسالت جس کے سر پر ناز کر سکے وہ ایک ہی ہے جس کے دم قدم سے کائنات میں نبوت سرفراز ہوئی۔

والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل و خاتم الانبیاء.

اقتباس خطاب

تحفظ ختم نبوت کانفرنس ستمبر ۱۹۵۱ء کراچی



چار چیزوں سے محبت

دنیا میں چار قیمتی چیزیں محبت کے قابل ہیں

مال...... جان...... آبرو...... اور...... ایمان!!

لیکن...... جب جان پر کوئی مصیبت آئے تو مال قربان کرنا چاہئے اور آبرو پر کوئی آفت آئے تو مال اور جان دونوں کو۔ اور اگر ایمان پر کوئی ابتلاء آئے تو مال۔ جان۔ آبرو سب کو قربان کرنا چاہئے اور اگر ان سب کے قربان کرنے سے ایمان محفوظ رہتا ہے تو یہ سودا سستا ہے۔

اقتباس از خطاب امیر شریعتؒ

مبلغین کو ہدایت

۱۳ستمبر۱۹۵۴ء امیر شریعتؒ کو اکثر احباب کے اصرار پر ملتان کے ایک خصوصی اجلاس میں ”مجلس تحفظ ختم نبوت“ کا صدر منتخب کیا گیا‘ آپ نے صدر منتخب ہوتے ہی حسب ذیل بیان پریس کے نام جاری کیا۔

”مسئلہ ختم نبوت جان اسلام اور روحِ قرآن ہے۔ اگر مسلمان عقیدہ ختم نبوت سے بال برابر ادھر ادھر ہو جائیں گے تو پھر نہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن باقی رہتا ہے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کا وہ تقدس اور توحید باقی رہتی ہے‘ جن پر آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ختمی المرتبت ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام متفق ہیں۔ مرزائیت اس روح پر اس جان قرآن اور جان اسلام پر مردانہ ضرب ہے۔ میں اس کے استیصال کو ہر مسلمان کے لئے فرض جانتا ہوں اور اپنی زندگی کی آخری بازی لگا دوں گا۔ پاکستان کے جسم میں یہ سیاسی ناسور ہے۔ اگر حکومت نے اس کا آپریشن نہ کیا تو یہ ناسور سارے جسم کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔“

مبلغین کو وصیت

مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام مبلغین کو امیر شریعتؒ نے اپنے مکان کی بیٹھک میں بلا کر حسب ذیل وصیت فرمائی۔

۱۔ تبلیغ کانٹوں کا تاج

”عزیزو! اسلام کی تبلیغ کانٹوں کا تاج پہننے کے مترادف ہے‘ جدھر منہ کرو گے مخالف ہی

مخالف نظر آئیں گے‘ حتیٰ کہ ایسے ایسے مقامات سے گزر ہوگا اور مخالفت ہوگی‘ جہاں تمہارا گمان بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اگر تم اس عزم پر پکے اور پختہ رہے تو کامیاب ہو جاؤ گے (پھر تھوڑا مسکرائے اور فرمایا) احرار بظاہر کسی تحریک میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن جس عزم کو لے کر اٹھے اس پر ڈٹے رہے تو نتیجہ یہ ہے کہ آج برسر اقتدار آنے والا ہر گروہ احرار کے نام سے لرزتا ہے“۔

۲۔ ایڈوانس کرایہ

وعظ کرنے کے لئے جانے سے پہلی داعی سے کرایہ کبھی وصول نہ کرنا۔ اگر اتنا بھی کرو گے تو منہ کھائے گا‘ آنکھ شرمائے گی‘ حق بیان نہ ہوگا۔ (فرمایا) آمد و رفت کا کرایہ گھر سے لے کر چلنا۔ تقریر و بیان کے بعد اگر داعی کچھ خدمت کرے تو اس کے سامنے شمار نہ کرنا۔ اور اگر کچھ بھی نہ دے تو اپنی زبان سے طلب بھی نہ کرنا‘ بلکہ چپکے چپکے سے ہنس مکھ واپس آ جانا۔ (فرمایا) ساری زندگی میرا یہی عمل رہا ہے۔ جب کہیں جانا ہوتا تو میں تمہاری اماں سے پوچھا کرتا تھا کہ مجھے فلاں جگہ وعظ کہنے جانا ہے کرایہ ہے؟ اگر ہوتا تو آمد و رفت کا خرچ گھر سے لے کر چلتا۔

۳۔ حق الخدمت کا مطالبہ نہ کرنا

(فرمایا) کچھ بھی خدمت نہ کرنے والا‘ اگر پھر بھی بلالے اور دعوت دے دے تو جانے سے انکار نہ کرنا۔ (فرمایا) اب اگر پچھلی اور پہلی مرتبہ ہدیہ‘ حق الخدمت وغیرہ نہ مل سکنے کے سبب جانے سے رک جاؤ گے تو للٰہیت نہ ہوگی بلکہ نفسانیت ہوگی۔

۴۔ داعی کے سامنے شمار نہ کرنا

اور داعی کے سامنے شمار کرنے سے روکنے میں یہ حکمت فرمائی۔ ہو سکتا ہے داعی غریب اور مفلس ہونے کے سبب حق الخدمت یا کرایہ بھی پورا نہ دے سکے۔ اس سے خود کو بھی تردد ہوگا اور داعی کے دل میں بھی ہوک اٹھے گی۔ ہائے! میں غریب تھا نا‘ کہ کرایہ بھی نہ دے سکا اور اس سے غریب کے دل سے ایک آہ نکلے گی۔ لہٰذا یہ نصیحت یاد رکھنا کہ غریب کی آہ اور دل دکھانے کے ہر پہلو سے پرہیز کرنا۔ اگر ان باتوں پر عمل کرو گے تو انشاء اللہ کبھی بھوکے نہیں رہو گے اور یہی باتیں دنیا و عقبیٰ کی فلاح و بہبود اور ترقی و سربلندی کا موجب ثابت ہوں گی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب چہارم

مکتوبات

مکتوبات امیر شریعتؒ

امیر شریعتؒ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تمام عمر کسی عنوان سے اخبارات میں کوئی بیان نہیں دیا۔

شاہ جیؒ تحریر کو فتنہ سمجھتے تھے۔ بہت ہی کم لوگوں کو آٹو گراف دیتے۔

شاہ جیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ فرمایا کہ میری کتاب ''قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ'' ہیں۔

(روایت ابن امیر شریعتؒ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری)

شاہ جیؒ نے گنے چنے خطوط لکھے۔ اس سلسلہ میں ادیب شہیر جناب مولانا نعیم آسیؒ نے مکاتیب امیر شریعتؒ کے نام سے 9 خطوط جمع کئے۔

بندہ نے کوشش کر کے اس میں ایک خط اور شامل کیا۔ جو آپ نے حسین شہید سہروردی کے نام (مارشل لاء 1953ء) کے ایک سزائے موت کے قیدی کی سزا کو عمر قید کے ساتھ تبدیل کرنے کی سفارش کی جو قبول کر لی گئی۔

اس باب میں کل دس خطوط ہیں۔ جو پیش خدمت ہیں۔

قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے نام

15۔نومبر 1951ء

سیالکوٹ

سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ

عزیزی قاضی جی،

السلام علیکم:۔

اس دن ملتان آپ ملے۔مگر اتنی مختصر ملاقات ہوئی کہ ہم کوئی بات چیت نہ کر سکے۔آپ نے کہا میں گھر جاتا ہوں۔ میں چپ ہو گیا۔اس کے بعد آپ ملتان آئے اور گھر تک نہ آئے۔دنیا میں ایک جگہ ایسی تھی۔ جہاں مجھے سکون حاصل ہوتا تھا۔کیا اب وہاں سے بھی

☆ مکتوب نمبر 1، اور نمبر 2 قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے نام ہیں۔قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ مجلس احرار کے نامور خطیب اور شاہ جیؒ کی وفات کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر منتخب ہوئے تھے، تاریخ پیدائش 3۔مئی 1906ء، وفات 23 نومبر 1966ء، مولد و مدفن قصبہ شجاع آباد ضلع ملتان، ان گنت تحریکوں میں حصہ لیا۔آٹھ نو برس قید و بند میں گزارے۔آخری گرفتاری 1960ء میں ایوب خاں کے دور میں ہوئی۔شجاع آباد کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔مفصل حالات کے لئے دیکھیں "قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ سوانح و افکار" مرتبہ: محمد اسماعیل شجاع آبادی عفا اللہ عنہ

سکون کی جگہ پریشانی نصیب ہوگی۔قاضی جی جس کام کو حسن و خوبی سے شروع کیا جائے۔اس کا اختتام بھی خیر و خوبی سے ہونا چاہئے۔میں 20۔21 تک ملتان پہنچ جاؤں گا۔میری دلی تمنا ہے کہ آپ جمعرات کو ملتان آجائیں اور ہم گھر میں بیٹھ کر کچھ باتیں کر لیں۔اس سے زیادہ لکھنا مناسب نہیں۔بس آپ جمعرات کو تشریف لے لائیں اور بہر حال تشریف لے آئیں۔

بچوں کو دعائیں اور باقی سب خورد و کلاں کو السلام علیکم۔حضرت قاضی[1] صاحب کی خدمت میں اور اماں جی کی خدمت میں السلام علیکم۔[2]

والسلام

دعا گو

سید عطاءاللہ بخاریؒ

---

1 قاضی محمد امین مرحوم والد ماجد قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

2 سوانح قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ ص 502 مرتبہ قاری نور الحق قریشی ایڈووکیٹ

ملتان شہر

میرے قاضی جی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بہت دن ہوئے میں نے اپنے پڑوسی میاں احمد یار کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ تاکہ ان کے ایک عزیز کا کام آپ کے ذریعے انجام ہو جائے۔ لیکن اب تک وہ بیچارے پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اور ان کا کام کھٹائی میں پڑا ہوا ہے۔ قاضی جی! میں تو جیسا نکما ہوں آپ جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت صلاحیتیں عطا کی ہیں اور بہت لوگوں کو آپ سے فائدے پہنچتے رہتے ہیں۔ بارہ برس سے میاں احمد یار کی ہمسائیگی میں پڑا ہوا ہوں اور الحمدللہ کہ اچھی گزر رہی ہے اگر ان کا کام نہ ہوا تو آپ خود سوچ لیں۔ میری اس حالت میں مجھ پر کیا گزرے گی۔ یہ میں اس لئے لکھ رہا ہوں۔ کہ ان کا حق پر ہونا آپ پر ثابت ہو چکا ہے۔ آپ نے جو مہربانی کی ہے اس کے تو وہ ممنون ہیں۔ لیکن قدرے بہتر از یں۔ مشکلات کا اندازہ مجھے بھی ہے۔ لیکن میری گزارش بھی قاضی احسان احمدؒ سے ہے کسی ایرے غیرے سے نہیں مجھے اُمید ہے کہ اب کے یہ لوگ آپ کے یہاں سے تہی دامن واپس نہیں آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میری تکلیفیں آج کل بہت زیادہ ہو گئی ہیں۔ دُعاؤں کا محتاج ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو خیریت سے رکھے۔ بڑی مشکل سے یہ چند سطریں اپنے سے لکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کریں۔ آمین۔ [1]

والسلام

دُعا گو

سید عطاء اللہ بخاریؒ

☆ اس مکتوب پر سن درج نہیں۔ مگر تین اندرونی شہادتوں کی بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ یکم مارچ 1961ء کو لکھا گیا۔ شاہ جیؒ 48ء کے آخر میں ملتان آئے "بارہ برس سے میاں احمد یار کی ہمسائیگی میں پڑا ہوا ہوں۔" اور مکتوب کے آغاز کی تاریخ پیش نظر رکھیں تو جو تاریخ اور سن متعین ہوتا ہے۔ وہ یکم مارچ ہی ہے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ شاہ جیؒ پر فالج کا دوسرا حملہ 2/جنوری کو اور تیسرا شدید حملہ 16/مارچ 1961ء کو ہوا تھا۔ مکتوب کا آخری فقرہ "بڑی مشکل سے یہ چند سطور اپنے ہاتھ سے لکھ رہا ہوں۔" بھی یہی بتاتا ہے کہ مکتوب مذکور یکم مارچ 1961ء کو لکھا گیا۔

1. سوانح قاضی احسان احمد شجاع آبادی ص 505

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے نام

7/جنوری 1957ء

مکرمی و محترمی حضرت مولانا احمد علی صاحب زید مجدہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ:

روزنامہ "کوہستان" لاہور میں میں نے دو خط پڑھے ہیں۔ ایک میں میرے کسی شعر پر اعتراض ہے اور دوسرے میں آپ کا فتویٰ۔ میرے وہم میں بھی ذم کا یہ پہلو نہیں تھا۔ چونکہ آپ فرماتے ہیں کہ شعر سے ذم کا پہلو نکلتا ہے۔ آپ کے ارشاد کے بعد میں اس شعر کی کوئی تاویل کرنا نہیں چاہتا اور استغفر اللہ پڑھتا ہوں۔ آپ بھی میرے حق میں دُعا کریں۔ اللہ مجھے معاف کرے۔

ہاں! ایک عرض ہے کہ آپ نے اپنے خط میں مجھے مودودی کا چھوٹا بھائی قرار دیا ہے۔ مولانا! آپ مجھے تقریباً تیس چالیس برس سے جانتے ہیں۔ آپ نے کبھی مجھ کو جھوٹ بولتے دیکھا یا سنا۔ جہاں تک اپنے متعلق مجھے خود یاد پڑتا ہے۔ جھوٹ بولنے کا گناہ مجھ سے کبھی نہیں ہوا آپ نے مجھے مودودی صاحب کا چھوٹا بھائی کیسے کہہ دیا:۔ چھوٹے بھائی والی بات آپ واپس لے لیجئے۔ شعر میں نے قلمزن کر دیا۔ [1]

---

1. حیات امیر شریعت ص 527، 528 مرتبہ: مرزا غلام نبی جانبازؒ

محتاج دعا

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ملتان: 5 ر جمادی الثانی 1276ھ

(بمطابق 7 ر جنوری 1957ء)

☆ حضرت شاہ جیؒ کے اُردو اور فارسی مجموعہ کلام "سواطع الالہام" میں ایک شعر تھا

زکاف کعبہ تا کاف کراچی
سراسر کُفر و کُفر و دُن کُفر

اس شعر کا ایک خاص پس منظر تھا۔ 1951ء میں جب پاکستان کی مرکزی و صوبائی حکومتوں کے درمیان کھینچا تانی اور چپقلس کا سلسلہ جاری تھا تو دوستوں کی ایک محفل میں اس کا ذکر آ گیا۔ جس پر حضرت شاہ جی نے فرمایا۔

"تم ایک پاکستان کو روتے ہو، باقی مسلمان ممالک کا کیا حال ہے؟ سب کے سب ایک دوسرے سے بدتر ہیں۔ کون سی جگہ ہے جہاں ملعون انگریز نے اپنا کام نہیں کیا۔ اُس نے مسلمانوں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ اور آج تو مکہ میں بھی یا امریکہ ہے یا برطانیہ۔ بہرحال ملوکیت ہے۔ اسلام وہاں بھی نہیں۔ اور میں تو بلا خوف کہتا ہوں کہ کعبہ سے کراچی تک ہر جگہ قانونِ کفر ہی مُسلط ہے۔ کہلاتے تو سب مسلمان ہیں مگر کہیں انگریز کے ٹوڈی اور کہیں نمک حرامانِ محمد (ﷺ) ہیں کہ جس محسن انسانیت کی جوتیوں کے صدقے میں ان عیاشوں کو حکومتیں ملیں، عین وقت پر اسی کو فراموش کر بیٹھے۔ اتنا کہہ کر اپنے مخصوص جلال آمیز انداز میں بالبداہت یہ شعر پڑھا

زکاف کعبہ تا کاف کراچی
سراسر کُفر و کُفر و دُن کُفر

☆ سواطع الالہام مارچ 1955ء میں چھپی۔ اس کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد لاہور کے نامور عالم مولانا احمد علیؒ نے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی ایک عبارت پر گرفت کی۔ کہ اس سے اہانتِ کعبہ کا پہلو نکلتا ہے۔ مولانا مودودی کے ہمنوا بے قابو ہو گئے۔ حادثہ یہ ہوا کہ ایک صاحب نے حضرت شاہ جیؒ کا محولہ شعر بغیر شاہ جیؒ کا حوالہ دیئے مولانا احمد علی لاہوریؒ کو لکھ بھیجا اور ان کی رائے پوچھی۔ مولانا کا جواب تھا۔ "یہ بھی کوئی مودودی کا چھوٹا بھائی ہے اور گمراہ ہے۔" مکتوب نگار نے مولانا لاہوریؒ کا یہ جواب اور اپنا سوال دونوں روز نامہ "کوہستان" لاہور میں شائع کرا دیئے جس پر حضرت شاہ جیؒ نے مولانا احمد علی لاہوریؒ کو مذکورہ خط تحریر کیا۔

مولانا احمد علیؒ نے حضرت شاہ جیؒ کو جواباً جو خط لکھا چونکہ وہ اس قضیے کی اہم کڑی ہے۔ چنانچہ اس مجموعے کے آخر میں اُسے بھی درج کر دیا گیا ہے۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نام

مئی 1945ء

میرے حضرت جی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

گرامی نامہ بجواب عریضہ صدر مجلس احرار اسلام کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللہ صدر صاحب تو اس وقت کلکتے پہنچے ہوئے ہیں۔ ان چند سطروں کے پیش کرنے کا فخر مجھے حاصل ہو رہا ہے، حضرت کی خدمتِ اقدس میں جو عریضہ ارسال کیا گیا ہے۔ وہ محض اظہارِ مقصد کے لئے ہے۔ اب حضرت والا اپنی مرضی کے مطابق جہاں مناسب خیال فرمائیں اور جس مقام کو موزوں سمجھیں اور جن حضرات کو دعوت دینا حضرت کی نظر برکت اثر میں ضروری ہو ارشاد فرمائیں۔ انشاء اللہ ارشادِ عالی کی تعمیل کی جائے گی۔ حضرت کی دُعاؤں کا محتاج ہوں۔[1]

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ امرتسر

☆ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا یہ مکتوب مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نام ہے۔ مولانا مدنیؒ تحریک ریشمی رومال کے قائد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کے شاگرد خاص تھے۔ جزیرہ مالٹا میں مولانا کے ساتھ کئی برس قید کاٹی۔ ہندوستان کے نہایت بلند پایہ عالم اور بہت بڑے مجاہد آزادی تھے، مدتوں جمعیۃ علماء ہند کے امیر رہے۔ شاہ جیؒ کا مذکورہ مکتوب مولانا نجم الدین اصلاحی نے مولانا مدنیؒ کے مجموعہ مکاتیب مکاتیب شیخ الاسلامؒ کے حصہ دوم میں صفحہ 7-306 کے حاشیہ میں درج کیا ہے۔ اس مکتوب پر اگرچہ کسی تاریخ کا اندراج نہیں ہے مگر مولانا مدنیؒ کے جوابی مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اواخر جمادی الاوّل 1364ھ (مئی 1945ء) کو لکھا گیا، جب مجلس احرار اسلام اور جمعیۃ علماء ہند مسلمانانِ ہند کے سیاسی مستقبل کی بابت آپس میں گفتگو کرنا طے کر رہی تھیں، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا جوابی مکتوب اس مجموعے کے آخر میں درج ہے۔ غالباً مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اس وقت مجلس کے صدر تھے۔

1. مکاتیب شیخ الاسلام ص 306، 307 مرتبہ: مولانا نجم الدین اصلاحی

محتاجِ دعا

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ملتان: 5 رجمادی الثانی 1276ھ

(بمطابق 7 رجنوری 1957ء)

☆ حضرت شاہ جیؒ کے اُردو اور فارسی مجموعہ کلام "سواطع الالہام" میں ایک شعر تھا ۔

زکاف کعبہ تا کاف کراچی

سراسر کُفر و کُفر ذُو فنّ کُفر

اس شعر کا ایک خاص پس منظر تھا۔ 1951ء میں جب پاکستان کی مرکزی و صوبائی حکومتوں کے درمیان کھینچا تانی اور چپقلس کا سلسلہ جاری تھا تو دوستوں کی ایک محفل میں اس کا ذکر آ گیا۔ جس پر حضرت شاہ جیؒ نے فرمایا:۔

"تم ایک پاکستان کو روتے ہو، باقی مسلمان ممالک کا کیا حال ہے؟ سب کے سب ایک دوسرے سے بدتر ہیں۔ کون سی جگہ ہے جہاں ملعون انگریز نے اپنا کام نہیں کیا۔ اس نے مسلمانوں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ اور آج تو مکہ میں بھی یا امریکہ ہے یا برطانیہ۔ بہرحال ملوکیت ہے۔ اسلام وہاں بھی نہیں۔ اور میں تو بلا خوف کہتا ہوں کہ کعبہ سے کراچی تک ہر جگہ قانونِ کفر ہی مُسلّط ہے۔ کہلاتے تو سب مسلمان ہیں مگر کہیں انگریز کے ٹوڈی اور کہیں نمک حرامانِ محمد (ﷺ) ہیں کہ جس محسنِ انسانیت کی جوتیوں کے صدقے میں ان عیاشوں کو حکومتیں ملیں، عین وقت پر اسی کو فراموش کر بیٹھے۔ اتنا کہہ کر اپنے مخصوص جلال آمیز انداز میں بالبداہت یہ شعر پڑھا ۔

زکاف کعبہ تا کاف کراچی

سراسر کُفر و کُفر ذُو فنّ کُفر

☆ سواطع الالہام مارچ 1955ء میں چھپی۔ اس کی اشاعت کے کچھ عرصہ بعد لاہور کے نامور عالم مولانا احمد علیؒ نے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی ایک عبارت پر گرفت کی۔ کہ اس سے اہانتِ کعبہ کا پہلو نکلتا ہے۔ مولانا مودودی کے ہمنوا بے قابو ہو گئے۔ حادثہ یہ ہوا کہ ایک صاحب نے حضرت شاہ جیؒ کا محولہ شعر بغیر شاہ جیؒ کا حوالہ دیئے مولانا احمد علی لاہوریؒ کو لکھ بھیجا اور ان کی رائے پوچھی۔ مولانا کا جواب تھا۔ "یہ بھی کوئی مودودی کا چھوٹا بھائی ہے اور گمراہ ہے۔" مکتوب نگار نے مولانا لاہوریؒ کا یہ جواب اور اپنا سوال دونوں روزنامہ "کوہستان" لاہور میں شائع کرا دیئے جس پر حضرت شاہ جیؒ نے مولانا احمد علی لاہوریؒ کو مذکورہ خط تحریر کیا۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نام

مئی 1945ء

میرے حضرت جی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ بجواب عریضہ صدر مجلس احرارِ اسلام کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ الحمدللہ صدر صاحب تو اس وقت کلکتے پہنچے ہوئے ہیں۔ ان چند سطروں کے پیش کرنے کا فخر مجھے حاصل ہو رہا ہے، حضرت کی خدمتِ اقدس میں جو عریضہ ارسال کیا گیا ہے۔ وہ محض اظہارِ مقصد کے لئے ہے۔ اب حضرت والا اپنی مرضی کے مطابق جہاں مناسب خیال فرمائیں اور جس مقام کو موزوں سمجھیں اور جن حضرات کو دعوت دینا حضرت کی نظر برکت اثر میں ضروری ہو ارشاد فرمائیں۔ انشاء اللہ ارشادِ عالی کی تعمیل کی جائے گی۔ حضرت کی دُعاؤں کا محتاج ہوں۔[1]

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ امرتسر

☆ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا یہ مکتوب مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے نام ہے۔ مولانا مدنیؒ تحریک ریشمی رومال کے قائد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن اسیر مالٹا کے شاگرد خاص تھے۔ جزیرہ مالٹا میں مولانا کے ساتھ کئی برس قید کاٹی۔ ہندوستان کے نہایت بلند پایہ عالم اور بہت بڑے مجاہد آزادی تھے، مدتوں جمعیۃ علماء ہند کے امیر رہے۔ شاہ جیؒ کا مذکورہ مکتوب مولانا نجم الدین اصلاحی نے مولانا مدنیؒ کے مجموعہ مکاتیب مکاتیب شیخ الاسلامؒ کے حصہ دوم میں صفحہ 7۔306 کے حاشیہ میں درج کیا ہے۔ اس مکتوب پر اگرچہ کسی تاریخ کا اندراج نہیں ہے مگر مولانا مدنیؒ کے جوابی مکتوب سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ اواخر جمادی الاوّل 1364ھ (مئی 1945ء) کو لکھا گیا، جب مجلس احرارِ اسلام اور جمعیۃ علماء ہند مسلمانانِ ہند کے سیاسی مستقبل کی بابت آپس میں گفتگو کر نا طے کر رہی تھیں:

1۔ مکاتیب شیخ الاسلام ص 306، 307 مرتبہ: مولانا نجم الدین اصلاحی

عبداللہ ملک کے نام

عزیزم عبداللہ ملک سلمہٗ

خوش رہو، جیتے رہو، آباد رہو اور شاد رہو زندگی کے شب و روز اسی طرح بسر ہوتے ہیں۔ اب باقی کیا رہ گیا ہے کہ اس کے لئے اضطراب ہو نہ بیتے ہوئے دنوں کا افسوس ہے اور نہ حال سے کوئی شکوہ، مستقبل کی فکر ہی کیا جو لوگ مستقبل کے لئے جی رہے ہیں ان سے پوچھئے۔ اپنا تو چل چلاؤ ہے گور کنارے بیٹھا ہوں دیکھئے کب بلاوا آجائے۔

اب اس کے سوا کوئی مشغلہ نہیں رہا کہ اپنے اللہ سے صبح و شام بھیک مانگتا ہوں، وہی پالن ہار ہے اس کے ہاں عفو و درگذر کے سوا کچھ نہیں، ہمارا خدا ہمارا خدا ہے۔

سزا گناہوں کی دے چکا ہے۔ جزا پشیمانیوں کی دے گا۔ تمہارے لئے دن رات دُعا کرتا ہوں، اب چمن اور اس کی شاخیں، تم نوجوانوں کی باغبانی کے سپرد ہیں۔ جب تک جیو وضعداری سے جیو کہ یہی ایمان کی نشانی اور حاصل زندگانی ہے۔[1]

والدعا

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ



1۔ ہفت روزہ چٹان لاہور 15 رجنوری 1962ء ص 32

عبدالکریم شاہ پوری کے نام

ملتان شہر

10 ر رمضان (1370ھ)

عزیزی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

خط پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو عمر دراز اور نیک نہاد بخشے۔ آمین۔

گرمی بہت ہے احتیاط رکھئے گا۔ اور مولوی عبدالحکیم صاحب کو السلام علیکم! ناراضگی تو ہے اور معافی یوں نہیں ہوگی۔[1]

والسلام

دُعا گو

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

☆ یہ مکتوب پہلی دفعہ چھپ رہا ہے۔ یہ مکرم سید امین گیلانی صاحب (شیخوپورہ) کے توسط سے حاصل ہوا۔ میری درخواست پر انہوں نے مندرجہ ذیل سطور بطور پس منظر لکھ کر عطا فرمائیں۔

شاہ صاحب بخاری کا یہ خط مولوی عبدالکریم صاحب شاہ پور کے نام ہے۔ مولوی عبدالکریم صاحب احرار کے سرگرم کارکن تھے۔ اور شاہ صاحب کے ساتھ غایت درجہ محبت رکھتے تھے۔ ان کے ہاں نومولود بچہ کی اطلاع پر یہ خط حضرت شاہ صاحب نے تحریر فرمایا تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب سے میرے بھی تعلقات تھے۔ اسی لئے ان سے یہ خط میں نے لے لیا۔"

(سید امین گیلانی 24 راپریل 1981ء)

شاہ جیؒ نے اس مکتوب پر 10 ر رمضان کی تاریخ ڈالی ہے۔ اور سن ہجری نہیں لکھا۔ پوسٹ کارڈ پر ڈاک خانہ ملتان کی مُہر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کارڈ 17 رجنوری 1951ء کو حوالہ ڈاک کیا گیا۔ اس طرح جو سن ہجری نکلتا ہے۔ وہ 1370 ہے۔ گویا یہ مکتوب 10۔ رمضان 1370ھ کو لکھا گیا۔ عیسوی تاریخ 15۔ جنوری 1951ء بنتی ہے۔ غالباً شاہ جیؒ نے 15۔ جنوری کو یہ پوسٹ کارڈ لکھ کر رکھ دیا۔ اور سپرد ڈاک کرنے کی نوبت 17۔ جنوری کو آئی۔

(مرتبہ: مولانا نعیم آسی شہیدؒ سیالکوٹی)

1۔ مکاتیب امیر شریعت ص 82،81

نذر محمد ملک اللہ دتہ چنیوٹی کے نام

لاہور

20/ اگست 1947ء

عزیزان نذر محمد، ملک اللہ دتہ!

السلام علیکم!

میں اپنے اہل وعیال اور دوستوں سمیت خیریت سے ہوں۔ مارچ کے مہینے سے لاہور میں ہوں۔ اب خانگڑھ ضلع مظفر گڑھ میں نواب نصر اللہ خانؒ کے یہاں چلا جاؤں گا۔ ارادہ کرلیا ہے۔

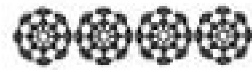
امرتسر بالکل تباہ ہو چکا ہے اور آئندہ مسلمانوں کے وہاں آباد ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس وقت ایک لاکھ کے قریب مسلمان پہنچ چکا ہے اور اب فیروز پور، ہشیار پور وغیرہ کی آمد شروع ہوگئی ہے۔ مشرقی پنجاب کا مسلمان اس وقت تباہ ہو چکا ہے۔ باقی ہو

☆ شاہ جیؒ کا یہ خط تاریخی اہمیت کا حامل ہے، بالخصوص اس اعتبار سے کہ تقسیم ملک کے بعد مشرقی پنجاب کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ شاہ جیؒ نے مختصر الفاظ میں اس کا جو نقشہ کھینچ دیا ہے کوئی اس سے بڑھ کر کیا لکھے گا۔ یہ خط ملک اللہ دتہ صاحب چنیوٹی کے نام ہے، جو شاہ جیؒ کے بڑے عقیدت مند چنیوٹ میں مقیم تھے تقسیم ملک کے ساتھ ہی اخبارات میں یہ خبر چھپی تھی کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امرتسر میں شہید کر دیا گیا۔ حالانکہ مرنے والے مشہور اہل حدیث مولانا ثناء اللہ امرتسری کے صاحبزادے مولوی عطاء اللہ صاحب تھے۔ جس پر ملک اللہ دتہ چنیوٹی نے اپنے ایک عزیز کو اس خبر کی تصدیق کے لئے چنیوٹ سے لاہور بھیجا اور اُسی کے اصرار پر شاہ جیؒ نے ملک اللہ دتہ کے نام یہ خط تحریر فرمایا

رہا ہے۔ سکھ قوم کی خباثت کو انگریز کی اور ہندو کی تائید حاصل ہے اور وہ تباہی مچا رہی ہے اور نہ جانے کب تک یہ سلسلہ باقی رہے۔ میرا ایک مکان خاک میں مل چکا ہے۔ دوسرا جس میں مَیں رہتا تھا ابھی تک تو موجود ہے۔ میری زندگی کی ساری کمائی یعنی میری کتابیں اور سامانِ زندگی وہیں ہے۔ اللہ کے حوالے ہے، ابھی تک کوئی صورت سامان بر آمد کرنے کی نظر نہیں آتی۔ پہلے بھی فقیر ہی تھا۔ لیکن اب سر چھپانے کی جگہ بھی نہیں ہے۔[1] دعائے خیر سے یاد کریں۔ ملکی حالات اتنے خراب اور اتنے خطرناک اور ہیبت ناک ہیں کہ ان سطروں میں بیان نہیں ہو سکتے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ کل کراچی میل سے ملتان کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔ زندگی رہی تو آئندہ ملاقات پر باتیں ہوں گی۔ دوستوں اور عزیزوں کو سلام و دعا:۔[2]

والسلام!

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ



1 یہ بات قابل ذکر ہے اور شاہ جیؒ کی سیرت کا ایک نہایت مجلّی پہلو پیش کرتی ہے کہ تقسیم ملک کے بعد جب کہ ہر کہ و مہ کلیم داخل کر کے زمینیں اور مکان الاٹ کروانے لگا شاہ جیؒ نے اپنا جائز کلیم داخل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور تمام زندگی ملتان میں کرائے کے ایک کچے مکان میں بسر کر کے راہی ملکِ عدم ہوئے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

2 حیات امیر شریعت ص 383

مکتوب بنام

23/اگست 1948ء

چاشت چہار شنبہ

48/8/23ء،28/10/28ھ

حافظ عطاء المنعم سلمہٗ ابھی پانچ چھ برس کے تھے تو میں نے ان کو (امرتسر) اپنے محلے کے پرائمری سکول میں داخل کر دیا۔ چند مہینوں میں یہ اپنی جماعت کے مانیٹر بن گئے، اور ایک دن سکول سے گھر تشریف لائے تو مجھے کہنے لگے کہ اباجی، ان کتابوں میں میرا دل نہیں لگتا۔ میں نے کہا، بہت اچھا آپ سکول نہ جایا کریں۔ ان کی والدہ کو میں نے کہا کہ اب اسے گھر ہی میں کھیلنے دو۔ اور خیال رکھو کہ اس کی طبیعت کس طرف مائل ہے۔ یہ کہہ کر میں تو کہیں جلسے ولسے کے لئے چلا گیا مہینہ دو مہینہ کے بعد واپس آیا تو دیکھا کہ محلّہ کی لڑکیاں جو ہمارے ہاں پڑھا کرتی تھیں اُن کے حلقہ میں آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور سب کو ٹوک رہے ہیں کہ تو نے یہ غلط پڑھا اور تو یہ غلط پڑھ رہی ہے، میں نے کہا میاں تم اوروں کو تو سبق یاد کرا رہے ہو تمہارا اپنا بھی کوئی سبق ہے یا نہیں کہنے لگے اباجی مجھے کوئی پڑھائے بھی۔ تب میں نے اس کی والدہ سے کہا کہ اب اسے قرآنِ کریم شروع کرا دو۔ چنانچہ ناظرہ تو ماں سے پڑھا اور پھر حفظ اپنے ذوق اور شوق سے کیا، پھر میں ایک دفعہ اسے اپنے ساتھ دہلی لے گیا اور تمام بڑے بڑے مدارس دکھائے۔ واپسی پر دار العلوم دیو بند، مظاہر

☆ اس تحریر کو مکتوب کہہ لیجئے یا پیغام بہر کیف اس کا مضمون عام ہے ابن و جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری جن کی حوصلہ افزائی کا اس میں تذکرہ، حضرت امیر شریعتؒ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں، نام عطاء المنعم کنیت ابومعاویہ ابوذر بخاری متعدد کتابوں کے مصنف پندرہ روزہ، الاحرار (لاہور) کے ایڈیٹر اور مجلس احرار اسلام کے رُوحِ رواں رہے۔

العلوم (سہارنپور) میں بھی لے گیا۔ مگر دیکھا کہ اس کی طبیعت کہیں لگتی نہیں ہے۔ جالندھر خیر المدارس کا سالانہ جلسہ تھا۔ میں وہاں اُتر گیا۔ مدرسہ میں پہنچتے ہی ارشاد ہوا کہ اباجی میں یہاں پڑھوں گا۔ میں نے کہا الحمدللہ مولانا خیر محمد صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے تو خدا سے اس کے لئے دعائیں کی ہیں۔ کہ یہ لڑکا ہم کو ملے۔ چنانچہ اُن کے حوالے کر کے پھر ریل اور جیل کی سیر میں مشغول ہو گیا۔ اس نے اپنے ذوق اور شوق سے حضرت مولانا کے دل میں جگہ بنالی اور اُن کی دعاؤں کی برکت سے پچھلے سال یہ فارغ التحصیل ہو گیا۔ اس کے بعد یہی دیکھا کہ اس کی طبیعت مطالعہ اور تحریر کی طرف مائل ہے۔ اپنے حلقۂ احباب میں بھی علمی ادبی ذوق والوں سے زیادہ اُنس ہے، پھر معلوم ہوا کہ آپ اخبار نکالنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اخبار کا ڈیکلریشن بھی منظور ہو گیا۔ چھپنے سے پہلے ضمانت مانگ لی گئی۔ تب میں نے کہا ضمانت نہ دو۔ نیت صاف نہیں ہے۔ آخر ایک ادارے ''نادیۃ الادب'' کی انہوں نے بُنیاد ڈالی اور اس کی ماہانہ رُوداد میں اپنے دِل کی علمی و ادبی تمناؤں کو اُبھرتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں، مجھ سے کہا کہ آپ اس کے متعلق کچھ لکھ دیجئے۔

یہ چند سطریں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ میرے علم دوست احباب و عزیز ابوذر صاحب کی حوصلہ افزائی کریں۔ اور اس ادارے کی رکنیت کو اپنے اپنے حلقہ احباب میں وُسعت دیں، اور دینِ قیم کی چاشنی سے بھرے ہوئے علمی ادبی مضامین سے ادارے میں مطبوعات کا ایک سلسلہ قائم کر کے دورِ جدید۔ کے نوجوانوں میں اسلامی رُوح پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

غرض نقش است کز ما یاد ماند
کہ ہستی رانمی بینم بقائے

اللہ والوں کی دُعائیں آپ کے ساتھ ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ [1]

غریب الدیار

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

1. الاحرار لاہور جنوری 1970ء ص 6

جناب سہروردی کے نام شاہ جیؒ کا مکتوب

اخبارات میں ایک افسوسناک خبر شائع ہوئی کہ مارشل لاء سے سزائے موت پانے والے ایک قیدی کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جائے گا۔اس پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے گورنر جنرل اور حسین شہید سہروردی کے نام ایک درد بھرا مکتوب لکھا جو پیش خدمت ہے۔

برادر عالی مرتبت جناب سہروردی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

"اگرچہ میرا آپ پر کوئی حق نہیں ہے۔مگر فی سبیل اللہ ایک عرض کرتا ہوں کہ محمد نذیر لاہوری (سزا یافتہ قیدی مارشل لاء کورٹ) کی پھانسی کی سزا کو جس طرح بھی ہو سکے سزائے قید میں تبدیل کروادیں۔میں اور کسی کو اس قسم کا عریضہ لکھنے کی ہمت نہیں رکھتا! آپ نے سنٹرل جیل لاہور میں چونکہ تین چار دفعہ شرف ملاقات بخشا اس لئے

کرمہائے تو مرا کرد گستاخ!

میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت آپ حضرات کا یہ عمل ملک وملت کے لئے آئندہ سال کے لئے فال نیک اور برکتوں اور سعادتوں کا سبب بنے گا۔افسوس کہ میں ڈیڑھ مہینے سے پلنگ پر پڑا ہوں ورنہ میں خود حاضر خدمت ہو کر زبانی عرض معروض کرتا۔آپ مجھ سے ہزاروں درجہ زیادہ دانا و بینا ہیں، معاملات کی نزاکتوں کو آپ بخوبی سمجھتے ہیں عمر قید کی سزا بھی آخر سزا ہی ہے اور کچھ کم سزا نہیں ہے:۔اگر اتنا ہو جائے تو مسلمانان پاکستان کے پرانے زخم بھی مندمل ہو جانے کی امید ہے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس معاملہ میں

اور تماملات میں کامیابی عطا کرے! آمین۔میں اپنے ہاتھ سے لکھنے سے معذور ہوں اور ابھی ہاتھ اچھی طرح کام نہیں کرتا اس لئے اپنے لڑکے سے لکھوا رہا ہوں!

والسلام مع الاکرام

فقیر سید عطاء اللہ شاہ بخاری

مورخہ 31 دسمبر 1954ء ملتان شہر

(ہفتہ وار کلیم ملتان 14 جنوری 1955ء)

قارئین کرام۔آگے چلنے سے قبل ایک وضاحت ضروری خیال کرتا ہوں کہ تحریک ختم نبوت 1953ء میں جن حضرات کو "سزائے موت" ہوئی تھی وہ چار افراد تھے۔مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا ابوالاعلی مودودی، مولانا خلیل احمد قادری، جناب نذیر احمد صاحب، محترم نیازی صاحب، مودودی صاحب، قادری صاحب تو رہا ہو گئے۔جناب نذیر احمد صاحب رہا نہ ہو سکے۔حضرت امیر شریعت اور دوسرے رہنما ان کی طرف سے بے خبر نہ تھے۔مگر وہ حکومت وقت اور سفاک زمانہ مسلم لیگ کے معتوب تھے۔مرزا بشیر الدین محمود کا نمائندہ ظفر اللہ قادیانی مسلم لیگ کا کرتا دھرتا اور حکومت کا لے پالک اور چہیتا بیٹا تھا۔جوں ہی اس کی سزائے موت پر عمل درآمد کی خبر کا علم ہوا۔زندگی بھر کسی سے درخواست نہ کرنے والے شخص حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ بھی بے قرار ہو گئے اور سہروردی مرحوم کو خط لکھا اس شخص کی زندگی کی بھیک مانگی۔مسلمانان پاکستان کی دعائیں اور شاہ جیؒ کی شفارش کارگر ثابت ہوئی۔محمد نذیر کی سزائے موت عمر قید کے ساتھ تبدیل ہوگئی۔اس پر مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے گورنر جنرل کے نام شکریہ کا ٹیلی گرام بھیج کر مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ شکریہ ادا کیا۔محمد نذیر پر مارشل لاء کی سزائے موت منسوخ کر کے آپ نے قوم پر احسان کیا ہے۔میں اس پر مبارکباد دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ کے اس نیک عمل کو سال نو کے لئے فال نیک بنائے۔" آمین

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کے نام مکتوب

ملک کی تقسیم سے کچھ پہلے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ امرتسر سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے تھے۔ اور پھر خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی۔ شاہ صاحب مجلس احرار کے بانی بلکہ اس جماعت کی روح رواں تھے۔ متحدہ ہندوستان میں آل انڈیا مجلس احرارِ اسلام نے تحریکِ آزادیٔ ہند، سربلندی اسلام اور معاشی مساوات کے لئے مثالی کام کیا تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد جماعتوں کے مقاصد اور طریقِ کار نئی بنیادوں پر استوار کرنے کی ضرورت تھی۔ اس ضرورت کے تحت مجلس احرارِ اسلام کی عاملہ کا اجلاس غالباً اکتوبر 1947ء کو ملتان میں ہوا۔ شاہ صاحبؒ اس اجلاس میں شریک نہ ہو سکے۔ جس کی وجہ سے مجلس احرار اسلام کے مستقبل کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

مجلس عاملہ کا دوسرا اجلاس دسمبر 1947ء میں بمقام لاہور منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں بھی وہ اگرچہ تشریف نہ لا سکے۔

لیکن آپ نے یہ تاریخی مکتوب گرامی لکھ بھیجا۔

جو مجلس احرار اسلام کی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور پاکستان میں مجلس احرار اسلام کی بنیادی پالیسی قرار پایا ہے۔ یہ مکتوب گرامی ماسٹر تاج الدین انصاریؒ جو اس وقت مجلس احرار اسلام کے صدر تھے۔ کے نام لکھا گیا تھا۔

خان گڑھ 24 / دسمبر 1947ء

برادر محترم المقام، ماسٹر جی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ و برکاتہٗ !

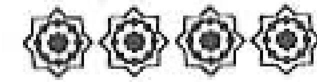
"ملتان کی میٹنگ میں علالت کی وجہ سے شریک نہ ہو سکا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ بیماری بڑھتی گئی۔ اور آخر غالب آ گئی۔ اس وقت میں نشست و برخاست بھی آسانی سے نہیں کر سکتا تفصیل کیا لکھوں کہ کیا گزری پھر عطاء المحسنؒ اور عطاء المہیمن سلمہٗ بیمار ہو گئے۔ اور ایک وقت ایسا بھی آ گیا کہ ہم عطاء المحسن سے تھوڑی دیر کے لئے ہاتھ دھو بیٹھے۔ خیر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا۔ اب اس کی حالت اچھی ہے۔ لیکن عطاء المہیمن بخار میں مبتلا ہے۔ رات ننھی سالمہ سخت بخار میں تھی۔ یہ ہے میرا مختصر سا حال اس وقت میں اپنے بچوں کی خدمت کے قابل بھی نہیں۔ اور گھر میں کوئی دوسرا شخص بھی نہیں جو پرسش احوال کر سکے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ "حسبنا اللہ و نعم الوکیل !"

اللہ تعالیٰ آپ کے اجلاس کو کامیاب بنائے اور آپ لوگ اپنی محنت کا پھل اٹھائیں۔ میں اپنے دل کی چند باتیں لکھ دیتا ہوں۔ اگر معقول معلوم ہوں تو قبول کر لیں۔ لیگ سے ہماری سیاسی کش مکش ختم ہو چکی اور الیکشن کے ساتھ ہی ختم ہو چکی۔ اس وقت لیگ قوتِ حاکمانہ ہے۔ عام مسلمانوں نے اس کو بنایا اور قبول کر لیا ہے۔ پاکستان نہ صرف مسلم لیگ کا بلکہ کانگرس کا تقسیم پنجاب کے اضافے کے ساتھ تسلیم کردہ معاملہ ہے۔ جس پر حضور برطانیہ کی مہر ثبت ہے۔ اس میں صرف مسلم لیگ کو ہدفِ ملامت بنانا آئینِ شرافت سے بعید ہے۔ اگر اچھا کیا تو کانگریس اور لیگ دونوں نے اور اگر برا کیا تو دونوں نے اب پاکستان بن چکا اور تقسیم پنجاب کو کانگرس نے پیش کر کے مسلمانوں سے پاکستان کی بہت بڑی قیمت ادا کرائی اور کرا رہی ہے اور نہ جانے کب تک سود در سود ادا کرنا پڑے گا۔ میری آخری رائے اب یہی ہے۔ کہ ہر مسلمان کو پاکستان کی فلاح و بہبود کی راہیں سوچنی چاہئیں اور اس کے لئے عملی قدم اٹھانا چاہئے۔ مجلس احرار کو ہر نیک کام

میں حکومت پاکستان کے ساتھ تعاون کرنا چاہئے ۔ اور خلاف شرع کام میں اجتناب ۔ اصلاح احوال کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ''الدین النصیحۃ'' پر عمل پیرا ہونا چاہئے ۔ یہ ارشاد ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا۔ مجلس کا قیام و بقا بہر حال ایک شرعی امر ہے تبلیغ اعتقاداتِ صحیحہ اور تنقید رسومات قبیحہ اعلائے کلمۃ الحق اعلان و بیانِ ختم نبوت اظہارِ فضائل صحابہ واہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین مجلس کے فرائض میں سے ہے۔ خصوصاً اس دورِ لادینی میں جنس انسان کی تمام مشکلات کے لئے شریعت محمدیہ ''علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ'' کو ہی حل پیش کرنا ہمارا وہ فریضہ ہے کہ اگر اس میں دار و رسن تک بھی رسائی ہو جائے تو الحمدللہ ۔ اس لئے مجلس کے قیام و بقا کی بہر حال کوشش رہنی چاہئے ۔ اگر دوستوں کو یہ باتیں معقول نظر آئیں تو ان بنیادوں پر آئندہ زندگی کی عمارت استوار کرلیں ورنہ جیسے ان کی مرضی میں کسی کی راہ میں حائل نہیں ۔ اب میں تھک گیا ہوں، ورنہ مفصل بھی لکھ سکتا تھا۔

غریب الدیار

سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ 1



---

1. ہفت روزہ لولاک لائل پور فیصل آباد ۔ 21 راگست 1964ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب پنجم

شاہ جیؒ کی شاعری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شاہ جیؒ ایک سخن فہم و سخن گو شاعر

حضرت امیر شریعتؒ نہ صرف سخن فہم اور سخن شناس تھے۔ بلکہ اپنے زمانہ کے بڑے شاعر تھے اگر شاعری کو بطور فن اپناتے تو بڑے بڑے اساتذہ کو پیچھے چھوڑ جاتے۔ آپ نے تفنّن طبع کے طور پر کبھی کبھی شعر کہے۔ آپ کی شاعری رحمت دو عالم ﷺ کی تعریف و توصیف، اور دشمنان رسالت مآب ﷺ کے رد میں ہے۔ آپ کا کلام آپ کے بڑے فرزند ارجمند اور جانشین مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے آپ کی زندگی میں شائع فرمایا۔ آپ کی شاعری پر علامہ طالوت نے کیا ہی جواب لکھا پڑھئے اور سر دھنئے۔

یہ حالات تھے، جب غیرت حق کو جوش آیا، اور اس نے سرزمین پاک و ہند میں عرب کے باقیات الصالحات اور عربی آقا ﷺ (فداہ ابی و امی) کے نام لیواؤں کو ایک شاعر اور ایک خطیب عطاء فرمایا۔ تاکہ شاعر اپنے سوز اور خطیب اپنے ساز سے ان کے دلوں کو گرما کر پھر ان میں حرارت ایمانی پیدا کر سکیں۔ خطیب کی جادو بیانی ساتھ نہ ہو تو شاعر کا پیدا کیا ہوا سوز میدان میں کام نہیں دے سکتا، اور اگر شاعر کا سوز نہ ہو تو خطیب کی جادو بیانی اگرچہ اثر تو کرتی ہے مگر اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا...... سرد لوہے کو کوٹنے سے آج تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا، البتہ لوہا گرم ہو تو لوہار کے لئے کام آسان ہو جاتا ہے...... شاعر کا کام قساوت قلبی کو اشعار کی گرمی

سے نرم کرنا ہے، اس کے بعد خطیب کا کام شروع ہوتا ہے کہ وہ اس سے کام لے،...... حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا۔ "اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِکْمَۃً وَاِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا" کچھ اشعار حکمت بھرتے ہوتے ہیں، اور کوئی خطابت جادوگری کا کام کرتی ہے...... اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے جب اسلامیانِ پاک و ہند کی اصلاح کے لئے نظر عنایت ملتفت فرمائی تو انہیں حکمت و سحر دونوں عطاء فرمائے، تاکہ پہلے حکمت زمین تیار کرے اور اس کے بعد جب یہ معلوم ہوا کہ ع

یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

تو خطیب کی ساحرانہ طاقت بروئے کار آ کر قوم سے کام لے...... آپ کو معلوم ہے کہ حکمت کے علمبردار ہمارے ہاں حکیم الامت علامہ اقبال رحمہ اللہ تھے۔ جنہوں نے اپنی حکیمانہ شاعری سے الحاد زدہ سنگین قلوب کو موم کی طرح نرم کر دیا، اور جن کی شعلہ نوائی نے پاک و ہند کی تاریکیوں میں قندیل کا کام دیا ع

تیرے لئے ہے مرا شعلہ نوا قندیل

اور اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا" کا مصداق پیکر خطابت خطیب الامت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہیں (متَّعَ اللّٰہ المسلمینَ بِطُول بقائہٖ) جن کی جادو بیانی اپنوں بیگانوں سب کے ہاں مسلم ہے۔ اور جو

"لاکھ حکیم سر بجیب ایک کلیم سربکف"

کا پورا پورا مصداق ہیں۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ کے حلقہ اثر میں ایسے بہت سے لوگ ہیں، جنہوں نے ان کے پیغام اور ان کی حکمت کی تشریح کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا ہے، کیونکہ یہ کام آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام کا مصداق ہے، ہم خرما و ہم ثواب، اچھا کام بھی کرو اور تصنیف و تالیف کے دام بھی پلے باندھ لو، دام نہ ملے تو شہرت تو کہیں گئی نہیں، مگر بخاری کی خطابت کی تشریح اور ان کے مقاصد کا بیان کچھ آسان کام نہیں ہے، گو ان کے حلقہ اثر نے جادو بیان خطیب تو پیدا کئے، مگر آج

تک انہیں ایک بھی ایسا آدمی نہ مل سکا، جو ان کی ساحری کو صفحات قرطاس پر ثبت کر کے زادِ تاریخ بنا سکتا، جس سے آنے والی نسلیں بھی بہرہ اندوز ہو سکتیں اور یہ اس لئے کہ ایک تو یہ کام آسان نہیں اور دوسرے گٹھلیوں کے دام تو الگ رہے، یہاں تو آموں کے دام وصول ہونے کی بھی اُمید موہوم ہے، اور پیٹ میں روٹی یا بدرجۂ آخر خرما کے دو چار دانے نہ پہنچیں تو نرے ثواب کو کوئی اوپر اوڑھے یا نیچے بچھائے؟ اور یہی وجہ ہے کہ آج تک بخاری پر کچھ نہیں لکھا گیا، ورنہ ان کے محاسن برِّعظیم پاک و ہند کی کسی بڑی سے بڑی شخصیت سے کم نہیں۔

حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کی شخصیت سے اہل علم ناواقف نہیں ہیں، آج سے چار سو سال پہلے تک ان کے مرتبہ کا کوئی عالم نہیں، اور نہ شاید آج سے چار سو سال بعد تک کوئی پیدا ہو۔

انہوں نے خود علامہ اقبال رحمہ اللہ اور دوسرے اکابر کے سامنے لاہور میں آپ کو "امیر شریعتؒ" نامزد فرمایا، اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور سب کو آپ کی متابعت کا حکم دیا۔ کیا یہ کچھ کم فضیلت ہے،؟

مولانا محمد علی جوہرؒ کی شخصیت سے ارض پاک و ہند کا بچہ بچہ واقف ہے۔ ان کی خطابت و قیادت دونوں مسلم الثبوت ہیں، مگر انہوں نے لاہور میں ایک موقع پر شاید دفتر "زمیندار" میں سب کے سامنے شاہ صاحب کے متعلق فرمایا کہ۔ "اس ظالم سے نہ پہلے تقریر کی جا سکتی ہے اور نہ بعد میں، اس کے بعد تقریر کرنے والے کا اثر جمتا نہیں، اور اس سے پہلے جو تقریر کرے، اس کے اثر کو یہ آ کر مٹا دیتا ہے۔"

مذہب و سیاست کی دو بڑی شخصیتوں کی رائے کے بعد کسی تیسرے آدمی کی رائے لکھنے کی یہاں نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت، بلکہ میرے نزدیک تو ان آراء کی بھی ضرورت نہیں کیونکہ ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب!

سورج جب نکل آئے تو لوگوں سے کبھی یہ نہیں کہا جاتا کہ لو جی وہ سورج نکل آیا

ہے، بلکہ ہر شخص اُسے خود بخود دیکھ لیتا ہے، اور کسی شخص کو اس کے وجود سے انکار کی جرأت نہیں ہو سکتی، اور تو اور نابینا لوگ بھی اگرچہ دیکھ نہیں سکتے مگر اس کی حرارت محسوس کر کے اس کے وجود سے منکر نہیں ہوتے ...... صرف ایک روائتی جانور (اگر اسے جانور کہنا صحیح ہے) یا پرند (اگر اسے پرند کہنا صحیح ہے) کے متعلق مشہور ہے کہ وہ سورج کو دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ اگرچہ اس کی سزا میں سارا دن الٹا لٹکے رہنے کو بادلِ ناخواستہ قبول کئے رکھتا ہے...... مگر ایسے شپرہ چشموں کا کوئی علاج بھی تو نہیں۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

"ابن الوقت" کا لفظ آپ نے سنا ہوگا، محاورۂ اردو میں ابن الوقت اس شخص کو کہا جاتا ہے جو...... "درمَعَ الدَّھرِ کَیفَ مَادَارَ" پر عمل پیرا ہو، اس کو ہر دیگ کا چمچہ اور ہر تھالی کا بینگن بھی کہتے ہیں، جو آپ کے ہاں میں ہاں آئے تو آپ کی ہاں میں ہاں ملائے، اور آپ کے دشمنوں کے ہاں جائے تو ان کی ہاں ملائے ابن الوقت کی ضد ایک اور لفظ ہے "ابوالوقت" جو بالکل اس کے خلاف معنی دیتا ہے، ابوالوقت اس شخص کو کہا جاتا ہے جو صاف صاف اپنی رائے رکھتا ہو، اور دوسروں کی ہاں میں ہاں کبھی نہ ملائے۔

ابوالوقت کے معنی ہیں "وقت پہ چھایا ہوا" ابن الوقت، وقت اور ہوا کا رُخ دیکھتا ہے، مگر ابواُلوقت، وقت اور ہوا کو اپنے تابع بنالیتا ہے۔ ابن الوقت پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہتا رہتا ہے، مگر ابوالوقت، جدھر چاہے پانی کا رُخ موڑ دیتا ہے، گو یہ اصطلاح عام نہیں، مگر اہل علم کے ہاں غیر معروف بھی نہیں...... ہر زمانے میں ہر علم و فن میں صرف ایک ابوالوقت ہوتا ہے، اور باقی سب اس کے تابع و نقال ہوتے ہیں۔ گویا ہر زمانے میں ابوالوقت تو ایک ہوتا ہے، مگر ابن الوقت سینکڑوں ہزاروں ہو سکتے ہیں۔

زمانہ حال میں شاعری کے ابوالوقت علامہ اقبال مرحوم تھے، اور خطابت کے ابوالوقت حضرت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری ہیں...... جس طرح آپ دیکھتے ہیں کہ آج

ہر شاعر اپنے الفاظ میں وہ ترکیبیں اور وہ بندشیں لاتا ہے، جو علامہ اقبال لایا کرتے تھے، بلکہ مضامین بھی تقریباً وہی لائے جاتے ہیں، اور کوشش یہ کی جاتی ہے کہ لوگ ان کے اور علامہ کے کلام میں تمیز نہ کر سکیں، اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ علامہ کے کلام کی طرح اُن کا کلام بھی بلند پایہ اور مقبول عام ہو جائے...... اسی طرح، آج ہر واعظ اور خطیب کوشش کرتا ہے کہ وہ بخاری کی طرح قرآن پڑھے، بخاری کی طرح وجد آور الفاظ اور سحر آفرین ترکیبیں استعمال کرے، بخاری کی طرح ترنم کے ساتھ (اگر میسر ہو، ورنہ بغیر ترنم ہی سہی اور اگر غلط فہمی غالب ہو تو بد آوازی کے ساتھ بھی) اساتذہ کے چیدہ چیدہ اشعار سنائے، بخاری کی طرح تاریخی واقعات سے استناد کرے، بخاری کی طرح شواہد کو واقعات پر چسپاں کرے، بخاری کی طرح قرآنی آیات والفاظ کے نئے نئے نکات بیان کرے، بخاری کی طرح مجمع کو کبھی کبھی مزاحِ لطیف کے چھینٹوں سے جگائے اور کبھی ترنم کی لوریوں سے سُلائے، غرض آج ہر خطیب اور ہر واعظ پر بخاری کا اثر ہے اور ابوالوقت، اور تو اور اُن لوگوں پر بھی چھایا ہوا ہے جنہیں علمی فضیلت و کمال کی بناء پر وہ اپنے اساتذہ کے برابر درجہ دیتا ہے، ہم نے ایک دو نہیں، ایسے کئی ایک بزرگ دیکھے ہیں، جن کا ترنم واجبی ہے، مگر بخاری بننے کے شوق میں سارے کا سارا وعظ مترنمانہ انداز میں فرما رہے ہیں حالانکہ بخاریؒ کا کمال صرف بخاری کے ترنم میں نہیں، بلکہ ان کے انداز خطابت میں ہے۔ بغیر قرآن و حدیث پڑھے اور بغیر ایک شعر سنائے بھی بخاری سے کامیاب تقریر سنی جا سکتی ہے۔ مگر ابنائے وقت (گو خواہ عملی طور پر وہ آبائے علم ہی کیوں نہ ہو) یہ بات سمجھانا تو بے سُود ہے کہ وہ بخاری کی تقلید نہ کریں، کیونکہ ابنائے وقت کا تو کام ہی تقلید ہے۔

◈ بخاری نہ ہوتے تو زمانہ حال کے اسی فیصدی بہترین خطیبوں کو فن تقریر سے نفی کیا جا سکتا تھا۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کی زبانوں پر الفاظ بخاری کے ہیں، اشعار بخاری کے انتخاب کردہ ہیں اور آیات و احادیث تک بخاریؒ کی دی ہوئی ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہیں لفظاً لفظاً بخاری کی تقریریں ازبر ہیں، اور اپنے اپنے مقام پر وہ ایسی زناٹے کی تقریر کر سکتے، کہ اگر آپ بخاری کو نہ جانتے ہوں یا ان کی تقریر نہ سنی ہو تو براہِ راست ان کی خطابت پر ایمان لے

آئیں، ان میں کچھ وہ ہیں جنہیں آپ نقل مطابق اصل کہنے سے بھی باک نہیں کریں گے۔ اور کچھ ایسے ہیں جنہیں بخاری کا پاکٹ ایڈیشن کہا جا سکتا ہے، ان کے علاوہ بہت سے ایسے بھی ہیں، جن کی نقل را ہم عقل باید تک بھی رسائی نہیں۔ شعر صحیح نہیں پڑھ سکتے، مگر بخاری بننے کے شوق میں غلط شعر ہی جھوم جھوم کر سنائے جا رہے ہیں، یہ لوگ اپنی جگہ پر اور سب کچھ ہو سکتے تھے۔ لیکن اگر بخاری نہ ہوتے، تو یہ واعظ یا خطیب ہر گز نہ ہو سکتے، اور یہ نہ سمجھئے کہ یہ بخاری کے حافظ (یعنی بخاری کی تقریروں کے حافظ) سب بخاری کے ہمنوا یا ہم سفر ہیں، ان میں کی اکثریت بخاری کے مخالف ہے۔ بخاری کے الفاظ، بخاری کے انداز، اور بخاری کے منتخب اشعار، بخاری کے خلاف استعمال کرنا یہ لوگ اپنے لئے قابل فخر سمجھتے ہیں۔ اپنے حلقۂ اثر میں اپنے اندازِ فکر کے مطابق وہ گویا بخاری کا جواب بننے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن حق بات یہ ہے، کہ بخاری نہ ہوتے تو اُن کا وجود بھی موہوم ہوتا، آج جس طرح ہر بڑے شاعر کو داعیہ لاحق ہے کہ وہ کسی طرح علامہ اقبال سے بڑھا ہوا مانا جائے، اور اس کے کام کے لئے ترکیبیں مضامین اور اندازِ بیان وہ اقبال ہی کا استعمال کرتا ہے، اسی طرح ہر خطیب بخاری کو پڑھ کر (یعنی اس کی تقریریں سن کر اس کا اندازِ بیان چرا کر) بخاری سے بڑھنے کی کوشش میں مصروف ہے، نفسیات کا کوئی ماہر اگر ایسے شاعروں اور خطیبوں کے دل ٹٹولے تو یقیناً وہ کچھ ایسی دبی دبی خواہشات کو ان کے دلوں سے نکال لائے گا۔ جن میں شاعر انقلاب شاعر اسلام، خطیب اسلام اور خطیب الامت بننے کا شوق پنہاں ہو......
اقبال اور بخاری کی بڑائی کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟

سخن گوئی مشکل ہو یا نہ ہو، سخن فہمی انتہائی مشکل کام ہے، آج برعظیم پاک و ہند کے کھنڈرات میں گھوم جائیے، آپ کو ہر پرانی اینٹ کے نیچے سے ایک شاعر اور ہر گلے سڑے روڑے کے پاس سے ایک مضمون نگار ضرور مل جائے گا، جو اپنے دعاوی کے لحاظ سے غالب کا جواب اور علامہ اقبال کو اصلاح دینے والوں میں سے ایک ہو گا۔ مگر ان میں ایک فیصدی تو کیا ایک فی ہزار بھی مشکل سے کوئی سخن فہم ہو گا، بقول سالک جو لوگ مسلسل دو سطریں اردو کی صحیح

نہیں لکھ سکتے، آج وہ سلطان القلم کہلاتے ہیں تو ۔

تا بہ دیگراں چہ رسد

مگر اس قدر قحط الرجال کے زمانے میں بھی آپ جب بخاری سے ملیں گے تو پہلی ملاقات آپ کو یقین دلا دے گی کہ:۔

ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں

اُن کی سخن فہمی اور سخن شناسی اس حد تک مسلم ہے، کہ مولانا ظفر علی خان، مولانا ابوالکلام آزاد، عبدالمجید سالک اور حضرت پطرس وغیرہ بھی اس کا صرف اعتراف ہی نہیں کرتے، بلکہ یہ لوگ آپ کی سخن فہمی اور بذلہ سنجی کے قدردانوں میں سے شمار ہوتے ہیں، اور جب بھی موقع میسر ہوتا، یا تو یہ لوگ بخاری کی محفل تک پہنچنے کی کوشش کرتے یا بخاری کو اپنے پاس لے جاتے، اور پھر وہ محفل جمتی، جس کی نظیر شاید سلف و خلف میں کہیں نہ مل سکے مگر...... ع

یہ باتیں ہیں تب کی جب آتش جواں تھا

بخاری کی محفل اگرچہ اب بھی جمتی ہے، اور وہ تو سدا بہار پھول ہے، کہ کوئی دیکھے یا نہ دیکھے کھلا ہی رہتا ہے، مگر اس کی محفل کی خوشہ چینی کرنے والے اب یا تو میرے جیسے کم سواد طالب علم رہ گئے ہیں۔ یا عوام کالانعام کا وہ گروہ ہے، جو اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے ہر وقت شاہ صاحب کے گرد جمع رہتا ہے...... گردو گرما گدا و گورستان، کی سرزمین میں لاہور، امرتسر اور دہلی کی شادابیاں کہاں سے پیدا ہو جائیں ۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

اور آج بخاری کی شکل میں ۔

داغِ فراقِ صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

ہم جملہ عقیدت مندوں کی طرح، مدت العمر، شاہ صاحب کو ایک بے مثال خطیب اور ایک بے نظیر سخن فہم بزرگ سمجھتے رہے، مگر ایک دن بیٹھے بٹھائے دفعۃً ہمیں معلوم

ہوا کہ شاہ صاحب شاعر بھی ہیں، اور ندیم تخلص فرماتے ہیں۔ سچ جانئے کہ آسمان پھٹ پڑتا اور ہم اپنی آنکھوں سے فرشتوں کو زمین پر گرتا ہوا دیکھ لیتے تو ہم کو اتنا تعجب نہ ہوتا، جتنا یہ سن کر تعجب ہوا، کہ شاہ صاحب شاعری بھی فرماتے ہیں، یہ تعجب اس بناء پر نہیں تھا کہ شعر و سخن کوئی عالم بالا کی چیز تھی اور وہاں تک شاہ صاحب کی رسائی نہیں تھی، بلکہ یہ استعجاب، ع

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

کی اقسام میں سے تھا۔ یہ تو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ سخن گوئی سے سخن فہمی زیادہ مشکل ہے اور شاہ صاحب سخن فہموں کے بھی سردار ہیں تو سخن سنجی ان کے مرتبہ سے فروتر بات ہے، مگر اس فروتر بات میں بھی اس قدر پختگی، بلندی اور چستی ہوگی، اس کا ہمیں گمان تک بھی نہیں تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے شعر گوئی کی طرف عمداً اور ارادۃً توجہ نہیں فرمائی، اور جس طرح ہمیں دفعۃً معلوم ہوا کہ وہ شاعر ہیں، خود انہیں بھی اچانک واردات کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ سخن فہمی کے ساتھ سخن گوئی کے جراثیم بھی ان کے اندر پائے جاتے ہیں، مگر شکر کیجئے کہ بحیثیت فن انہوں نے اس کو اختیار نہیں فرمایا، ورنہ بڑے بڑوں کے نام اُن کی سخنوزی کے سامنے "چھوٹو رام" ہو کے رہ جاتے، ان کی زندگی بازیگاہِ سیاست میں جس نہج پر گزری اس کے متعلق کبھی میں نے کہا تھا۔

صبحدم ریل میں گذرتی ہے
شب کسی جیل میں گذرتی ہے
عاقبت کی خبر خدا جانے
اب تو اس کھیل میں گذرتی ہے

اور اسے تفنن نہ خیال فرمایئے بلکہ یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنی خداداد نعمت خطابت کے تشکر میں کراچی سے کلکتہ اور گلگت سے بمبئی تک سارے برعظیم پاک و ہند میں گاؤں گاؤں، شہر شہر، اور کونے کونے کا سفر کر ڈالا، اور ہر جگہ لوگوں کو آزادیٔ وطن خواہی اور مغربیت سے ایمان واسلام کو بچا لینے کا درس دیا۔ یہ کام اس قدر وسیع تھا۔ کہ انہیں اس کے سوا

کسی دوسری طرف توجہ فرمائی کا موقع نہ مل سکا۔

9 پھر تعجب بالائے تعجب اس وقت ہوا، جب یہ معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کے فاضل صاحبزادے حضرت ابوذر بخاریؒ نے موتیوں کے ان بکھرے ہوئے دانوں کو بڑے سلیقہ سے ایک سلک میں پرو کر بازارِ کساد و فساد میں پیش کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے، اور پھر اس مشک نافہ کے لئے عطار کے فرائض مجھ ہیچ مدان و ہیچ میرز کو ادا کرنے ہوں گے۔ اب کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا؟

پہلے تو یہ خیال آیا تعارف میں صرف سعدی کے یہ الفاظ لکھ دوں۔ "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔" مگر پھر خیال ہوا کہ عطاروں کے بازار میں تو یہ بات کہتے ہوئے کوئی حرج نہیں، اور جس بازار میں حضرت ابوذر اپنا یہ گنجینۂ زر پیش کرنے والے ہیں، وہاں

شناسا نہیں کوئی بھی اس ہنر کا

پھر اس کے ساتھ خطرہ یہ بھی ہے، کہ کچھ کہنے والے کا بھرم بھی کھلتا ہے، شاہ صاحب فرمائیں گے۔

شعرِ مرا بمدرسہ کہ بُرد؟ اور اہل نظر کہیں گے: سخن فہمی عالم بالا معلوم شد! بہت سوچا، اصطلاحات کا سہارا لینے کو جی چاہا اور معاً غالب کا شعر دماغ گھومنے لگا:-

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

دل کو ایک گونہ تسلی ہوئی اور شاہ صاحب کے کلام کو دیکھنے بیٹھ گیا، کہ اب بادہ و ساغر کی اوٹ میں بہت کچھ لکھ لوں گا، ورق اُلٹا نظر ڈالی تو سب سے پہلے شاہ صاحب کے اس شعر پر جا پڑی۔

گر ہو دواءِ عشق کی تلخی، نصیب عقل
بنتی ہے پھر تو بادہ و ساغر کہے بغیر [1]

---

1. سواطع الالہام ص 74

پڑھتے ہی سر پکڑ کر بیٹھ گیا، اصطلاحات کا سہارا " ھباءً منثوراً " ہو گیا، اور ضمیر نے کہا: اب کہو۔ اور میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ غالب کے بعد غالب کی زمینوں میں پہلے تو بہت کم لکھا گیا اور تھوڑا بہت جو لکھا گیا وہ عموماً کامیاب نہیں رہا "جواب آں غزل" کا دور غالب کے ساتھ ہی ختم ہو گیا،

ایں جواب آں غزل غالب کہ صائب گفتہ است

لیکن اگر شاہ صاحب اس شعر کے جواب کی بجائے، جواب آں غزل، لکھ ڈالتے تو کیا کامیاب نہ ہوتے؟

دوسرے صفحے پر نگاہ پڑی تو فارسی کی ایک نعت سامنے آ گئی، جس کا مطلع ہے۔

ہزار صبح بہار از نگاہ مے چکدش
جنوں زپیچش زلفِ سیاہ مے چکدش [1]

مطلع پڑھتے ہی ایک بہت پرانا واقعہ ذہن پر چھا گیا، اور دل نے گواہی دی کہ یقیناً یہ نعت اس واقعہ کے بعد ہی ہوئی ہو گی۔

واقعہ یہ ہے کہ ایک بار میں نے شاہ صاحب کی ایک تقریر سنی، یوں تو ہر تقریر خطابت کا شاہکار ہوتی ہے، مگر اس تقریر کا رنگ ہی کچھ اور تھا، تقریر تقریباً ساری رات جاری رہی، مگر ہزاروں کے مجمع میں سے ایک متنفس بھی ایسا نہ تھا، جسے کوئی داعیہ تقریر میں سے اُٹھا کے لے گیا ہو، شاہ صاحب کا چہرہ جلال و جمال کا مرقع بنا ہوا، بجلی کی روشنی میں آفتاب کی طرح چمک رہا تھا، مجھے اس موقع پر پرانے کسی استاد کی رباعی یاد آ گئی۔

از سخن شہد ناب مے چکدش
وز تبسم گلاب مے چکدش
مے تواں گفت کز حرارتِ مے
از جبیں آفتاب مے چکدش

1۔ ایضاً ص 77

میں نے ایک لفظ کی تبدیلی سے اسے شاہ صاحب پر چسپاں کر دیا:۔

از سخن شہد ناب مے چکدش
وز تبسم گلاب مے چکدش
مے تواں گفت کز حرارت وعظ
از جبیں آفتاب مے چکدش

اور پاس بیٹھے ہوئے ایک دوست کو سنادی، وہ تڑپ اٹھا، بار بار رباعی کے مصرعے دہراتا، اور شاہ صاحب کو دیکھتا بعد میں یہ یاد نہیں کہ میں نے رباعی خود یا اس دوست شاہ صاحب کو سنائی، اگرچہ آپ نے ہماری اصلاح تو قبول نہ فرمائی۔ مگر رباعی کو بہت پسند فرمایا، لکھ لی، اپنی عادت کے مطابق جھوم جھوم کر کئی بار سنائی ہمارے لئے سب سے بڑی خوشی اس بات کی تھی، کہ لو جی! ایک چیز تو ہم بھی ایسی نکال لائے جو اب تک شاہ صاحب کے ذخیرہ انتخاب میں نہیں تھی، ورنہ عموماً یہ ہوا، کہ ان کی محفل میں کوئی شعر پیش کرو تو اس کے ساتھ کے دو تین شعر اور سنا ڈالتے ہیں، اور دل نے ابتہاجاً یہ کہا کہ اس رباعی کے ساتھ ساتھ اب تمہارا نام بھی شاہ صاحب کے دل میں محفوظ ہو گیا، اتنے سے تقرب پر بھی اس قدر نشہ چھا گیا کہ بس کچھ نہ پوچھئے۔ ع

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

مگر یہ بات ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اس رباعی کا کچھ جواب بھی ہو سکتا ہے، اور وہ بھی اتنا عمدہ اور بلند پایہ کہ کسی بڑے سے بڑے سخن فہم کے سامنے یہ نعت پڑھ جائیے اور پوچھئے کہ یہ کس کا کلام ہو سکتا ہے تو جواب یہی ملے گا کہ کسی پرانے استاد کا کلام ہے۔

سبحان اللہ! دیکھئے تو سہی!

چمن چمن گل ونسریں زعکسِ رخ ریزد
سبد سبد گل خنداں زراہِ مے چکدش

خندۂ نمکیں اور چشم سیاہ کی فتنہ انگیزیاں ملاحظہ ہوں، الحفیظ والامان!

چہ شور ہاست بجانم زخندۂ نمکیں

چہ فتنہ ہا کہ زچشم سیاہ مے چکدش [1]

صفات حق کی جلوہ نمائی کا بیان آپ نے بہت پڑھا ہوگا، مگر ذات وصفات کے شاہد اور گواہ آپ نے بہت کم دیکھے ہوں گے ۔

چہ گفتگو چہ تبسم شہادتے بحدوث
زنورِ چہرہ قدم را گواہ مے چکدش [2]

اس نعت کے ساتھ ساتھ یہ نعت بھی ملاحظہ فرمائیے، اور ہو سکے تو سخن فہموں کے ہاں اسے جامی علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کر کے سنا دیجئے، انشاءاللہ ان میں سے کوئی ایک بھی آپ سے یہ نہیں کہے گا کہ یہ نعت جامی کی نہیں ہوسکتی!

لولاک ذرّہ زجہانِ محمدﷺ است
سبحان من یراہ چہ شانِ محمدﷺ است
سیپارۂ کلامِ الٰہی خدا گواہ
آں ہم عبارتے ززبانِ محمدﷺ است
نازد بنام پاک محمدﷺ کلام پاک
نازم بآں کلام کہ جانِ محمدﷺ است
توحید را کہ نقطۂ پر کارِ دین ماست
دانی؟ کہ نکتۂ زبیان محمدﷺ است [3]

وہی جامی کا سوز وگداز وہی بیان کی پختگی و شستگی، وہی انداز وطرز بیان، کون سی چیز ایسی ہے جو جامی کے ہاں ہو، اور یہاں نہ ہو؟...... وحدت الوجود کا بیان شاہ صاحب کی زبانی سنئے ۔

وحدت بوجود حالتِ کثرت در آمدہ
حرکت بجلوہ، جلوہ بحرکت در آمدہ

1 سوانح الالہام ص78 ☆ 2 ایضاً ص78 ☆ 3 ایضاً ص72

موسیٰ و طور و وادیٔ ایمن ، حراء ، حرم
ہر جا کہ دیدۂ ایست ، بحیرت درآمدہ [1]

یہ وہ جاہلانہ وحدت الوجود نہیں، جہاں عیسائیوں کی طرح ’’تین‘‘ کی بجائے ’’دو میں ایک اور ایک میں دو‘‘ یا ’’ایک میں سب اور سب میں ایک‘‘ کہا جاتا ہے۔

بلکہ یہ وہ عالمانہ وحدت الوجود ہے، نہ جس کے سمجھنے میں دقت پیش آئے نہ جسے ماننے میں کوئی امر مانع ہو، وحدت کو وجد آیا تو اس نے اپنی صفات کے مظاہر کو پھیلا دیا، ذات نے صفات کی جلوہ نمائی کی، اور جلوۂ ذات متحرک ہوا، دیدۂ بینا جہاں جہاں تھی وہ حیران رہ گئی۔

اُردو میں وحدت الوجود کا مسئلہ آپ نے صرف ایک شعر میں بیان فرمایا ہے، زبان و بیان دیکھئے کہ کس قدر صاف اور تعبیر کتنی دلکش ہے!

ذرّوں سے تا بہ مہر، ستاروں سے تا چمن
عکسِ جمالِ یار کی تابندگی ہے دوست [2]

شاہ صاحبؒ کی چار پسندیدہ چیزیں ملاحظہ ہوں:۔

بخت اگر رسا شود، دست دہد شبوئے خویش
زنگہ سمن برے لالہ رخے نکوئے خویش
باغ و بہارِ ما ندیم یعنے کہ جنت النعیم
روئے خوش است و خوئے خوش
بوئے خوش و گلوئے خوش [3]

شاہ صاحبؒ

ندیدیم کشورے مردود و مرتاب
بشومیہائے کفر آباد پنجاب
چہ ملکے ننگ و عارِ ہفت کشور

1 سوانح الالہام ص108 ☆ 2 ایضاً ص57 ☆ 3 ایضاً ص57

زشرق و غرب بادش خاک برسر
خمیر طینتش مردم کشیہا
ز قتل مسلمش باشد خوشیہا
چہ پیرانش مریدانِ فرنگی
لقب کا فور و ذاتِ پاک زنگی
زنوّاب و رئیسانش چہ پرسی
سگ و سگ زادگانؒ کرسی بہ کرسی
چناں فرزندِ ناہموار زاید
کہ از خر قیمتش برتر نیاید
چکد از لالہ اش خونِ مسلماں
ازو نالاں حجاز و مصر و ایران
جوانانش غلامانِ و فرنگی
پناہِ شان بد امان و فرنگی
چہ پنجاب آں فرنگی را معسکر
معسکر را غلام احمد پیمبر
ضلالت را پیمبر ہست پنجاب
فرنگی را معسکر ہست پنجاب
فضائش کفر ریز و کفر بیز است
بآئین الٰہی درستیز است
زمین فتنہ زائے فتنہ خیزے
کہ شیطان پیش پالش سجدہ ریزے [1]

---

1. سواطع الالہام ص88 تا ص90

دونوں رُخ کس قدر صحیح اور درست ہیں، غنیمت نے جغرافیائی اور عمرانی رُخ کا جائزہ لیا ہے اور شاہ صاحب نے پنجاب کے اس زمانے کا سیاسی رُخ دکھایا ہے، جب انگریز یہاں قابض و حاکم تھا، دونوں نظمیں عنقریب تاریخ کا باب بننے والی ہیں، اور مستقبل کا مؤرخ بتلائے گا کہ دونوں اپنی اپنی جگہ پر کس قدر صحیح منظر کشی کرتی ہیں۔

چند نظمیں اردو میں اکبر کے رنگ کی بھی موجود ہیں، جن میں مزاح اور تفنن ہے، اور انہیں پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے، کہ اگر شاہ صاحب خارزار سیاست سے دامنِ نہ الجھا لیتے تو موجودہ وقت میں اکبر کے صحیح جانشین ہوتے، اور جب اتنا اور اس میں اضافہ ہو جائے کہ ان کی اکثر نظمیں فی البدیہ کہی ہوئی ہیں تو اور بھی ان کی قدر بڑھ جاتی ہے۔ یہ یاد رہے کہ غالب کی طرح شاہ صاحب بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔

کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے

نہ یہ اشعار اس بنا پر انہوں نے لکھے ہیں کہ واقعی وہ شعر لکھ رہے ہیں اور نہ فن کو انہوں نے کبھی اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا۔ ان کی حیثیت محض تبرکات اور تاریخ کے گم ہو جانے والے اوراق کے لئے صرف ''یادداشت'' کی ہے اور بس!

خداداد خطابت میں جو کام شاہ صاحب عمر بھر کرتے رہے، اس کا خلاصہ دو باتوں میں پیش کیا جا سکتا ہے:۔

1. حضور خواجۂ دوسرا (بأبائنا هُوَ وَاُمَّهاتِنَا) کی مدح وثناء
2. اور حضور کے دشمنوں سے دائمی نہ ختم ہونے والا جھگڑا۔ شاہ صاحب کی شاعری کا سرمایہ بھی یہی دو باتیں ہیں۔ اور یہ آفتاب کو چراغ دکھانے کا سلسلہ میں آپ کے چند نعتیہ نشتروں کو پیش کر کے ختم کرنا چاہتا ہوں، تا کہ آپ براہِ راست نورِ آفتاب سے مستنیر ہو سکیں، چراغ تلے تو آپ کو معلوم ہے ہمیشہ اندھیرا ہی ہوتا ہے اور دیر تک اندھیرے میں بھٹکنا بھی کچھ بھلے لوگوں کا کام نہیں۔ نعت کا مطلع ملاحظہ فرمائیں۔

چہ جلوہ ایست کہ آسودہ دربرِ خاک است

کہ ذرّہ ذرّہ طرب ریز وبس طربناک است [1]

دوسرے مطلع کی بلندی دیکھئے۔

بیا کہ با تو سخن ہار خرف لولاک است
بیا کہ با تو حکایت زقدرِ افلاک است [2]

نعت گو شاعروں کے ہاں حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کا بیان عام ہے اور ہر شخص حضور ﷺ کی مدح وثناء میں اس کا ذکر کرتا ہے، مگر کسی نے آج تک اس کی یوں تجزی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ماخلقت الارض نہیں فرمایا۔ بلکہ ماخلقت الافلاک فرمایا ہے اور اس میں کیا نکتہ ہے؟ اگر یہ تجزی پہلے معہود ہوتی تو یہ مطلع تھا، مگر چونکہ یہ کام پہلے پہل آپ نے کیا ہے اس لئے دوسرے مطلع سے پہلے ایک شعر میں اس طرح متوجہ فرماتے ہیں کہ:۔

نگفت خالق مطلق کہ ماخلقت الارض
مقام فکر وتامل ،حدیث لولاک است

اس شعر کے بعد ذرا پھر شاہ صاحب کا مطلع ثانی پڑھ کر دیکھئے، تاکہ آپ "قدر افلاک" کی قدر پہچان سکیں۔ بیشک افلاک کی قدر بہت بڑی ہے۔ مگر اب زمین کی قدر کی افزائش بھی قابل غور ہے۔

مقام ومنزل قرآن وانبیاء گردید
بہ مشت خاک بنازم چہ رتبہ خاک است

سبحان اللہ

زمین کو اس ترقی پر فلک سے داد ملتی ہے
فلک کیا عرش باری سے مبارکباد ملتی ہے

طالوت

22/4/74ھ 19/12/54ء یوم یکشنبہ ملتان

1 سواطع الالہام ص 141 ☆ 2 سواطع الالہام ص 142

افکار محمودؒ

مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کے اپنے ہاتھ

سے تحریر کردہ

مضامین

حالات حاضرہ پر تبصرہ

انٹرویوز

پر مشتمل

ایک خوبصورت علمی، سیاسی، تاریخی دستاویز

جس کا ایک عرصہ سے انتظار تھا

کمپوزنگ کے مراحل طے کر رہی ہے۔

خطبات محمودؒ

مجموعہ تقاریر مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ

پسند فرمودہ، قائد جمعیت فضل الرحمان صاحب مدظلہ

مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ کی دینی، سیاسی، سماجی موضوعات پر

ریڈیو...... ٹی وی...... پارلیمنٹ...... اور جلسہ ہائے عام میں کی گئی تقاریر کا مجموعہ

جس کا ایک ایک لفظ علم، ادب، تحقیق، سیاست، دین اسلام کی صحیح اور حقیقی تعبیر و تشریح ہے۔

پارلیمنٹ میں قادیانی ذریت پر تابڑ توڑ حملے، قادیانی خلیفہ کی پسپائی کی ذلت سے بھرپور داستاں

مسئلہ ختم نبوت کی حفاظت، تقاضے اور ضرورت و اہمیت پر مفکرانہ کلام

اسلام کے نظام سیاست، اقتصادیات پر ایک متبحر عالم کی متکلمانہ گفتگو

سالہا سال سے ختم نبوت کے محاذ پر قادیانیت کا تعاقب کرنے والے مبلغ و مناظر ختم نبوت

کی ترتیب و تبویب

آج ہی اپنی کاپی محفوظ کرائیے۔